محمد عربی ﷺ

محمد عنایت اللہ سبحانی

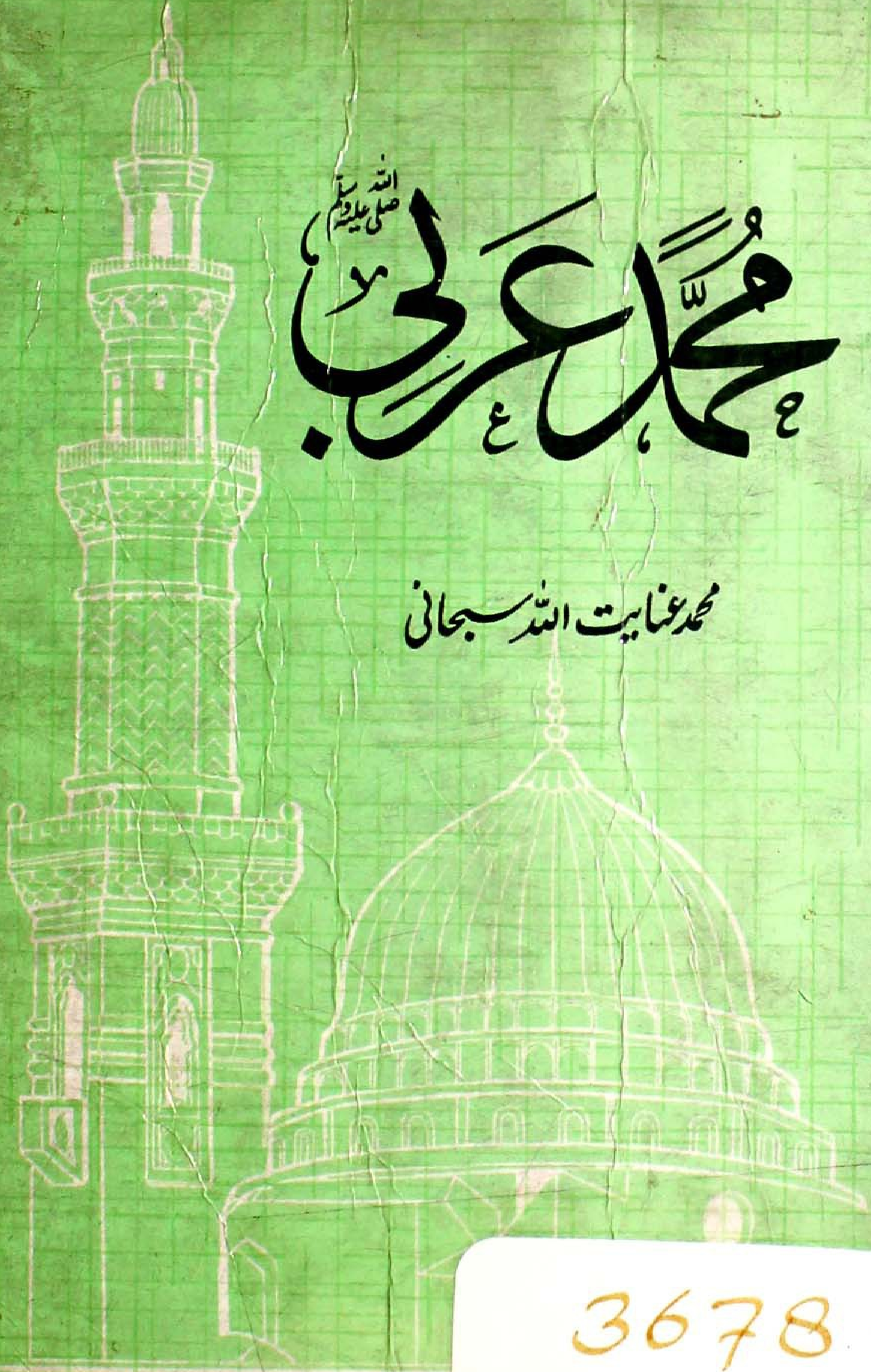

3678

اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور پاکستان

Marfat.com

Marfat.com

سیرت نبویؐ ایک نئے انداز میں

محمدِ عربی

صلی اللہ علیہ وسلم

3678

محمد عنایت اللہ سبحانی اصلاحی

ذخیرہ

اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

۱۳۔ ای شاہ عالم مارکٹ، لاہور (پاکستان)

Marfat.com

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

طابع: رانا اللہ داد خاں، منیجنگ ڈائرکٹر

ناشر: اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
۱۳-ای شاہ عالم مارکیٹ لاہور

مطبع: افضل شریف پرنٹرز، لاہور

اشاعت: پہلی تا گیارھویں جولائی ۱۹۸۸ء تک :- ۱۵٫۷۰۰
بارھویں جنوری ۱۹۸۹ء ۱۱٫۰۰
تیرھویں اکتوبر ۱۹۸۹ء ۱۱٫۰۰
چودھویں دسمبر ۱۹۹۰ء ۱۱٫۰۰

86916

قیمت: -/۶۳ روپے

فہرست ابواب

عرض ناشر	۴
دیباچہ	۶
مقدمہ	۹
ہوتی ہے سحر پیدا	۱۵
کرنیں اُبھرتی ہیں	۴۵
خدا کی آواز	۸۲
پہلی پکار	۱۲۰
طوفانی کش مکش	۱۴۹
کالی گھٹائیں	۱۷۸
نازک مرحلے	۲۱۱
اور ..... "کارواں" بنتا گیا	۲۴۱
الوداع !! اے وطن	۲۶۹
دعوتِ حق تلواروں کی چھاؤں میں	۳۰۲
خونِ دل و جگر سے ہے سرمایۂ حیات	۳۳۸
مشعلِ توحید پر آندھیوں کی یلغار	۳۷۳
اور ــــ بت ٹوٹ گئے	۴۰۷
دمِ واپسیں	۴۴۴
محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تصور میں	۴۶۹

3678

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

عرضِ ناشر

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ پر بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں اور لکھی جائیں گی۔ آپؐ کی ذات والا صفات اتنی جامع اور بزرگ و برتر ہے کہ کسی ایک مصنف کے لیئے یہ ممکن نہیں ہے کہ آپؐ کی حیاتِ طیبّہ کے جملہ پہلوؤں کا احاطہ کر سکے۔ خود ہم نے اس موضوع پر دو نادر کتب ــــ محسنِ انسانیتؐ مؤلفہ نعیم صدیقی صاحب اور حیاتِ طیبّہ مؤلفہ ابو سلیم محمد عبدالحیؒ شائع کی ہیں جو اپنے منفرد انداز اور افادیت کی وجہ سے ہر طبقہ میں مقبول ہوئی ہیں۔ اس کے باوجود یہ خواہش ہمیشہ باقی رہی کہ اس عظیم موضوع پر کچھ اور شائع کیا جائے اور اس سعادت میں جتنا بھی حصہ لیا جا سکتا ہے لیا جائے۔

الحمدللہ اب ہم محمد عربیؐ مترجمہ عنایت اللہ سبحانی صاحب کی شکل میں ایک ایسی کتاب شائع کر رہے ہیں جو اپنی سلاست و روانی ــــ اور اثر آفرینی میں نہایت بلند مقام رکھتی ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن ہندوستان میں شائع ہوا، اور اب مترجم موصوف نے نظرِ ثانی اور اضافوں کے بعد اس کو شائع کرنے کے لیئے ہمیں مرحمت فرمائی۔ ہم ان کے شکر گزار ہیں کہ ہمیں اس سعادت میں حصہ لینے کا موقع فراہم کر دیا۔

کتاب جو کچھ ہے اس کا انداز پڑھنے کے بعد ہو گا۔ ہم اس کو اپنے بلند معیار طباعت پر شائع کر رہے ہیں اور اُمید رکھتے ہیں

Marfat.com

کہ اس کو وہی قبولیتِ عام حاصل ہوگی جو اس کے شایانِ شان ہے۔

Marfat.com

دیباچہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وَخَاتَمِ النَّبِيّٖنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ط

اُردو زبان میں سیرتِ نبویؐ پر اچھا خاصا ذخیرہ موجود ہے۔ اس میں ایسی قابلِ ذکر کتابیں بھی موجود ہیں جو دنیا کی کسی دوسری زبان میں نہیں پائی جاتیں۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ نے میرے لیئے یہ راہ نکالی کہ میں اس زبان میں اس موضوع کی کچھ خدمت کرسکوں۔ مجھے اُمید ہے کہ کتاب پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھی جائے گی اور اس کا مطالعہ ان لوگوں کے لیئے بھی فائدے سے خالی نہ رہے گا جنہوں نے اس موضوع پر دوسری کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔

یہ کتاب دراصل ایک عربی کتاب کا نقشِ ثانی ہے۔ عرصہ ہوا مصر میں محکمۂ تعلیم و تربیت کے نگرانِ عام الاستاذ محمد احمد برانق کی نگرانی و سرپرستی میں سیرتِ نبویؐ پر ایک مجموعہ شائع ہوا تھا جو چودہ حصّوں پر مشتمل تھا۔ یہ مجموعہ محترم عبدالحیؒ صاحب مدیر الحسنات کو مکہ معظمہ کے کسی مکتبہ پر نظر آیا۔ موصوف کو جو کہ خود "حیاتِ طیبہ" جیسی مقبولِ عام کتاب کے مصنف ہیں یہ کتاب بہت پسند آئی۔ آپ اسے اپنے ہمراہ لیتے آئے۔ آپ کا

Marfat.com

خیال تھا کہ اسی انداز کی کتاب اردو زبان میں بھی آجائے تو بہت مفید رہے گی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت میرے نصیب میں لکھ رکھی تھی۔ چنانچہ موصوف کی یہ پاکیزہ خواہش اللہ تعالیٰ اپنے اس ناتواں بندے کے ہاتھوں پوری کرا رہا ہے۔ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيمِ ط

میں نے اس کتاب کی شروع سے آخر تک پیروی کی ہے، اور اسی کی ترتیب کو قائم رکھا ہے۔ اس کے پیرایۂ بیان اور اسلوبِ نگارش کو بھی برقرار رکھنے کی اپنی حد تک پوری کوشش کی ہے۔ پھر بھی میں اس کا بالکل پابند ہو کر نہیں رہا ہوں۔ اس لیے اسے اس کا ترجمہ یا ترجمانی بھی نہیں کہہ سکتا۔ اپنی محدود عقل و فہم کے مطابق میں نے جہاں جہاں ضرورت محسوس کی ہے، اصلاح و ترمیم اور حذف و اضافہ سے بھی کام لیا ہے۔ جو واقعات غیر اہم معلوم ہوئے یا جو اہلِ نظر کے نزدیک غیر مستند سمجھے گئے ہیں۔ میں نے انہیں حذف کر دیا۔ بعض باتیں نظر انداز ہو گئی تھیں لیکن مجھے قابلِ ذکر محسوس ہوئیں تو میں نے انہیں شامل کر دیا۔ موقع موقع سے سبق آموز پہلوؤں کو اُبھارنے کی بھی کوشش کی ہے۔ اصل کتاب میں واقعات کی تاریخوں کا اہتمام نہ تھا میں نے اس کا بھی اہتمام کیا ہے۔ کہیں اجمال کے بجائے تفصیل اور تفصیل کے بجائے اختصار سے کام لیا ہے۔ اُمید ہے کہ اس تصرف کے بعد کتاب کی افادیت کچھ اور بڑھ گئی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس ناچیز کوشش کو قبول فرمائے۔ لوگوں کو اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچے اور اس گنہگار کے حق میں رحمت و مغفرت کا بہانہ بنے۔

اس کتاب سے دوسروں کو فائدہ پہنچنے کی جو اُمید ہے وہ اپنی جگہ پر۔ اللہ تعالیٰ اسے پورا فرمائے۔ لیکن خود میری ذات کو اس کتاب کی تیاری

کے زمانے میں جو فائدے حاصل ہوئے وہ میری کوششوں کا نقد صلہ ہے جو بجائے خود کچھ کم نہیں۔

صلوٰۃ وسلام ہو اس ذات پر جس کے ذریعے میری زندگی کو روشنی ملی۔ جس کی زندگی کو پڑھ کر فکر و نظر کو گہرائی ملی، خیالات کو بلندی ملی، جذبات کو ستھرائی اور پاکیزگی ملی۔ فضائلِ اخلاق اور حُسنِ اعمال کا کامل ترین اسوۂ ملا۔ عزم و حوصلہ اور صبر و استقلال کا بلند ترین نمونہ ملا۔ سیادت و قیادت اور پیشوائی و فرماں روائی کی کامیاب ترین مثال ملی۔ اور عبدیت و بندگی کی حسین ترین تصویر ملی۔ صلوٰۃ وسلام ہو اس پر جس کا اتباع میری زندگی کا سرمایہ اور جس کی شفاعت میری آخرت کا سہارا ہے۔ جس کے فیض سے میرے قلم کو گویائی ملی۔ جس کی زندگی اور پیغام سے لوگوں کو باخبر کرنا انسانیت کی سب سے بڑی خدمت اور میری سب سے بڑی سعادت ہے۔

صلوات اللہ علیہ وسلامہ ورحمتہ وبرکاتہ۔

خاکپائے مصطفیٰؐ

محمد عنایت اللہ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؁

مقدمہ

محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم

"آپؐ کو پہلے پہل جو دیکھتا اس پر آپ کی ہیبت طاری ہو جاتی۔ آپؐ کے قریب جو رہتا، اسے آپ سے محبت ہو جاتی۔ آپؐ کے اوصاف بیان کرنے والا کہتا ہے کہ میں نے آپؐ جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ نہ آپؐ کے بعد نہ آپؐ سے پہلے —— صلی اللہ علیہ وسلم"۔

یہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تبصرہ ہے۔ یہی تاثر ایک دوسرے انداز میں عروۃ بن مسعود نے صلح حدیبیہ کے موقع پر بیان کیا تھا۔ کفارِ مکہ نے پہلے بُدَیل کو پھر مِکرز کو پھر حُلَیس کو آپؐ کے پاس نمائندہ بنا کر بھیجا۔ لیکن انہیں کسی کی نمائندگی پسند نہیں آئی۔ آخر میں انھوں نے عروۃ بن مسعود کو بھیجا۔ انھوں نے واپس آکر کہا:۔

"اے قریش کے لوگو! میں کسریٰ کے پاس اس کے دربارِ شاہی میں جا چکا ہوں۔ قیصر کے پاس اس کے دربارِ شاہی میں جا چکا ہوں، اور نجاشی کے پاس اس کے دربارِ شاہی میں جا چکا ہوں۔ اللہ کی قسم میں نے کسی بھی بادشاہ کی کسی قوم میں وہ شان نہیں دیکھی جو شانِ محمدؐ کی اس کے ساتھیوں کے

Marfat.com

درمیان دیکھی۔ سچ کہتا ہوں، میں نے ایسی قوم دیکھی ہے جو کسی صورت میں اس کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتی۔ اب تم سوچ لو!"

یہ دو شہادتیں ہیں۔ پہلی شہادت ایک بالغ نظر اور جاں نثار ساتھی کی ہے جو قبل نبوت سے لے کر آخر دم تک سفر و حضر اور خلوت و جلوت میں ہمیشہ آپؐ کے ساتھ رہا، جس کا آپؐ سے قریب ترین رشتہ تھا۔ جس کے بارے میں آپؐ نے فرمایا تھا:

اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ۔

دوسری شہادت ایک مردم شناس اور جہاندیدہ دشمن کی ہے جسے اپنی قوم میں معزز ترین مقام حاصل تھا۔ قوم کے لوگ اسے پہلوٹی کی اولاد سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ اس لیئے بجا طور پر عظمت اور محبت کی حقیقت سے بخوبی آشنا تھا۔ دوست اور دشمن دونوں اس بات پر شاہد ہیں کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ایک بارعب، دلآویز اور بے مثال شخصیت کے مالک تھے۔ چنانچہ آپ جیسا شخص کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ آپؐ کو دیکھ کر آدمی پر رعب طاری ہو جاتا تھا۔ فرشِ خاک پر بے سرو سامان ساتھیوں کے درمیان بھی آپؐ کی ہیبت و عظمت کا یہ عالم تھا کہ اس کے سامنے قیصر و کسریٰ اور نجاشی تمام جاہ و جلال اور تزک و احتشام کے ساتھ اپنے تخت و تاج میں ہیچ نظر آتے تھے۔ ساتھ ہی آپؐ کے اندر بلا کی کشش تھی جو شخص قریب سے دیکھتا آپؐ کا گرویدہ ہو جاتا۔ آپؐ کے ساتھی دل و جان سے آپ پر فدا رہتے۔

یہ محض دو آدمیوں کا احساس نہیں ہے۔ تاریخ کی بے شمار مثالیں گواہ ہیں کہ یہ ایک عام احساس تھا۔ پھر یہ احساس آپؐ کی زندگی ہی تک محدود نہیں رہا۔ چودہ صدیاں گزر جانے کے بعد بھی آج آپؐ کی سیرت

Marfat.com

پڑھنے سے ہی احساس ہوتا ہے۔ کوئی بھی انصاف پسند، دوست ہو، یا دشمن، اس سے انکار نہیں کر سکتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت کا نام اسلام ہے جس پر انسان کی فلاح و نجات کا دارومدار ہے۔ حقیقی اطاعت کی بنیاد اور روح، ہی محبت اور تعظیم ہے۔ یہ دونوں جذبات کسی کے بارے میں جتنے زیادہ ہوتے ہیں، اس کی اطاعت اتنی ہی کامل اور پائیدار ہوتی ہے، آسانی سے بے چون وچرا ہوتی ہے، ذوق و شوق سے ہوتی ہے، جوش اور ولولہ سے ہوتی ہے، اور شرف و عزت سمجھ کر ہوتی ہے، پھر آدمی اطاعت ہی پر قناعت نہیں کرتا۔ ایک قدم آگے بڑھ کر اتباع کی کوشش کرتا ہے۔ اپنے پیشوا کی ایک ایک بات، اور ایک ایک ادا کو محبت و عظمت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اپنے آپ کو اسی رنگ میں رنگنے کی فکر کرتا ہے۔ سرورِ عالم ؐ سے محبت و عقیدت اور آپ ؐ کی عظمت و برتری کے احساس کی اس کیفیت کو پیدا کرنے اور پروان چڑھانے کا واحد ذریعہ آپ ؐ کی سیرتِ پاک کا مطالعہ ہے۔ یوں کہیئے کہ آپ ؐ کے بارے میں ہم سے جس اطاعت کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ ایک سلیم الفطرت انسان کے اندر اس اطاعت کا جذبہ آپ ؐ کی سیرت کے مطالعہ سے خود بخود پیدا ہوتا ہے، پیدا کرنا نہیں پڑتا۔ یہ مطالعہ غور سے ہونا چاہیئے، اور بار بار ہونا چاہیئے کیونکہ عظمت و برتری کا احساس تو ایک بار کے مطالعہ سے بھی کسی حد تک ہو سکتا ہے لیکن محبت پیدا کرنے کے لیئے بار بار مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ جیسا کہ حضرت علی ؓ کے مذکورہ الفاظ سے بھی سمجھا جا سکتا ہے، کیونکہ آپ ؐ کے وصال کے بعد آپ ؐ سے قریب رہنے اور ملتے جلتے رہنے کی شکل یہی ہو سکتی ہے رسول اللہ کا اتباع جس سے اللہ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔

اس کا مطلب یہی ہے کہ آدمی کے سیرت و کردار میں اپنی صلاحیت اور

Marfat.com

کوشش کے مطابق رسولؐ کی شخصیت کی جھلک نظر آئے۔ اب اگر کسی کو حوصلہ ہے ایسی شخصیت کی تعمیر کا جس میں کشش اور دلآویزی ہو، عظمت اور بزرگی ہو، رعب اور دبدبہ ہو، تو اس کے لئے ضروری ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو بنیاد بنائے، اور اس کا مطالعہ کرتا رہے۔ آپؐ کی سیرت کا مطالعہ تمام سیرتوں سے بے نیاز کر سکتا ہے۔ لیکن تمام عظیم ہستیوں کی سیرت کا مطالعہ آپؐ کی سیرت سے بے نیاز نہیں کر سکتا ہے۔ لیکن تمام عظیم ہستیوں کی سیرت کا مطالعہ آپؐ کی سیرت سے بے نیاز نہیں کر سکتا۔ یہ شاعری ہے یا حقیقت؟ اس کا صحیح فیصلہ آپؐ کی سیرت کے وسیع اور گہرے مطالعہ کے بعد ہی کیا جا سکتا ہے۔ فداہ ابی و اُمّی

محمد امانت اللہ اصلاحی

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ۔

Marfat.com

محمد عربی
صلی اللہ علیہ وسلم

ہوتی ہے سحر پیدا

Marfat.com

عرب میں شرک کی ابتداء

عرب میں شرک کہاں سے آیا؟

شرک کے تدریجی مراحل

مکّہ میں سب سے پہلا بت کس طرح آیا؟

دورِ جاہلیت کے مشہور بت

سلسلۂ رسالت کی نمایاں کڑیاں

چاہِ زمزم کی دوبارہ کھدائی

عبدالمطلب کی نذر

عبداللہ کی جان بچ گئی

عبداللہ کی شادی آمنہ رضی سے

عبداللہ کی المناک موت

صبح سعادت کا طلوع

آمنہ کا لال حلیمہ رضی کی گود میں

دائی حلیمہ رضی کے گھر برکتیں ہی برکتیں

بی بی آمنہ کی وفات

آمنہ کا لال دادا کی سرپرستی میں

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دینِ ابراہیمی عرب میں زیادہ نہیں ٹھہرا۔ پورے ملک میں پھر بُت پرستی پھیل گئی۔ لوگ خُدا کے ساتھ مورتیوں کو بھی پوجنے لگے اور ان کو خُدا تک پہنچنے کا وسیلہ سمجھنے لگے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ یہ خُدا کے ساجھی اور ہمارے سفارشی ہیں۔ نیز یہی حاجت رَوا اور مشکل کُشا ہیں۔ چنانچہ وہ مصیبتوں میں انہی کو پکارتے، فریادیں بھی ان ہی سے کرتے اور مرادیں بھی ان ہی سے مانگتے۔

حضرت ابراہیمؑ تو خالص توحید کے داعی تھے اور شرک و بت پرستی سے بے زار۔ لیکن یہ لوگ ان کو بالکل بھول ہی گئے اور مورتیوں کے پجاری بن گئے۔ لیکن ایسا ایک دم نہیں ہوگیا۔ اس میں بھی ایک زمانہ لگا۔ نہ جانے کتنی صدیاں بیت گئیں، اور نہ جانے کتنی نسلیں گزر گئیں۔ تب کہیں جا کر شرک کے پیر جمے۔

یہ شرک آیا کہاں سے؟ بُت پرستی کو فروغ کیسے ہوا؟ بات یہ تھی کہ ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ سے عربوں کو بے انتہا عقیدت تھی اور کعبہ چونکہ انہی دونوں کی تعمیر تھی۔ اس لیئے ان کو کعبہ سے بھی بڑی محبت تھی۔ پھر یہ محبت اسی تک محدود نہ رہی، اس کے اردگرد جتنے پتھر تھے وہ بھی ان کے نزدیک بہت محبوب اور متبرک بن گئے۔

اب اگر وہ مکہ سے باہر جاتے، چاہے روزگار کے لیئے، چاہے کاروبار کے لیئے، تو وہاں کا ایک پتھر بھی ساتھ لے لیتے۔ ان کا خیال تھا کہ اس سے

Marfat.com

سفر میں برکت ہوگی، اور مقصد میں کامیابی۔

پھر بات یہیں تک نہ رہی۔ جو لوگ مکہ سے کچھ دور رہتے تھے، وہ بھی کعبہ کے پاس سے پتھر اٹھا کر لے گئے، اور اپنے یہاں نصب کر دیئے اور اب وہ کعبہ کی طرح ان کا طواف کرتے اور حجرِ اسود کی طرح ان کو بوسہ دیتے۔

اس طرح وہ عقیدہ جس کے خلاف ابراہیمؑ نے پیہم جہاد کیا تھا، عرب میں پھر لوٹ آیا۔

پھر ایک بات اور تھی، جس کی وجہ سے یہ عقیدہ اور تیزی سے پھیلا۔ آتش فشاں پہاڑ پھٹتے، تو لاوے کی شکل میں جو پتھر نکلتے، ان کے بارے میں تصور تھا کہ یہ ٹوٹے ہوئے تارے ہیں، جو آسمان سے زمین میں آگئے ہیں اور یہیں سے وہ پتھر مقدس سمجھے جانے لگے۔ کیونکہ بعض قومیں تاروں کی عظمت کی قائل تھیں۔ اس لیئے ان میں خلاق عالم کی قدرت کا جلوہ تھا۔ اس کی طاقت اور عظمت کا پرتو تھا۔

اِس لیئے جن پتھروں کے بارے میں انہیں گمان ہوتا کہ یہ ستاروں سے ٹوٹے ہوئے ہیں، ان کو وہ بہت متبرک سمجھتے اور ان کی بے انتہا تعظیم کرتے پھر عظمت کا یہ تصور اور آگے بڑھا، اور ان کی پوجا بھی ہونے لگی نسلوں پر نسلیں گزرتی رہیں۔ یہاں تک کہ یہ عقیدہ بالکل پختہ ہوگیا چنانچہ اب کوئی بھی پتھر مل جاتا جو خوبصورت اور سڈول ہوتا، یا جس کی ساخت میں کچھ نیاپن ہوتا، یا جو کسی مخلوق کی شکل سے مشابہ ہوتا تو اس کی عظمت ان کے دل میں بیٹھ جاتی، اور وہ اس کو پوجنے لگتے۔

پھر وہ ایک قدم اور آگے بڑھے یعنی اب وہ پتھروں کو خود تراشتے۔ خود اپنی پسند کے مجسمے بناتے اور جس بزرگ یا دیوتا سے چاہتے انہیں منسوب کر دیتے نیز جو دِل چاہتا، ان کے نام رکھ لیتے۔ پھر ان کو ایک جگہ نصب کر کے

انہیں پوجنا شروع کر دیتے۔ عقیدت و محبت میں ان پر نذرانے چڑھاتے اور ان کے نام پر منتیں مانتے۔ ان کا خیال تھا کہ اس طرح وہ دیوتا اللہ کے یہاں سفارش کریں گے۔ بگڑے ہوئے کام بھی بنا دیں گے اور آخرت میں ذریعہ نجات بھی ہوں گے۔

مکہ میں سب سے پہلے جو بُت داخل ہُوا، اور پھر صحنِ کعبہ میں نصب ہوا۔ وہ ہُبل تھا۔ اس کو لانے والا شخص عمرِو بن لُحَیّ تھا۔ یہ کہیں سفر کر رہا تھا کہ راستہ میں ایک مقام سے گزر ہُوا۔ دیکھا، لوگ مورتیاں پوج رہے ہیں۔ اس کو یہ منظر بہت بھلا معلوم ہوا۔ چنانچہ ان سے اس نے کہا کہ ایک مورتی ہمیں بھی دے دو۔ ہم اپنے یہاں لے جائیں گے اور ہم بھی اس کی پوجا کریں گے۔ اس پر لوگ بخوشی تیار ہو گئے اور وہ مورتی لے کر مکہ آگیا۔

پھر رفتہ رفتہ کعبہ میں اور مورتیاں آئیں۔ ان میں دو مشہور مورتیاں اِساف اور نائلہ بھی تھیں۔ یہ چاہِ زمزم پر نصب تھیں۔ کیونکہ اس وقت وہ بالکل پٹ چکا تھا۔ بہتیرے تو اس کے نام تک سے ناآشنا تھے۔

پھر یہی نہیں، بلکہ بیشتر قبیلوں کی اپنی اپنی مورتیاں بھی تھیں جو اِدھر اُدھر مختلف علاقوں میں نصب تھیں۔ مثلاً

عُزّٰی: یہ قریش کی سب سے بڑی مورتی تھی۔

لات: طائف میں ایک قبیلہ تھا ثقیف، یہ اس کی مورتی تھی۔

مُنات: مدینہ میں دو مشہور قبیلے تھے، اَوس اور خزرج، یہ ان کی مورتی تھی۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی مورتیاں تھیں۔

یہ وہی گھر تھا، جسے ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ نے اپنے مقدس ہاتھوں سے بنایا تھا۔ بڑی آرزوؤں اور تمناؤں سے بنایا تھا۔ جس کے بنانے

Marfat.com

میں اپنا خون پسینہ ایک کیا تھا۔ کیوں؟ صرف اس لیئے کہ یہ توحید کا مرکز بنے اور رب کا سب سے بڑا گھر بنے۔ لیکن قوم نے ساتھ نہ دیا اور یہی خانۂ خدا، بت خانہ بن گیا۔ یہی مرکزِ توحید، منبع شرک بن گیا۔ لوگوں نے ابراہیم علیہ السلام کا دیا ہوا سبق فراموش کر دیا اور اب انہیں یاد بھی نہ رہا کہ کبھی اسی گھر سے توحید کی صدا بلند ہوئی تھی۔ بلکہ اب ان کے لیئے یہ تصور کرنا بھی دشوار تھا کہ بُت پرستی کے سوا بھی کوئی سچائی ہو سکتی ہے۔ جس باپ نے بتوں کے خلاف بغاوت کر کے پوری قوم کی دشمنی مول لی تھی، اب اسی باپ کی اولاد بتوں کی پاسبان بنی ہوئی تھی۔

Marfat.com

مکہ میں نہ جانے کتنے انقلاب آئے اور گزر گئے۔ نہ جانے کتنی نسلیں آئیں اور مٹ گئیں۔ اور نہ جانے کتنی قومیں حکمراں ہوئیں، اور بے دخل ہو گئیں۔ یہاں تک کہ باگ ڈور قصیؔ کے ہاتھ میں آئی۔ یہ کلاب کے بیٹے تھے اور اسمٰعیلی خاندان سے تھے۔ قریشی رشتہ داروں اور عزیزوں نے بھی ساتھ دیا اور ہر طرح ان سے تعاون کیا۔

مکّہ میں اب تک خیمے ہی خیمے تھے۔ عمارتوں کا نام و نشان نہ تھا۔ کسی میں یہ ہمت نہ تھی کہ سرزمینِ کعبہ میں کوئی گھر تعمیر کرے یا کوئی اور عمارت بنوائے جو بیت اللہ سے اونچی ہو۔

قصیؔ پہلے شخص ہیں جنہوں نے یہ ہمت کی۔ انہوں نے ایک عمارت بنوائی اور اس کا نام "دارالندوہ" رکھا۔ وہاں وہ اشرافِ مکہ کو جمع کر کے شہری مسائل پر غور کرتے اور اہم معاملات میں ان سے مشورہ لیتے، وہیں پر مقدمات کے فیصلے بھی ہوتے اور شادی بیاہ کے مسائل بھی طے ہوتے۔

پھر قصیؔ نے قریش کو بھی عمارتیں بنانے کا حکم دیا۔ چنانچہ انہوں نے کعبہ کے آس پاس اپنے گھر تعمیر کیے۔ البتہ بیچ میں بہت کافی جگہ چھوڑ دی کہ حاجی آئیں تو طواف وغیرہ میں کوئی زحمت نہ ہو۔

قصیؔ نے اپنے دور میں بڑے بڑے کام کیے، جو ایک زمانہ تک یادگار رہے۔ مشعرِ حرام انہی کی ایجاد ہے، جس پر حج کے دنوں میں چراغ

Marfat.com

جلتے تھے انہی نے تمام قریش کو جمع کیا اور تقریر کی:-

"بھائیو! کعبہ کی زیارت کے لیئے حاجی نہ جانے کہاں کہاں سے آتے ہیں۔ سینکڑوں، ہزاروں میل کا فاصلہ طے کر کے آتے ہیں۔ بھائیو! ان کی میزبانی کرنا تمہارا فرض ہے۔"

پھر اس سلسلہ میں انہوں نے دو عہدے قائم کیئے:

۱۔ سِقَایہ: اس کا کام تھا کہ حاجی آئیں تو ان کے لیئے میٹھے پانی کا انتظام کرے۔ چاہِ زمزم پٹ چکا تھا۔ اس لیئے پانی کمیاب بھی تھا۔ بہت دُور دُور سے لانا پڑتا۔ نبیذ وغیرہ کا بھی انتظام اِس کے سپرد تھا، جو عربوں کی خاص چیز تھی۔

۲۔ رِفَادَہ: قریش نے ایک سالانہ رقم مقرر کی۔ جس سے منیٰ اور مکہ میں حاجیوں کی ضیافت کی جاتی۔ اس کے ذمہ اسی کا انتظام تھا۔

کعبہ سے متعلق متعلق بھی ایک عہدہ قائم کیا اور اس کا نام "حجابہ" رکھا۔ جو اس عہدے کا ذمہ دار ہوتا، وہی کعبہ کا کلید بردار ہوتا۔ کعبہ سے متعلق سارے کام اسی کے سپرد ہوتے۔ کوئی کعبہ کے اندر جانا چاہتا، تو پہلے اس سے اجازت لیتا۔ اس کی اجازت کے بغیر اندر جانا منع تھا۔

یہ تینوں عہدے عربوں کے نزدیک بہت محترم تھے۔ اگر کسی کو ان میں سے کوئی عہدہ مل جاتا، یا کسی عہدے میں دوسرے کا شریک ہوجاتا تو مارے خوشی کے وہ پھولا نہ سماتا۔ سمجھتا کہ گویا اسے کسی اقلیم کی بادشاہت مل گئی۔ یہی وجہ ہے کہ قصیٰ نے ان سارے عہدوں کو اپنے لیئے مخصوص رکھا۔

یہ عہدے تو حج اور کعبہ سے متعلق تھے۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی عہدے تھے، جو سب قصیٰ کے ہاتھ میں تھے۔

Marfat.com

پھر جب وہ بوڑھے ہوگئے اور ساری ذمہ داریوں کا بار اٹھانا دشوار ہوگیا تو انہوں نے یہ تینوں عہدے عَبدُالدّار کے سپرد کر دیئے۔ یہ قصیٰ کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔

بعد میں یہ عہدے عَبدُالدار سے اُن کے بیٹوں میں منتقل ہو گئے۔

قصیٰ کے ایک اور بیٹے تھے عبدِ مناف۔ چونکہ ان کی اولاد اثر و رسوخ میں عبدالدار کی اولاد سے بڑھی ہوئی تھی اِس لیئے انہوں نے فیصلہ کر لیا، چچیرے بھائیوں سے ان عہدوں کے چھیننے کا۔

چنانچہ بڑی کشمکش رہی۔ خاندان عبدالدار نے عہدے حوالے کرنے سے انکار کر دیا، اور جنگ کی تیاری شروع ہوگئی۔ لیکن پھر صلح ہوگئی، اور طے ہوا کہ یہ عہدے دونوں میں تقسیم ہو جائیں۔

تقسیم ہوئی تو آلِ مناف کے حصہ میں سِقَایہ اور رفادہ آیا۔

عبدِ مناف کے ایک بیٹے کا نام ہاشم تھا۔ یہ بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ قوم میں ہر دلعزیز تھے۔ مال و دولت سے بھی بہرہ مند تھے۔ اس لیئے یہ دونوں عہدے انہی کو ملے۔

ہاشم بہت درد مند، غریب پرور اور رحمدل انسان تھے۔ یہی وجہ ہے کہ دادا کی سنت انہوں نے بھی جاری رکھی۔ چنانچہ حاجیوں کیلئے کھانے کا انتظام کرتے۔ نہ صرف حاجیوں کے لیئے انتظام کرتے، بلکہ مکّے کے غریبوں کا بھی بہت خیال رکھتے۔ انہوں نے اہلِ مکہ کی مالی حالت بہتر بنانے کی بھی تدبیریں سوچیں، اس کا بندوبست کیا کہ سال میں دو بار تاجروں کے قافلے بیرونِ ملک جائیں اور وہاں تجارت کریں۔ چنانچہ ہر سال ایک قافلہ گرمیوں میں جاتا، اور ایک سردیوں میں۔ گرمیوں میں شام کی طرف جاتا اور سردیوں میں یمن کی طرف۔

انہی نے رومی بادشاہ سے اجازت حاصل کی کہ قریش اس کے ملک

Marfat.com

میں سامانِ تجارت لے کر جائیں، تو ان سے کوئی ٹیکس نہ لیا جائے۔ حبش کے بادشاہ نجاشی سے بھی اسی قسم کا فرمان حاصل کیا۔

عرب میں راستے غیر محفوظ تھے۔ ہر آن لٹ جانے کا خطرہ رہتا۔ ہاشم نے اس کے پیشِ نظر دورہ کیا، اور مختلف قبیلوں میں جا جا کر ان سے معاہدہ کیا کہ "قریش کا کوئی قافلہ گزرے، تو اس کو وہ نقصان نہ پہنچائیں۔ اس احسان کے بدلے میں قریشی قافلے ان قبیلوں میں خود جائیں گے۔ ان کی ضرورت کی چیزیں لے جائیں گے اور اُن سے خرید و فروخت کریں گے۔" یہی وجہ ہے کہ عرب میں غارت گری کا بازار گرم تھا، یہ قریش کا قافلہ ہمیشہ محفوظ رہا۔

اس طرح انہوں نے مختلف قبیلوں اور ملکوں سے سیاسی اور تجارتی معاہدے کیے۔ اس سے قریش بالکل مامون ہو گئے اور تجارتی میدان میں وہ خوب آگے بڑھے۔

ایک بار کا واقعہ ہے کہ مکّہ میں زبردست قحط پڑا۔ ہاشم نے اس موقع پر شوربہ میں روٹیاں چورا کیں اور لوگوں کو کھلایا۔ اس وقت سے اُن کا نام ہاشم پڑ گیا۔ کہ ہَشَمُ کے معنیٰ ہیں، چورہ کرنا، اور ہاشم کے معنیٰ ہوئے چورہ کرنے والا۔

86916

Marfat.com

ایک سال ہاشم تجارت کے لیئے شام گئے۔ ساتھ میں تاجروں کا پورا قافلہ تھا۔ پھر واپس ہوئے تو یثرب (مدینہ) سے گزر ہوا۔ قافلہ میں کچھ تاجر یثرب کے تھے۔ جن کو وہاں کی ایک عورت نے اپنا مالِ تجارت دے کر بھیجا تھا۔

قافلہ یثرب پہنچا، تو وہ عورت اپنے تاجروں کے پاس آئی اور سفر کی روداد پوچھنے لگی کہ کیا بیچا؟ اور کیا خریدا؟ باتوں سے ایسا لگتا جیسے کوئی بہت ہی ہوشیار، تجربہ کار اور "باتدبیر خاتون ہو۔ ہاشم یہ سب دیکھ رہے تھے، اور دل ہی دل میں اس کی فراست کی داد دیئے رہے تھے اسکی ذکاوت اور فطانت اور چہرے پر شرافت اور سنجیدگی کا نور دیکھ کر وہ مسحور ہو رہے تھے۔

پھر ان تاجروں سے پوچھا، یہ کون ہے؟

جواب ملا، نام اس کا سلمیٰ ہے اور باپ کا نام عمرو ہے۔ خزرج کا ایک خاندان ہے۔ بنی نجار، یہ اسی خاندان سے ہے۔

انہوں نے پوچھا، کیا یہ شادی شدہ ہے؟

جواب ملا نہیں، البتہ یہ اپنے یہاں کی بہت معزز خاتون ہے، اس لیئے چاہتی ہے کہ کوئی ایسا شوہر مل جائے، جو اس کو بالکل آزاد رکھے، اپنی آزادی کو مجروح کرنا اسے گوارا نہیں

ہاشم نے کہا، پوچھو، کیا وہ مجھے پسند کرے گی؟

Marfat.com

پوچھا گیا تو وہ فوراً تیار ہو گئی، اور وہ اسے لے کر مکہ چلے آئے۔ وہاں ایک زمانہ تک دونوں ساتھ رہتے تھے۔ پھر وہ یثرب لوٹ آئی اور وہاں اس کے ایک لڑکا ہوا، جس کا نام اس نے شیبہ رکھا۔

اس کے بعد کئی سال گزر گئے۔

پھر ایک سال گرمی تجارتی قافلہ چلا، تو ساتھ میں ہاشم بھی گئے۔ شام میں ایک مقام ہے غزہ۔ وہاں پہنچ کر وہ انتقال کر گئے۔ لہذا اب سارے عہدے مطلب کے ہاتھ میں آ گئے، کہ یہ ان کے بھائی تھے۔

شیبہ مطلب کے بھتیجے تھے۔ یہ یثرب میں ماں کے پاس رہی رہ رہے تھے۔ اب مطلب کو ان کی فکر ہوئی اور انہوں نے طے کیا کہ بھتیجے کو مکہ میں لائیں کہ یہیں ان کا ددھیال تھا۔ یہیں باپ کا پورا خاندان تھا۔ چنانچہ مطلب اس غرض سے یثرب گئے۔

بھابی سلمیٰ سے ملاقات ہوئی تو بولے:

میرا بھتیجا بڑا ہو چکا ہے۔ ہاتھ پیر مضبوط ہو چکے ہیں۔ لہذا میں چاہتا ہوں کہ اب اسے اپنے یہاں لے جاؤں۔ تمہیں معلوم ہی ہے کہ ہم قوم میں حسب نسب کے اعتبار سے نمایاں ہیں۔ وہاں وہ عزت سے رہے گا۔ یہاں تو بیچارہ پردیس میں پڑا ہے۔

سلمیٰ نے کہا، اس کی جدائی میرے لئے موت ہے، لیکن یہ بھی مجھے پسند نہیں کہ وہ اپنے بزرگوں سے جدا رہے۔ ذرا پوچھو، دیکھو خود اس کی کیا خواہش ہے؟

مطلب نے بھتیجے سے پوچھا تو جواب ملا، جب تک ماں کی اجازت نہ ہو میں کہیں نہیں جا سکتا۔

سلمیٰ نے مطلب کا اصرار دیکھا تو تیار ہو گئیں اور کلیجہ پر پتھر رکھ کر

Marfat.com

اجازت دے دی۔ چنانچہ مطلب تین دن وہاں مہمان رہے۔ پھر چوتھے دن شیبہ کو ساتھ لے کر مکہ روانہ ہو گئے۔ اس وقت شیبہ کی عمر آٹھ برس تھی۔

دونوں ایک ہی اونٹ پر سوار تھے۔ مُطّلب آگے تھے اور شیبہ پیچھے۔ مکہ میں وہ داخل ہوئے، تو لوگوں کو گمان ہوا کہ یہ مطّلب کا غلام ہے، جسے کہیں باہر سے وہ لے کر آ رہے ہیں۔ چنانچہ دیکھتے ہی انہوں نے شور مچایا:

مُطّلب غلام لائے! کیا تم نے مُطّلب کا غلام دیکھا؟ دیکھو، مطّلب کا غلام!

مطّلب نے اس طرح کی آوازیں سنیں تو بولے:

اہلِ قریش! تم بھی عجیب لوگ ہو!! یہ تو میرا بھتیجا ہے، بڑے بھائی ہاشم کا بیٹا۔ یثرب میں تھا، وہاں سے لے کر آ رہا ہوں۔

لیکن یہ نیا نام جو بے ساختہ زبانوں پر آ گیا، اصل نام پر غالب آ گیا۔ ماں نے ان کا نام شَیْبہ رکھا تھا اور وہ اسی نام سے مشہور تھے۔ لیکن اب اصل نام کسی کو یاد تک نہ رہا، اور اسی وقت سے وہ عبد المطلب (غلام مطلب) ہو گئے!

Marfat.com

مطلب کا انتقال ہوا تو عبد المطلب سمجھدار ہو چکے تھے۔ دست و بازو مضبوط ہو چکے تھے اور جسم میں توانائی آ چکی تھی، اس لئے چچا کا کام انہوں نے سنبھال لیا اور "سقایہ" اور "رفادہ" ان کے ہاتھ میں آ گیا۔

آبادی میں تو کنوئیں تھے نہیں۔ جو کچھ تھے، مکّہ کے اطراف میں تھے، اور وہ بھی اِدھر اُدھر منتشر۔ حاجیوں کے لئے پانی وہیں سے لایا جاتا اور کعبہ کے پاس کچھ حوض ہوتے، ان میں بھرا جاتا۔ حوضوں کو مستقل بھرتے رہنا، پھر آئے دن ان کی صفائی کرنا، ایک مسئلہ تھا۔ اس میں بڑی پریشانی ہوتی اور طرح طرح کی زحمتوں کا سامنا ہوتا، چنانچہ عبد المطلب بہت فکر مند ہوئے۔

چاہِ زمزم کے متعلق مشہور تھا کہ اس کا پانی شیریں اور خوش ذائقہ تھا۔ کبھی خشک بھی نہ ہوتا اور جتنی ضرورت ہوتی، حاصل ہو جاتا۔ لطف یہ کہ نہ کوئی زحمت اُٹھانی پڑتی، نہ کسی قسم کی پریشانی ہوتی۔ لہٰذا عبدُ المطلبؒ کو اس کا خیال آیا۔

چنانچہ لوگوں سے پوچھا، زمزم کو کس نے پاٹا؟ اور کیوں پاٹا؟

جواب ملا:

یہاں پہلے قبیلہ جرہُم کی حکومت تھی۔ ان کا آخری تاجدار مُضاض جرُہمی تھا۔ جب اس کی قوم بگڑ گئی، اور بناؤ سے زیادہ بگاڑ کے کام کرنے لگی تو

Marfat.com

بنو خزاعہ کو ناگوار ہوا، اور انہوں نے جرہم کو بے دخل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ اس کے لیئے انہوں نے جنگ بھی کی۔ جس میں میدان بنو خزاعہ کے ہاتھ رہا۔ لہذا اب جرہم کو یہاں سے جانا پڑا۔ جاتے وقت مُضاض سے اور کچھ تو بن نہ پڑا، البتہ کعبہ میں جو نذرانے تھے، ان کو اس نے زمزم کے اندر ڈالا، اور اوپر سے پاٹ دیا۔

یہ سُن کر عبدالمطلبؑ نے کہا اچھا، تو جب تک زمزم کی کھدائی صفائی نہ ہو جائے اور پہلے کی طرح پھر وہ رواں نہ ہو جائے، اس وقت تک میں چین سے نہیں بیٹھ سکتا۔

پھر ایک رات وہ سو رہے تھے کہ سوتے ہی میں یکایک یہ آواز سُنی:

"زمزم کی کھدائی کر"

اور پھر یہ غیبی آواز، مسلسل آتی رہی، جس سے ان کی ہمت اور بڑھی۔

چنانچہ کھدائی شروع ہو گئی لیکن یہ کوئی آسان کام نہ تھا۔ جان توڑ محنت کرنی پڑی۔ خون پسینہ ایک کر دیا، تب کہیں جاکر پانی نکلا۔

زمزم میں مضاض کی تلواریں بھی ملیں اور کعبہ کے وہ نذرانے بھی ملے۔ نذرانوں میں سونے کے دو ہرن بھی تھے۔

عبدالمطلبؑ نے تلواروں سے کعبہ کے دروازے بنوائے اور ہرنوں کو ان کے دونوں طرف رکھ دیا، کہ کعبہ کی زینت بڑھے۔

زمزم کی کھدائی میں عبدالمطلب تھک کر چور ہو گئے تھے۔ جس کا دل پر کافی اثر ہوا۔ اور تنہائی کا احساس شدت سے ستانے لگا۔ اس وقت تک ان کے ہاں صرف ایک ہی اولاد تھی۔ جس کا نام حارثؑ تھا۔ لہذا انہوں نے نذر مانی، اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

Marfat.com

"خدایا! اگر تو مجھے دس بیٹے عطاء فرمائے اور سب کے سب جوان ہو کر میرا ہاتھ بٹانے لگیں، تو ایک کو تیرے نام پر قربان کر دوں گا!"

عبدالمطلب کی یہ آرزو پوری ہوئی۔ اللہ نے ان کو دس بیٹے دیئے۔ سب پلے، بڑھے، جوان ہوئے اور ان کا ہاتھ بٹانے لگے۔

اب نذر پوری کرنے کا وقت آگیا۔ عبدالمطلب نے بیٹوں کو جمع کیا۔ اور سارا قصہ سنایا۔ بیٹے بولے:۔

"ابا جان! ہم سب دل و جان سے حاضر ہیں، جسکو چاہیں آپ قربان کر دیں۔"

باپ نے کہا:

"اچھا، تو الگ الگ تیروں پہ اپنے نام لکھ لاؤ۔"

چنانچہ سب نام لکھ لکھ کر باپ کے پاس لے گئے۔

عبدالمطلب نے ان تیروں کو لیا اور کعبہ میں آئے۔ وہاں فال نکالنے والے سے ملے، اور اس کو وہ تیر دے دیئے، کہ معلوم کرے کہ بتوں کے مہاراجہ "ہبل" کو کون پسند ہے۔

اس وقت مکہ میں رواج تھا کہ جب کوئی اہم کام درپیش ہوتا تو تیروں سے فال نکلواتے، اور اس طرح دیوتاؤں کی مرضی معلوم کرتے۔ مہنت یا پروہت تیروں کو لے جاتا اور دیوتاؤں کے سامنے ایک خاص طریقہ سے پھراتا۔ جس تیر کا منہ دیوتا کی طرف ہو جاتا، سمجھتے کہ بس یہی دیوتا کی پسند ہے اور پھر اسی کے مطابق کام کرتے۔

مہنت نے عبدالمطلب کے تیر ہبل کے پاس پھرائے تو چھوٹے بیٹے عبداللہ کے نام نکلا۔

عبداللہ عبدالمطلب کے چہیتے بیٹے تھے اور اپنے بھائیوں میں سب

Marfat.com

سے زیادہ انہیں محبوب تھے۔ لیکن وہ کیا کرتے؟ مجبور تھے، ان کو ذبح کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، کہ وہی ہُبل کو پسند تھے!

چنانچہ عبدالمطلبؓ نے بیٹے کا ہاتھ پکڑا، اور انہیں لے کر زمزم کے پاس آئے کہ وہیں قربان گاہ تھی۔ جس کو جو کچھ بھی کرنا ہوتا۔ وہیں لا کر کرتا۔ اِساف اور نائلہ کے حضور......! کہ یہ ان کے دو بڑے دیوتا تھے۔

یہ خبر لوگوں کے دلوں پر بجلی بن کر گری، اور جنگل کی آگ کی طرح سارے شہر میں پھیل گئی۔ جو جس حال میں تھا۔ عبدالمطلبؓ کی طرف دوڑ پڑا، اور آناً فاناً سارے لوگ اکٹھا ہو گئے۔ جسے دیکھئے، اس کی زبان پر یہی تھا:

"نہیں، نہیں، عبدالمطلب! اسے ہرگز ذبح نہ کیجئے۔"

عبدالمطلبؓ عجیب کش مکش میں پڑ گئے۔ بولے میں تو نذر مان چکا ہوں نذر پوری کرنا ضروری ہے۔ آخر میں کروں تو کیا کروں؟

جواب ملا:

"اگر مال فدیہ بن سکے، تو ہم راضی ہیں۔ اونٹ ذبح کرنے سے کام بن جائے، تو اس کے لیئے بھی تیار ہیں۔"

چنانچہ لوگ بہت دیر تک سوچتے رہے اور آپس میں مشورہ کرتے رہے کہ کیا کریں؟ پھر طے ہوا کہ یثرب کے اطراف میں ایک نجومی عورت ہے، گتھیاں سلجھانے میں ماہر ہے۔ چل کر اس سے پوچھا جائے۔

لوگ گئے۔ اس عورت سے ملے اور اس کو سارا حال بتایا۔ سب کچھ سُن لینے کے بعد اس نے پوچھا:

"کسی قیدی کو چھڑانا ہو، یا کسی مجرم کی جان بچانی ہو، تو کتنا فدیہ دیتے ہو؟"

Marfat.com

لوگوں نے کہا:

"دس اونٹ۔"

عورت نے کہا:

"دس اونٹ اور عبداللہ کے نام کا قرعہ ڈالو، اگر اونٹوں کے نام قرعہ نکل آئے تو بہتر ہے۔ ورنہ بیس اونٹ کر دو۔ اگر پھر بھی عبداللہ کا نام نکلے، تو دس اور بڑھا دو۔ اسی طرح دس، دس بڑھاتے رہو۔ یہاں تک کہ تمہارا رب راضی ہو جائے۔"

لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ دس اونٹ اور عبداللہ کے نام کا قرعہ ڈالا۔ تو عبداللہ کا نام نکلا۔ دس بڑھا دیئے، پھر عبداللہ کا نام نکلا۔ دس مزید بڑھا دیئے۔ پھر بھی عبداللہ ہی کا نام نکلا۔ لوگ اسی طرح دس دس بڑھاتے رہے، اور عبداللہ ہی کا نام نکلتا رہا۔ ادھر عبد المطلب کھڑے عاجزی کے ساتھ دعا میں مصروف تھے۔ "خدایا! فدیہ کو قبول کرلے۔ خدایا! عبداللہ کی جان بچالے۔ جب بڑھتے بڑھتے سو اونٹ ہو گئے۔ تو قرعہ اونٹوں کے نام نکل آیا۔ اب کیا تھا لوگ خوشی سے اچھل پڑے۔ عبد المطلب کو ہر طرف سے مبارک باد دی جانے لگی۔

"مبارک ہو، عبد المطلب! اللہ نے بیٹے کا فدیہ قبول کر لیا۔"

لیکن عبد المطلب ابھی مطمئن نہ ہوئے اور دوبارہ قرعہ ڈلوا دیا، کہ کوئی شبہ نہ رہ جائے۔ خدا کی مرضی کیا ہے؟ صاف صاف معلوم ہو جائے۔ پھر جب پوری طرح اطمینان ہو گیا، تو اونٹ ذبح کیئے گئے، اور وہیں چھوڑ دیئے گئے، کہ جو چاہے، ان سے فائدہ اٹھائے۔

Marfat.com

عبداللہ کو خداداد حُسن مِلا تھا۔ اُٹھتی ہوئی جوانی تھی، جو حُسن کو دوبالا کر رہی تھی۔ چہرہ کیا تھا، چاند کا ٹکڑا تھا۔ ہر دیکھنے والی آنکھ ان پر فدا تھی اور بہتیری عورتیں ان سے شادی کی آرزومند تھیں۔

"نذر" والا واقعہ ہوا، تو گھر گھر اِس کا چرچا ہوگیا۔ اس سے ان کی عظمت اور بڑھ گئی اور سب دل و جان سے انہیں چاہنے لگے۔

چنانچہ بہت سی عورتوں نے نکاح کی خواہش کی، اور کوشش بھی کی!

لیکن یہ شرف سب کو کیسے مِلتا! کہ وہ ایک ہی قسمت میں تھا۔

اُن کے بیٹے کی ماں کون ہوگی؟ یہ بھی خُدا کے یہاں طے تھا!

اُن کی شادی آمنہ رضؓ سے ہوئی، جو قریش کی سب سے معزز خاتون تھیں، اور بنی زہرہ کے سردار کی بیٹی تھیں۔

باپ نے بیٹے کی طرف سے نکاح کا پیغام دیا۔ آمنہ رضؓ کے گھر والوں نے اسے باعثِ شرف سمجھا اور خوشی خوشی تیار ہوگئے۔ پھر چٹ پٹ شادی ہوگئی۔ دستور تھا کہ دولہا شادی کے بعد تین دن سُسرال میں رہتا عبداللہ بھی تین دن سُسرال میں رہے۔ پھر گھر چلے آئے۔ ساتھ میں دلہن بھی آئی۔ اس وقت عبداللہ کی عمر تقریباً سترہ سال تھی۔

شادی کو ابھی کچھ ہی دن ہوئے تھے، تاجروں کا ایک کارواں شام جا رہا تھا۔ اس کے ساتھ عبداللہ بھی ہولیے۔ پھر واپسی میں مدینہ

Marfat.com

سے گزرے۔ یہاں ان کے باپ کا ننھیال تھا۔ تھکے تو تھے ہی، دم لینے کے لیئے ٹھہر گئے۔ اتفاق سے بیمار پڑ گئے۔ ساتھیوں نے انہیں وہیں چھوڑ دیا اور مکہ کا رُخ کیا۔ وہاں پہنچ کر باپ کو بیماری کی خبر دی!

عبدالمطلبؓ نے بیماری کا حال سنا، تو فوراً بڑے بیٹے حارثؓ کو مدینہ دوڑایا کہ وہاں جاکر بھائی کی تیمارداری کریں اور جب وہ اچھے ہو جائیں تو اپنے ساتھ لے کر آئیں۔

لیکن افسوس .... ! حارثؓ نے اپنے بھائی عبداللہ کو نہ دیکھا۔ وہ انہیں اپنے ساتھ مکہ نہ لائے، کہ باپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں دُلہن کے دِل کو قرار آتا، اور قوم کی تسکین کا سامان ہوتا! کیا کرتے؟ قسمتؔ ہی میں نہ تھا۔

کچھ دن پہلے ہی عبداللہ کا انتقال ہو چکا تھا، اور جسم سپردِ خاک ہو چکا تھا۔ باپ سے دُور! دُلہن سے دُور! قوم سے دُور! دُور، بہت دُور!! حارثؓ واپس آئے تو عبداللہ کے بجائے عبداللہ کی موت کی خبر لائے۔

کِسے معلوم تھا کہ شام کا یہ سفر، سفرِ آخرت بننے والا ہے اور جہاں عبداللہ کی جان بچانے کی تدبیر کا سراغ لگا تھا، وہیں اللہ کا فرشتہ پروانۂ موت لے کر اترنے والا ہے۔ مدینہ جہاں سے لوگ کل عبداللہ کی نئی زندگی کا پیغام لے کر آئے تھے۔ آج وہیں سے عبداللہ کی وفات کی حسرت ناک خبر آ رہی ہے۔

خبر بڑی دردناک تھی۔ نوجوان کی موت! وہ عبداللہ جیسے نوجوان کی!! جس نے سُنا تڑپ اُٹھا۔ عبداللہ نے نئی زندگی پائی تھی۔ ان کی جان بچنے پر سب کو غیر معمولی خوشی تھی۔ اچانک موت کی خبر سن کر لوگوں کو غیر معمولی رنج ہوا۔ ساری قوم سوگوار تھی۔ ہر طرف اداسی چھائی ہوئی تھی۔

Marfat.com

بوڑھے باپ پر تو رنج و غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ صدمہ سے دِل پاش پاش ہو گیا۔ عبداللہ کی موت پر صبر آئے تو کیسے؟

اور آمنہ رض کا تو سہاگ ہی اجڑ گیا۔ دل کی دنیا ویران ہو گئی۔ سارے ارمان حسرتوں میں تبدیل ہو گئے۔ کتنی امیدیں تھیں، جو خاک میں مل گئیں، کتنے حسین خواب تھے، جو شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے۔ کتنی آرزوئیں اور تمنائیں تھیں جو سینے ہی میں دفن ہو کے رہ گئیں۔ کل جو خاتون، قریش کی نازنینوں کی نگاہ میں قابلِ رشک بنی ہوئی تھی، آج اس کی حالت قابلِ رحم تھی۔ جو سَر، دوسرے سروں کے درمیان شرف و عزت سے اونچا ہو رہا تھا، آج وہ رنج و غم سے وبالِ دوش بنا ہوا تھا۔

عبداللہ کا انتقال ہوا، تو آمنہ رض اُمید سے تھیں۔

اللہ کی قدرت! کچھ ہی پہلے ہُبَل دیوتا عبداللہ کی جان لینے پر تلے ہوئے تھے۔ مگر اللہ نے انہیں بھینٹ چڑھنے سے بچا لیا۔ اُس وقت تک ان کے پاس اللہ کی ایک عظیم امانت تھی۔ انسانیت کی سب سے بیش قیمت متاع تھی۔ جب تک وہ کسی اور کے سپرد نہ ہو جائے، ناممکن تھا کہ عبداللہ اِس دنیا سے چلے جائیں۔ اَب وہ امانت آمنہ رض کو سونپی جا چکی تھی۔ عبداللہ سے اللہ کو جو کام لینا منظور تھا، وہ پورا ہو گیا، تو اللہ نے انہیں اٹھا لیا۔ اب کوئی فدیہ کام نہیں آ سکتا تھا۔ تقدیر کا فیصلہ اٹل تھا۔

Marfat.com

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل اور نویدِ مسیحا!

دوشنبہ کا دن تھا اور ربیع الاول کی بارہ تاریخ تھی کہ آمنہ کے یہاں ولادت ہوئی۔

نومولود بچہ بہت ہی خوبصورت تھا۔ چاند بھی اس کے سامنے پھیکا تھا۔

آمنہؓ نے اپنے خسر عبدالمطلب کو خبر کی کہ آکر پوتے کو دیکھ لیں۔

عبدالمطلب دوڑے ہوئے آئے اور نظر پڑتے ہی کھل اُٹھے کہ ایک تو لڑکا تھا، اور وہ بھی عبداللہ کا۔

وہ خوشی سے نہال ہو گئے۔ چنانچہ بچہ کو گود میں لیا۔ سینہ سے لگایا۔ ماتھے پر بوسہ دیا۔ پھر اسے لیئے ہوئے کعبہ پہنچے اور اس کا طواف کیا اور بچہ کا نام محمدؐ رکھا۔

محمدؐ کے معنی ہیں، ہر لحاظ سے قابلِ تعریف۔ وہ جسے سب پسند کریں سب اچھا کہیں۔

پھر ولادت کے ساتویں دن عبدالمطلب نے اونٹ ذبح کرایا، اور قریش کی دعوت کی۔ لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے، تو کسی نے پوچھا:

عبدالمطلب! کیا وجہ ہے کہ آپ نے پوتے کا نام محمدؐ رکھا؟ خاندانی نام کیوں نہیں رکھا؟

عبدالمطلب بولے:

Marfat.com

میں نے چاہا کہ آسمان پر بھی اس کی تعریف ہو، اور زمین پر بھی خالق کو بھی وہ پیارا ہو، اور خلقت کو بھی۔

قریش میں اونچے گھرانوں کی عورتیں اپنے بچوں کو دودھ خود نہیں پلاتی تھیں، دیہاتوں سے دائیوں کی ٹولیاں آتیں۔ وہ بچوں کو اپنے یہاں لے جاتیں۔ اُن کو دودھ پلاتیں۔ ان کی پرورش و پرداخت کرتیں۔ پھر جب وہ بڑے ہو جاتے تو واپس کر جاتیں اور دوسرے بچے لے جاتیں۔ اس سے بچے خوب تندرست رہتے اور فصیح عربی بھی سیکھ لیتے۔ مگر دائیوں کے آنے کے موسم متعین تھے۔ محمدؐ کی ولادت ہوئی، تو اسوقت کوئی دائی نہ ملی۔ عبداللہ کا بھائی تھا ابولہبؔ۔ اِس کے ایک باندی تھی ثوَیبہ۔ دو تین دن آمنہ نے خود دودھ پلایا۔ پھر بچہ کو ثوَیبَہ کے حوالہ کردیا۔ کہ جب تک کوئی دائی نہ ملے، اس کو وہ دودھ پلائے۔

ثوَیبہ نے بس کچھ ہی دن دودھ پلایا تھا، کہ قبیلہ بنی سعد کی دائیاں آگئیں۔

دائیاں بچے تلاش کرنے لگیں۔ وہ گھروں میں جاتیں۔ ماؤں کو اپنی خدمات پیش کرتیں۔ مائیں جس کو پسند کرتیں، اپنا بچہ اسکے حوالہ کردیتیں۔

ساری ماؤں نے دائیاں چن لیں، اور ساری دائیوں کی گودیں بھر گئیں۔ ہاں صرف ایک دائی رہ گئی۔ اس کو کسی نے پوچھا۔ اِس لئے کہ وہ ذرا کمزور اور لاغر تھی۔ مفلسی کا بھی شکار تھی۔ یہ تھی اُبوذوَیبؔ۔ کی بیٹی حلیمہ۔

اور بچہ بھی صرف ایک ہی رہ گیا کہ دائیاں اس سے دُور ہی دُور رہیں اور کوئی اسے لینے کے لئے تیار نہ تھی۔ وہ بچہ تھا عبداللہ کا بیٹا محمدؐ۔ دائیوں نے سُنا کہ محمدؐ یتیم ہے۔ باپ کے سایہ سے محروم ہے۔

Marfat.com

اس لیئے انہوں نے اس کی طرف توجہ نہ کی۔ انہوں نے اس کی پرورش کو حقیر جانا، اور اس کو دودھ پلانا بے سود سمجھا۔ وہ بولیں، اس یتیم کو لے کر کیا کریں! اس کا دادا، ہمیں کیا دے گا؟ ماں سے بھی کیا مل جائے گا؟

اب واپسی کا وقت آگیا، اور دائیوں نے گھر لوٹنے کا ارادہ کیا، ہر ایک خوش تھی کہ اس کی گود میں بچہ تھا۔

حلیمہ کا شوہر بھی ساتھ تھا۔ حلیمہ نے اس سے کہا۔

بخدا، مجھے شرم آتی ہے کہ ساری سہیلیوں کی گودیں بھری ہوں اور ایک میری ہی گود خالی رہے۔ میں تو جاتی ہوں۔ اسی یتیم کو لیئے لیتی ہوں۔ خالی ہاتھ لوٹنے سے یتیم کو لے جانا بہر حال بہتر ہے۔

شوہر نے کہا،

جاؤ، لے آؤ، کیا ہرج ہے؟ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اِسی میں برکت دے۔

چنانچہ حلیمہ بچہ کو لینے کے لیئے آمنہ کے پاس پہنچیں۔

آمنہ کو ملال تھا کہ اُن کے لال کو کسی نے نہ پوچھا۔ سہیلیوں کے بچے ہاتھوں ہاتھ لیئے۔ پر ان کے جگر پارہ کو لینا گوارا نہ کیا۔ حلیمہ نے بچہ کو لیا تو آمنہ کا بجھا ہوا چہرہ بھی خوشی سے دمک اُٹھا۔

حلیمہ نے محمدؐ کو چھاتی سے لگایا، اور منہ میں سوکھی پستان دے دی جس میں دودھ برائے نام ہی تھا۔

لیکن ......! حلیمہ کی حیرت کی انتہا نہ رہی!! پستان منہ میں دیتے ہی انہیں ایسا معلوم ہوا، جیسے دودھ کی سوتیں جاری ہو گئیں۔ یکایک چھاتی بھر گئی۔ بچہ دودھ پی رہا تھا اور دودھ اس کے منہ سے ٹپکا پڑ رہا تھا۔

Marfat.com

محمدؐ سیر ہو چکے، تو حلیمہ کے بچے نے بھی جی بھر کر پیا۔ حالانکہ اس سے پہلے تنہا اِسی کے لیئے دودھ ناکافی ہوتا تھا۔ پیتا، لیکن کبھی سیر ہونے کی نوبت نہ آتی۔ چھاتی چوستا اور چوس کے رہ جاتا۔

حلیمہ کی ایک اونٹنی تھی۔ دُبلی پتلی، بالکل مَریل، بھوک لگی، تو شوہر اسے دوہنے اٹھے۔ آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ وہ تھن جو ہمیشہ سوکھا رہتا۔ آج بالکل بھرا ہوا تھا۔ اور دودھ خود بخود ٹپکا پڑ رہا تھا۔ شوہر نے خود بھی پیا، بیوی کو بھی پلایا۔ دونوں نے جی بھر کر پیا۔

رات ہوئی تو دونوں نے بچوں کو پہلو میں سلا لیا۔ پھر خود بھی سو رہے نیند اتنے آرام اور چین کی تھی کہ بالکل ہی بے خبر ہو گئے۔

پھر صبح ہوئی، تو شوہر بولا:

حلیمہ! کیا خیال ہے؟؟ بخدا بہت مبارک بچہ پاگئیں تم۔

حلیمہ بولیں:

بخدا میرا بھی یہی خیال ہے۔

پھر دائیوں کا قافلہ گھروں کو لوٹا۔ حلیمہ کی گدھیا آگے آگے تھی، اور مستانہ وار بڑھ رہی تھی۔ سہیلیوں نے یہ دیکھا تو آواز دی:

واہ ری، اُبُوذُوَیب کی بیٹی!! ذرا ٹھہرو نا۔ ہمیں بھی تو آلینے دو۔ ارے، یہ وہی گدھیا تو ہے، جس پر تم آئی تھیں۔ یہ تو راستہ میں رُک رُک جاتی تھی۔ باربار تم پیچھے ہو جاتی تھیں!!!

حلیمہ نے کہا:

ہاں، ہاں، بخدا یہ وہی ہے!

سہیلیاں بولیں:

بخدا یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔

Marfat.com

اب حلیمہ کے یہاں برکتوں کی بارش ہونے لگی۔ ہر ہر چیز میں برکت ظاہر ہو رہی تھی۔

جانور موٹے ہو گئے۔ دودھ سے تھن پھول آئے۔ ہر طرف برکت ہی برکت تھی۔

رفتہ رفتہ دو سال گزر گئے۔ آمنہ کا لال حلیمہ کا دودھ پیتا۔ حلیمہ کی ایک بیٹی تھی شیما، اس کی گودیوں میں ہمکتا۔ صحرا کی کھلی فضا ہوتی اور دیہات کی سادہ زندگی۔ جسم تیزی سے بڑھا۔ ہاتھ پیر میں طاقت آگئی۔ اور بچہ خوب تندرست ہو گیا۔

شیر خواری کے دن پورے ہو گئے۔ اب وقت آیا کہ بچہ پھر ماں کی گود میں جائے اور اس کے گھر کی رونق بنے۔

لیکن کیا حلیمہ اس بچہ کو جدا کر دیں؟ ایسے بچے کو جو اُن کے لیئے سراپا برکت تھا۔ مجسم رحمت تھا۔ باعثِ راحت تھا اور موجبِ سعادت تھا۔ کسی طرح بھی طبیعت اس کو چھوڑنے پر تیار نہ تھی۔ تمنا تھی کہ کچھ دنوں وہ ساتھ رہے، کہ برکتوں کا سلسلہ تادیر قائم رہے۔

وہ بچہ کو لے کر ماں کے گھر کی طرف چلیں۔ لیکن ارادہ تھا کہ اُن سے گزارش کریں گی کہ بچہ کو کچھ دن اور ساتھ رکھنے کی اجازت دے دیں!

چنانچہ وہ آمنہ کے پاس آئیں اور بولیں:

مجھے اندیشہ ہے کہ اگر محمدؐ ابھی سے مکہ میں رہ گیا، تو کہیں یہاں کی آب و ہوا سے کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ کیوں نہ آپ کچھ دن اور ہمارے

Marfat.com

یہاں رہنے دیں۔ ذرا اور بڑا ہو جائے، پھر آجائے گا۔

اِس طرح حلیمہ آمنہ سے ضد کرتی رہیں۔ پیہم اصرار کرتی رہیں۔ طرح طرح سے مناتی رہیں۔ مکہ کی آب و ہوا سے ڈراتی رہیں۔ یہاں تک کہ وہ تیّار ہوگئیں۔

اب کیا تھا، حلیمہ کا دل خوشی سے باغ باغ ہوگیا۔ آنکھیں چمک اٹھیں، اور چہرہ دمک اُٹھا اور وہ محمدؐ کو لے کر پھر اپنے گھر آگئیں۔

محمدؐ پھر اسی صحرا میں آ گئے۔ اب پھر وہی کھُلی فضا تھی۔ ریت کے ٹیلے تھے۔ چکنے چکنے پتھر تھے۔ وہی ساتھی اور وہی ہجولی تھے۔ محمدؐ پھر اسی طرح پتھروں سے کھیلتے۔ ریت پر اُچھلتے، اور بچوں کے ساتھ اِدھر سے اُدھر دوڑتے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اب پانچ سال کے ہوگئے۔

حَلیمہ سے جدائی کی ساعت پھر آن پہنچی۔

محمدؐ سے حلیمہ کو بے حد محبت تھی۔ وہ سچ مچ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھے۔ ان کے دِل کا سکوُن تھے۔ محمدؐ کو بھی حَلیمہ سے بے انتہا محبت تھی۔ نبوّت ملنے کے بعد بھی جب وہ آپؐ کے پاس آئیں، تو آپؐ "میری ماں، میری ماں" کہہ کر لپٹ گئے۔ حلیمہ کے لیۓ محمدؐ کی جُدائی سوہانِ رُوح تھی لیکن کرتیں کیا؟ کہ اب گھر پہنچانا ضروری تھا، مزید روکنا ممکن نہ تھا۔

پھر ایک وجہ اور بھی ہوئی۔ جس کی وجہ سے حَلیمہ نے اور جلدی کی۔

ایک روز وہ بیٹھی ہوئی تھیں، اور ساتھ میں محمدؐ بھی تھے کہ اتنے میں حبشہ کے کچھُ عیسائیوں کا گزر ہوا۔ بچہ پر نظر پڑتے ہی وہ ٹھہر گئے۔ قریب آئے اور اُسے بڑے غور سے دیکھنے لگے۔ ایک ایک چیز کا جائزہ

Marfat.com

لینے لگے۔ حلیمہ سے پوچھا بھی،

کیسا بچہ ہے یہ ؟

پھر وہ آپس میں باتیں کرنے لگے۔

اس بچہ کو لے لیں — اس کو اپنے یہاں لے چلیں گے۔ یہ بچہ ایک عظیم انسان ہوگا۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ کیا بنے گا!

حلیمہ ان کا مطلب سمجھ گئیں۔ اُن کے ارادوں کو بھانپ گئیں۔ ان کی سازشوں سے گھبرا اُٹھیں۔ ڈریں کہ کہیں سچ مچ وہ اسے چھین نہ لیں۔ موقع پاکر اُچک نہ لیں۔ یا کوئی آزار نہ پہنچا دیں۔ چنانچہ وہ نظر بچا کر بھاگ کھڑی ہوئیں، اور بچہ کو لے کر غائب ہوگئیں۔ حالانکہ انھیں اُمید نہ تھی کہ اس طرح وہ بھاگ سکیں گی، اور بچہ کو ان سے بچا سکیں گی۔

پھر جتنی جلدی ممکن تھا، وہ آمنہ رضؓ کے پاس پہنچیں اور ان کی امانت اُن کے حوالہ کی۔ تب کہیں جاکر اطمینان کا سانس لیا۔

Marfat.com

اَبؐ ماں کی مامتا تھی، اور دادا کی سرپرستی۔ دونوں محمدؐ سے بہت پیار کرتے۔ ہمیشہ اپنی نظروں کے سامنے رکھتے اور ہر طرح سے آپؐ کا خیال رکھتے۔ آپؐ چھ برس کے ہوگئے، تو ماں کا دل چاہا کہ چل کر شوہر کی قبر دیکھیں۔ چنانچہ وہ مدینہ کے لیئے روانہ ہوگئیں۔ اور محمدؐ کو بھی لیتی گئیں۔ شوہر کی ایک باندی تھی اُمِّ ایمَن، وہ بھی سفر میں ساتھ تھیں۔ وہاں ایک مشہور خاندان تھا بنی نجّار۔ محمدؐ کے دادا کی ننھیال اسی خاندان میں تھی، اس لیئے بی بی آمنہؓ جاکر وہیں ٹھہریں۔

بی بی آمنہؓ مدینہ پہنچیں، تو پیارے بیٹے کو وہ گھر دکھایا، جہاں اس کے پیارے باپ نے وفات پائی تھی۔ وہ جگہ بھی دکھائی جہاں وہ ہمیشہ کی نیند سو رہے تھے۔

آج پہلا دن تھا کہ اس معصوم بچّہ نے یتیمی کا مفہوم سمجھا۔ آج پہلا موقع تھا کہ اس کے شیشۂ دل پر رنج و غم کا عکس پڑا۔

وہاں ایک مہینہ گزار کر بی بی آمنہ نے گھر لوٹنے کا ارادہ کیا اور محمدؐ کو لے کر مکہ کے لیئے روانہ ہوگئیں۔

شوہر کی طرح بی بی آمنہؓ بھی بیمار پڑگئیں۔ جُحفہ سے ۲۳ میل پر ایک گاؤں ہے اَبْواء۔ وہاں پہنچیں تو حالت نازک ہوگئی، اور پھر سنبھل نہ سکیں۔ وفات پاگئیں، اور وہیں دفن ہوئیں۔ عبداللہ کی وفات بھی تو پردیس میں ہوئی تھی! اور دفن بھی اسی طرح ہوئے تھے۔ قوم و وطن سے بہت دُور!

Marfat.com

اللہ آپؐ کا ولی و کارساز ہے اے محمدؐ ....!

آپؐ یتیم تھے۔ باپ کے سایہ سے محروم تھے۔ ابھی اس یتیمی کا شعور ہوا ہی تھا کہ ماں بھی داغِ مفارقت دے گئیں ......! باپ کی قبر دیکھی ہی تھی کہ ماں کی قبر تیار ہو گئی۔

اَب آپؐ تنہا رہ گئے۔ ماں ساتھ تھیں، تب بھی آپؐ کو یتیمی کا ملال تھا۔ بھلا دِل پر کیا بیتی ہوگی جبکہ یہ سہارا بھی ٹوٹ گیا....؟! ایک سے بڑھ کر دوسرا!

اُمِّ اَیمنؓ نے آپؐ کو اپنی حفاظت میں لے لیا اور بڑے پیار سے گھر لائیں۔ مکّہ پہنچے تو آپؐ بلک بلک کر رو رہے تھے۔ آج آمنہ کے لال کی حالت دیکھی نہیں جاتی تھی۔

اس حادثہ کا عبدالمطلب پر بڑا اثر ہوا اور محمدؐ کے لیے ان کے سینہ میں ماں کی محبت اور باپ کی شفقت اُبل پڑی۔ اب وہ آپؐ پر بے انتہا مہربان ہو گئے۔ پہلے سے زیادہ ماننے لگے۔ بڑی محبت سے پیش آتے۔ لطف و کرم کی بارش کرتے۔ ہر آن آپؐ کا خیال رکھتے۔ ہر طرح سے دِلجوئی فرماتے۔ اپنی ذات اور اپنی اولاد سے بڑھ کر آپؐ کی فکر رکھتے۔

عبدالمطلب قریش کے سردار تھے۔ کعبہ کے زیرِ سایہ اپنی گدی پر بیٹھتے تو بیٹے ادب و احترام میں گدی سے ذرا دُور بیٹھے ہوتے۔ لیکن محمدؐ آجاتے، تو عبدالمطلب انہیں اپنے پاس بُلاتے، اپنی گدی پر بٹھاتے، اور پیار سے پیٹھ سہلاتے۔ لیکن افسوس! عبدالمطلب بھی زیادہ نہ ٹھہرے۔ محمدؐ ابھی آٹھ سال کے ہوئے تھے کہ دادا بھی چل بسے۔ دادا کی موت پر آپؐ کے دِل کو سخت صدمہ پہنچا۔ ویسا ہی صدمہ جیسا اس سے پہلے ماں باپ کی موت پر ہوا تھا۔

Marfat.com

نہیں، دادا کا غم ماں باپ سے بھی سوا تھا۔ اَب آپؐ کچھ سمجھدار ہو چکے تھے۔ شعور بیدار ہو رہا تھا۔ جذبات و احساسات میں وسعت اور گہرائی آ رہی تھی۔ لطف و محبت کی حقیقت کو آپؐ سمجھنے لگے تھے۔ نوازش و کرم کی قدر و قیمت پہچاننے لگے تھے۔ اِس لیۓ محرومی کا احساس بھی اتنا ہی شدید تھا۔ اِس کے چھن جانے کا غم بھی اتنا ہی گہرا تھا۔

آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ دِل دَرد و غم سے چور تھا۔ خود تڑپ رہے تھے، اوروں کو تڑپا رہے تھے۔ یہاں تک کہ دادا کا جسم — آہ!..... پیارے دادا کا جسم قبر کی بھیانک کوٹھڑی میں چھپ گیا، اور پھر ہمیشہ کے لیۓ اوجھل ہو گیا!

Marfat.com

رَسُولِ اِکرَم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۂِ وَسَلَّم کَا

سِلسلۂ نسب

سَیِّدُنَا اَبُوالْقَاسِم

محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و

سلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب

بن ھاشم بن عبد مناف بن قصّی

بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن

غالب بن فہر (قریش) بن مالک بن نضر

بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ

بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد

بن عدنان۔

Marfat.com

محمدؐ عربی
صلی اللہ علیہ وسلم

کرنیں اُبھرتی ہیں

Marfat.com

عبدالمطلب کی وفات، ابو طالب کی سرپرستی۔
شام کا پہلا سفر۔
محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دلچسپیاں۔
شام کا دوسرا سفر۔
بی بی خدیجہ رضؓ سے عقد۔
حلیۂ مبارکؐ۔
خدیجہ رضؓ کے ساتھ آپؐ کا رہن سہن۔
کعبہ کی نئی تعمیر۔
غیبی امداد۔
قریش تباہی کے دہانے پر۔
امینِ قریش کا مثالی کردار۔

Marfat.com

اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی، وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی۔ (الضحیٰ: ۷)

"(محمدؐ) کیا ایسا نہیں کہ اُس (اللہ) نے تم کو یتیم پایا، تو ٹھکانا عطا فرمایا، اور (راہِ حق سے) بے خبر پایا تو سیدھا راستہ دکھایا؟"

بے شک! ایسا ہی ہے!

ماں باپ کی آنکھیں بند ہوئیں تو محمدؐ اللہ کی رحمتوں سے محروم نہ ہو گئے۔ یہ اسی کا فضل و کرم تھا کہ آپؐ کو ایسے دادا ملے جو آپؐ پر ماں باپ کی طرح مہربان تھے۔ پھر ایسے چچا ملے، جنہوں نے کبھی یتیمی کا احساس تک نہ ہونے دیا۔

دادا عبدالمطلب کا انتقال ہوا تو ابو طالب نے آپؐ کو اپنے سایۂ عاطفت میں لے لیا۔ یہ عبدالمطلب کے بیٹے تھے۔ اور آپؐ کے چچا ہوتے تھے۔ باپ نے اپنی موت سے پہلے ان کو آپؐ کا سرپرست بنا دیا تھا اور وصیت کر گئے تھے، کہ "محمدؐ کا خیال رکھنا، اور ان کی خیرخواہی میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھنا۔"

عبدالمطلب کی کئی بیویاں تھیں۔ ان بیویوں سے دس بیٹے تھے۔ ابو طالب نہ تو بھائیوں میں سب سے بڑے تھے، اور نہ سب سے زیادہ مالدار ہی تھے البتہ سب سے زیادہ باہمت تھے۔ شرافت میں بھی سب سے بڑھ کر تھے۔ طبیعت کے بہت ہی نیک تھے۔ پھر آپؐ کے والد عبداللہ

Marfat.com

اور دو سگے بھائی تھے۔ بقیہ بھائی دوسری بیویوں سے تھے، اس لئے کوئی تعجب کی بات نہیں، اگر باپ نے یہ ذمہ داری اُن پر ڈالی، اور انہیں یہ وصیت کر گئے۔

عبدالمطلب کی طرح ابُوطالب بھی بھتیجے کو مانتے۔ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے۔ سوتے تو ساتھ لے کر سوتے، کہیں جاتے تو ساتھ لے کر جاتے۔ آپؐ کے آگے نہ ان کو اپنی جان کی فکر ہوتی، نہ اپنے بچوں کی۔ ان کو آپؐ سے اس قدر محبت کیوں تھی؟ آپؐ دن رات ان کی نگاہوں کے سامنے رہتے۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ آپؐ کے اندر سچائی اور ایمانداری ہے۔ شرافت اور پاکبازی ہے۔ بات بات سے ذہانت کا ثبوت ملتا ہے۔ ایک ایک چیز سعادت مندی اور خوش بختی کا پتہ دیتی ہے۔

چچا کی سرپرستی میں چار سال گزر گئے۔ جسم پروان چڑھتا رہا۔ عقل کا دائرہ وسیع ہوتا رہا، اور فطری صلاحیتیں اُبھرتی رہیں۔

بارہ سال کے ہوئے تو جسم میں کافی مضبوطی اور توانائی آ چکی تھی۔ عقل میں غیر معمولی گہرائی تھی۔ ذہانت بلا کی تھی۔ رُوح میں بے پناہ عظمت و بلندی تھی۔ وسعت و ہمہ گیری تھی۔ احساس و شعُور سے وہ پوری طرح بھرپور تھی۔

ابھی آپؐ کی عمر ہی کیا تھی؟ بالغ بھی نہ ہوئے تھے۔ لیکن پیشانی پر اقبال مندی کا ستارہ چمک رہا تھا۔ آپؐ میں غیر معمولی صلاحیتیں جھلک رہی تھیں اور عجیب و غریب کمالات ظاہر ہو رہے تھے۔ ابُوطالب دیکھ دیکھ کر سخت حیران ہو رہے تھے اور حیرت سے انگشت بدنداں تھے۔ اب ان کے نزدیک آپؐ کا شمار ناسمجھ بچّوں میں نہ تھا بلکہ سُوجھ بُوجھ رکھنے والے بڑے بوڑھوں میں تھا۔ پُوری بے تکلفی سے وہ ہر طرح کے مسائل پر آپؐ سے تبادلۂ خیال کرتے جیسے کوئی شخص اپنے کسی برابر کے ساتھی سے

Marfat.com

کرے۔

اِسی زمانہ میں جبکہ آپؐ کی عمر تقریباً بارہ سال تھی۔ ابو طالب نے شام کے تجارتی سفر پر جانے کا ارادہ کیا۔ سفر دور دراز کا تھا اور راستہ دشوار، اس لیئے آپؐ کو ساتھ لے جانے کا خیال نہ تھا، لیکن وہ چلنے لگے، تو آپؐ لپٹ گئے، ابُو طالبؔ نے سوچا، سفر تو دشوار ہے، مگر بھتیجا بھی ہوشیار ہے، اور یہ سوچ کر وہ بخوشی ساتھ لے جانے پر تیار ہو گئے۔

تجارتی قافلہ روانہ ہو گیا۔ قافلہ میں آپؐ بھی تھے۔ راستہ میں آپؐ جو کچھُ دیکھتے، اس پر غور کرتے۔ جو کچھُ سنتے، اِس پر سوچ بچار کرتے، اور سبؔ کچھُ ذہن میں محفوظ کرتے جاتے۔

قافلہ مختلف علاقوں سے گزرا۔ بہت سے شہروں میں ٹھہرا اور بالآخر شام کی سرزمین میں پہنچ گیا، اور وہاں کے ایک مشہور شہر بُصریٰ میں پڑاؤ ڈال دیا۔

بُصریٰ میں بحیرا نامی ایک راہب تھا۔ اس کے گرجا گھر کے پاس ہی ایک سایہ دار جگہ تھی۔ قریش تاجر جب بھی بُصریٰ پہنچتے، وہیں پر ٹھہرتے۔ ٹھہر کر کچھُ دیر آرام کرتے، پھر آڑھتیوں اور بیوپاریوں سے ملتے۔

یہ قافلہ بھی اسی جگہ ٹھہرا، اور ہر شخص اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ کوئی زیادہ تھکا ہوا تھا تو بیٹھ کر دم لینے لگا، کوئی بھوک سے بے تاب تھا تو دستر خوان پھیلا کر بیٹھ گیا۔ کوئی اپنا تجارتی سامان ٹھیک کرنے لگا کہ جلد سے جلد اس کو ٹھکانے لگائے۔ اور ......

ابھی کوئی بات زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی۔ لوگ اسی طرح اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوئے تھے کہ ایک قاصد آیا اور بولا:۔

Marfat.com

"آپ لوگ بحیرا کے یہاں تشریف لے چلیں۔ انہوں نے کھانے کا اہتمام فرمایا ہے، اور آپ تمام لوگوں کو دعوت دی ہے۔"

لوگ حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ نگاہیں گویا ایک دوسرے سے پوچھ رہی تھیں:

"وہ یہاں کئی بار آئے۔ ٹھہرے اور چلے گئے، لیکن بحیرا نے کبھی نہیں پوچھا آج ہی وہ کیوں اتنا مہربان ہوگیا؟"

بہرحال کرتے کیا، دعوت قبول کرلی اور تمام لوگ قاصد کی رہنمائی میں روانہ ہوگئے۔ ہاں صرف محمدؐ رہ گئے۔ آپؐ نہیں گئے۔ اِسلئے کہ ابھی آپؐ بچّہ تھے۔ بحیرا نے سب کا ہی پُرتپاک خیر مقدم کیا۔ بولا:

"بھائیو! میں چاہتا ہوں کہ آج تم سب میرے ساتھ کھانا کھاؤ، اور تم میں سے کوئی بھی نہ رہ جائے۔"

اہلِ قافلہ بولے:

"ہم سب آگئے ہیں۔ ہاں، ایک چھوٹا لڑکا بھی ساتھ تھا۔ اس کو وہیں چھوڑ آئے ہیں!"

بحیرا نے کہا:

"نہیں نہیں، لڑکا ہے تو کیا، اس کو بھی بلاؤ۔ وہ بھی یہیں کھانا کھائے گا!"

اس سے ان کی حیرانی اور بڑھ گئی، کہ ایک تو خلافِ معمول دعوت کی۔ پھر یہ بھی اصرار کہ کوئی رہ نہ جائے۔ چنانچہ انہوں نے پوچھا:

"بحیرا! کیا بات ہے کہ آج آپ نے ہماری دعوت کی ہے۔ اس سے پہلے تو کبھی کہتے نہ تھے؟"

بحیرا

Marfat.com

"آپ لوگ مہمان ہیں۔ ہمارے پڑوس میں آکر ٹھہرے ہیں۔ ہم پر آپ کا حق ہے۔ ہمیں اس کا خیال کرنا ہی چاہیئے میں نے چاہا کہ آپ لوگوں کی کچھ خاطر خواہ تواضع ہو جائے اور کیا بات ہو سکتی ہے؟"

انہوں نے کہا:

"بخدا کوئی بات ہے ضرور!"

پھر قاصد ابُو طالب کے ڈیرے پر گیا اور محمدؐ کو ساتھ لے کر آیا۔ بحیرا اور تمام مہمان بیٹھے آپؐ کا انتظار کر رہے تھے۔

بحیرا کی نظریں محمدؐ پر پڑیں تو جم کر رہ گئیں اور وہ ٹکٹکی لگائے آپؐ کو دیکھتا ہی رہا۔

سب نے کھانا کھایا، اور اِدھر اُدھر پھیل گئے۔ کوئی تو چہل قدمی کر رہا تھا اور کوئی گھوم گھوم کر بحیرا کا گرجا گھر دیکھ رہا تھا۔ اس وقت بحیرا آپؐ کے پاس آیا اور بولا:

"بیٹے! تمہیں لات و عزیٰ کی قسم! جو کچھ پوچھوں، بتلا دینا!!"

آپؐ نے فرمایا:

"لات و عزیٰ کی قسم نہ دیجئے۔"

بحیرا نے کہا:

"اچھا خدا کی قسم! جو کچھ پوچھوں، سب بتلا دینا!"

آپؐ نے فرمایا:

"پوچھیئے، کیا پوچھتے ہیں؟"

اب بحیرا آپؐ سے آپؐ ہی کے بارے میں مختلف سوالات کرنے لگا۔ کچھ مزاج اور طبیعت کا حال پوچھا۔ کچھ عادات و اخلاق کے بارے

Marfat.com

میں دریافت کیا۔ اور آپؐ اس کے ہر سوال کا جواب دیتے رہے۔ اتنے میں ابُو طالبؑ محمدؐ کو لینے آ گئے۔

بحیرا نے پوچھا:

"یہ لڑکا تمہارا کون ہوتا ہے؟"

ابُو طالب:

"یہ میرا بیٹا ہے۔"

بحیرا بولا:

"یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ یہ تمہارا بیٹا نہیں۔ اس لڑکے کا باپ زندہ ہو، یہ ہو نہیں سکتا۔"

آپؐ کے بارے میں بحیرا کی یہ معلومات دیکھیں، تو ابُو طالبؑ دنگ رہ گئے، بولے:

"ہاں، یہ میرا بھتیجا ہے۔"

بحیرا نے کہا:

"اور اس کا باپ؟"

ابُو طالبؑ بولے:

"ابھی یہ ماں کے پیٹ ہی میں تھا کہ باپ کا انتقال ہوگیا۔"

بحیرا بولا:

"تم نے سچ کہا۔ اَب اپنے بھتیجے کو گھر واپس لے جاؤ اور دیکھو، اسے یہودیوں سے بچائے رکھنا۔ خُدا کی قسم! اگر انہوں نے دیکھ لیا، اور جس حد تک میں نے اسے پہچان لیا ہے۔ انہوں نے پہچان لیا تو اس کی جان کے پیچھے پڑ جائیں گے۔ تمہارا یہ بھتیجا ایک عظیم انسان ہوگا۔"

Marfat.com

پھر وہ واپس ہو گیا۔ چہرہ خوشی اور اطمینان سے چمک رہا تھا، اور زیرِ لب وہ یہ کہتا جا رہا تھا:

"میرا اندازہ بالکل صحیح نکلا!"

Marfat.com

ابُو طالب محمدؐ کو لے کر واپس آ گئے۔ بحیرا نے جو کچھ کہا تھا، وہ سب دماغ میں گونج رہا تھا۔ محمدؐ کے بارے میں اس نے جو پیشین گوئی کی تھی وہ ذہن میں گردش کر رہی تھی، اور محمدؐ کے لیئے اپنے ملک سے باہر نکلنے کا یہ پہلا اتفاق تھا۔ واپس ہوئے تو اس طویل سفر کے دوران آپؐ نے جو کچھ دیکھا تھا، ذہن میں تازہ کرتے رہے۔ لوگوں سے جو کچھ سُنا تھا، اس پر غور کرتے رہے۔

آپؐ نے بڑے بڑے ریگستان اور اُونچے اُونچے پہاڑ دیکھے تھے۔ ہرے بھرے چمنستان اور پھلوں سے لدے ہوئے باغ دیکھے تھے۔ طرح طرح کے نشیب و فراز طے کیئے تھے۔ مختلف شہروں اور بستیوں سے گزرے تھے، اُن سے متعلق لوگوں میں جو گفتگوئیں ہوئی تھیں، ماضی اور حال کے بارے میں جو باتیں ہوتی تھیں، سب آپؐ نے توجہ سے سُنی تھیں۔

آپؐ کو ایسے لوگ بھی ملے، جو انہی چیزوں کو پوجتے تھے، جن کو آپؐ کی قوم پوجتی تھی! ایسے لوگ بھی نظر آئے، جو آسمانی کتابوں کے احکام پر عمل پیرا تھے! یہ بھی سننے میں آیا کہ کچھ لوگ جو آتش پرستی میں مگن ہیں! ایسے لوگ بھی ہیں جو پتھر کی مورتی کے حضور عبادت کی رسوم ادا کرتے ہیں اور بندگی کے آداب بجا لاتے ہیں! کچھ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی نکیل یہودی علماء کے ہاتھ میں دے رکھی ہے، جو کتابِ الٰہی کی من مانی تاویلیں کرتے ہیں، اور اپنے جی سے شریعت بناتے

Marfat.com

ہیں! اور کچھ لوگ ہیں جو عیسائی پادریوں کے اشاروں پر چلتے ہیں جنہوں نے غیب دانی کا ڈھونگ رچا رکھا ہے!

اِس اندھیارے میں ــــــ ہاں اس گھٹا ٹوپ اندھیارے میں محمدؐ ایک ایک چیز کا جائزہ لیتے۔ غور و فکر کرتے۔ افکار و خیالات کا سلسلہ بندھ جاتا اور دیر تک اسی عالم میں پڑے رہتے۔ رہ رہ کر آپؐ سوچتے!

"کس کی راہ ٹھیک ہے اور کس کی غلط؟ کون حق پر ہے اور کون باطل پر؟ حق کہاں ہے؟ اور وہ ہے کیا؟"

کم سن مگر عقلمند اور روشن ضمیر محمدؐ کو فکر تھی، کسی طرح حق مل جائے۔ اسکی حقیقت کھل جائے۔ تاریکی کا پردہ چاک ہو جائے اور روشنی نظر آجائے!

لڑکپن کا زمانہ کھیل تماشے کا زمانہ ہوتا ہے لیکن محمدؐ کھیل تماشے سے کوسوں دور رہتے۔ بے کار باتوں اور فضول کاموں میں کوئی دلچسپی نہ لیتے۔ ہمیشہ حق کی دھن میں رہتے۔ اِس فکر میں رہتے کہ کوئی ایسی بات معلوم ہو جائے جس میں کوئی رہنمائی ہو۔ کوئی ایسا نشان نظر آ جائے جس سے کسی حقیقت کا سراغ لگتا ہو!

گھرانہ والوں کے ساتھ عکاظ، مجنّہ اور ذی المجاز بھی جاتے۔ یہ عرب کے مشہور بازار تھے، جو مکہ کے آس پاس ہی لگتے۔ یہ لگتے بھی حرمت کے مہینوں میں جن میں جنگ و خونریزی حرام ہوتی۔ ہوتی ہوئی جنگیں رک جاتیں۔ انتقام کے بھڑکتے ہوئے شعلے بجھ جاتے، اور یہ حرمت کے مہینے چار تھے۔ ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب۔ ان بازاروں میں ہر قسم کی چیزیں بکتیں۔ بیرونِ ملک سے بھی سامان آتا۔ اور فروخت ہوتا۔ اِس کے علاوہ ان میں شعر و شاعری کی محفلیں جمتیں۔ مقررین اپنی

Marfat.com

اپنی خطابت کے جوہر دکھاتے۔ ہر شخص اپنے افکار و خیالات کا برملا اظہار کرتا۔ ہر مذہب کا آدمی اپنے عقائد کی اشاعت کرتا۔ ہر شخص پوری آزادی سے اپنے نظریہ و مسلک پر عمل کرتا۔ نہ وہاں کسی طرح کا خطرہ ہوتا، نہ کسی سے اندیشہ۔ ہر ایک مطمئن۔ اور بے غم ہوتا، کہ یہ حرمت کے مہینے ہیں۔

یہ بازار آدمیوں سے بھرے ہوتے۔ ان میں طرح طرح کے لوگ ہوتے۔ جگہ جگہ کے باشندے ہوتے۔ ہر طرف ایک چہل پہل ہوتی۔ اک ہما ہمی ہوتی۔ ایسے میں آپؐ کو لوگوں سے ملنے جلنے کا، ان کے افکار و عقائد کو سمجھنے کا، اور ان کے قول و عمل کو پرکھنے کا بڑا اچھا موقع ملتا، اور یہ فیصلہ کرنے میں بھی آسانی ہوتی کہ کون راہِ راست پر ہے، اور کون اس سے پرے۔

پھر جب آپؐ تنہائی میں ہوتے، اور یکسوئی حاصل ہوتی۔ تو ساری باتیں بارگاہِ عقل میں پیش کرتے۔ جو بات صحیح معلوم ہوتی، ذہن نشین کر لیتے اور جو غلط معلوم ہوتی اسے دور ڈال دیتے۔ بارہ سال کی عمر سے آپؐ بکریاں چرانے لگے تھے۔ اس سے غور و فکر میں اور مدد ملی۔ یہ آپؐ کا محبوب مشغلہ تھا۔ کچھ گھر والوں کی بکریاں ہوتیں، اور کچھ قبیلہ والوں کی۔ ان کو لے کر آپؐ دور ٹیلوں اور میدانوں کی طرف نکل جاتے جہاں بکریوں کو آزادی سے چرنے کا موقع ملتا، اور آپؐ کی روح کو پُرسکون اور پُرکیف فضاء میسّر ہوتی۔ وہاں فکر و نظر کے لیئے، غور و تدبر کے لیئے آپؐ کے سامنے ایک وسیع میدان ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی یہ وسیع و عریض کائنات ایک کتاب کی مانند آپؐ کے سامنے کھلی ہوتی۔ آپؐ اس کی سیر کرتے اور اس کے اشاروں کو سمجھنے کی کوشش کرتے۔

Marfat.com

اِس طرح آپؐ نے لڑکپن کے ایام اور جوانی کے سال گزارے! نہ کہ دوسرے لڑکوں اور جوانوں کی طرح کھیل کود میں، ہنسی مذاق میں، فضول باتوں اور بے مقصد کاموں میں! اس نو عمری ہی میں آپؐ میں بڑوں کی سی سُوجھ بُوجھ اور دور بینی تھی!

بچپن کا واقعہ ہے، کعبہ کی دیواریں بن رہی تھیں۔ بچوں نے تہ بند اتار کر کندھوں پر رکھ لیے اور پھر پتھر ڈھونڈنے لگے۔ لیکن آپؐ نے اور مضبوطی سے باندھ لیا۔ چچا نے کہا، بچوں کو دیکھو، اپنے اپنے تہ بند انھوں نے کندھوں پر رکھ لیے ہیں، اور اب کیسے مزے سے ڈھو رہے ہیں۔ تم بھی ایسا ہی کر لو۔ پھر کندھے نہیں دُکھیں گے۔ مگر چچا کے کہنے سے ایسا کرنا چاہا، تو مارے غیرت کے آپؐ بے ہوش ہو گئے!

مکہ میں عام رَواج تھا کہ رات کو لوگ اپنے اپنے کاموں سے چھٹی کر کے جمع ہوتے۔ طرب و نشاط کی محفلیں آراستہ ہوتیں۔ دلچسپ تفریحی پروگرام رہتے۔ داستان گوئی و داستان سرائی اس پروگرام کا ایک اہم جزو ہوتا۔ کوئی شخص، جس کو اس فن میں کمال ہوتا، داستان سُنانا شروع کرتا، اور لوگ رات رات بھر بیٹھے سنتے رہتے۔ یہ گویا اس زمانہ کا کلچرل پروگرام تھا۔ ایک ساتھی نے آپؐ کو بھی اُبھارا:

"محمدؐ! ایک رات تم بھی اِس محفل کا لطف اٹھاؤ۔"

نوجوانی کا زمانہ تھا، ساتھی نے زیادہ کہا تو تیار ہو گئے۔ وہ آپؐ کے ساتھ بکریاں چرایا کرتا تھا۔ فرمایا:

"اچھا، آج رات میری بکریاں تم دیکھتے رہنا!"

اور پھر اس تفریحی پروگرام میں شرکت کی غرض سے آپؐ آبادی کی طرف چل پڑے۔ راستہ میں کسی گھر سے گیت کی آواز آ رہی تھی۔ آپؐ ٹھہر کر سننے لگے۔ کچھ دیر میں نیند آ گئی اور سو گئے۔ آنکھ کھلی تو دن چڑھ چکا

Marfat.com

تھا۔ سُورج کی گرمی میں تیزی آچکی تھی۔ آپؐ ساتھی کے پاس لوٹ آئے۔ ساتھی نے دیکھتے ہی پوچھا:

"کہو محمدؐ! رات کیسی گزری ؟"

آپؐ نے فرمایا:

"کیا بتاؤں، جا رہا تھا کہ راستہ میں ایک جگہ گیت گانے کی آواز آئی۔ گیت بڑا سہانا تھا، آواز بھی بڑی رسیلی تھی۔ سوچا کہ تھوڑی دیر اسے بھی سُن لوں، پھر جاؤں مگر بیٹھا تو نیند آگئی۔ پھر آنکھ کھُلی تو صبح ہو چکی تھی۔"

دوسری رات ساتھی نے پھر اُکسایا:

"دیکھو، آج یہ موقعہ ہاتھ سے نہ جانے پائے۔"

چنانچہ آپؐ پھر روانہ ہوگئے۔ مگر راستہ ہی میں تھے کہ کانوں میں گیت کی آواز پڑی۔ گیت بلا کا سہانا تھا۔ ایسا لگتا، گویا آسمان سے آواز آرہی ہے۔ آپؐ پھر سننے بیٹھ گئے۔ کچھ دیر میں نیند آگئی، اور سو گئے!

چالیس برس کی زندگی میں صرف دو بار آپؐ نے اس قسم کا ارادہ کیا، مگر دونوں مرتبہ خدا نے بچا لیا کہ

"تیری شان اِن فضولیات سے بالاتر ہے۔"

پھر کبھی خواب میں بھی اِس طرح کا خیال نہ آیا، اور نہ کبھی کوئی ایسی بات سَرزد ہوئی، جس سے آپؐ کی امانت و دیانت پر کوئی حرف آتا ہو، یا عفت و پاکبازی پر کوئی آنچ آتی ہو۔

آپؐ شرم و حیا کے پیکر تھے۔ عفت و پاکبازی کا اعلیٰ ترین نمونہ تھے۔ سچائی کے لئے پوری قوم میں مشہور تھے۔ دیانتداری و ایمانداری

Marfat.com

میں تو اپنی مثال آپؐ تھے۔

اہلِ مکّہ نے اگر آپؐ کو "امین" کا خطاب دیا، تو کوئی حیرت کی بات نہیں، ہاں ذرا بھی نہیں۔ آپؐ کو یہی خطاب زیب دیتا تھا اور آپؐ ہی کو زیب دیتا تھا۔

آپؐ نے جوانی میں تیر اندازی سیکھی۔ جوان ہوئے تو فن سپہ گری میں مہارت حاصل کی، اور جنگِ فجار ہوئی تو چچاؤں کے دوش بدوش رہے۔ یہ جنگ قریش اور ہوازن کے درمیان ہوئی تھی۔ اور تاریخی جنگ تھی، بڑی ہی خوفناک اور تباہ کن! عرب کی سرزمین نے کبھی ایسی جنگ نہ دیکھی تھی۔ یہ جنگ برسہا برس رہی۔ شریک ہونے کو تو آپؐ بھی ہوئے، لیکن کسی پر ہاتھ نہ اُٹھایا۔

اِس جنگ میں گھرانے کے گھرانے تباہ ہو گئے۔ اِس سے کچھ لوگوں کو بہت دُکھ ہوا، اور انھوں نے صلح کی آواز اُٹھائی۔ بالآخر دونوں فریقوں میں معاہدہ ہو گیا۔ یہی معاہدہ "حلف الفضول" کے نام سے مشہور ہوا۔ اِس معاہدے میں آپؐ بھی شریک تھے۔ عمر مبارک اسوقت ۱۶ سال تھی۔

جنگ سے فرصت ملی تو اہلِ مکہ پھر اپنی پُرانی حالت پر آ گئے۔ اَب پھر وہی لہو ولعب تھا، اور وہی سرمستیاں تھیں۔ رَنگ رَلیاں منائی جانے لگیں۔ آوارگی و بے حیائی کا بازار گرم ہو گیا۔ جوئے اور شراب کی محفلیں آباد ہو گئیں۔ اور لوگ داد عیش دینے لگے۔ اور آپؐ ......؟ آپؐ بھیڑ بکریاں لے کر پہلے کی طرح میدانوں میں نکل جاتے۔ وہاں کھُلی فضا ہوتی، اور رُوح پرور سماں ہوتا۔ آنکھیں بکریوں کی دیکھ بھال کرتیں، اور رُوح کائنات کی وسعتوں میں پرواز کرتی۔

یہ تھی آپؐ کی زندگی! یہی آپؐ کے شب و روز تھے، یہی آپؐ کے

Marfat.com

مشاغل اور دلچسپیاں تھیں۔ اسی میں آپؐ کے لئے سکون و راحت کا سامان تھا! تنہا رہنا اور نظامِ کائنات کا مطالعہ کرنا، ہنگاموں سے دُور رہنا اور عالم کے حُسنِ انتظام پر غور کرنا! آپؐ کو بس بکریاں چرانے سے مطلب رہتا! صحرا کی فضاء میں مزہ آتا! تنہائی اور یکسوئی میں آپؐ کے ذہن و فکر کی نشوونما ہوتی، قلب و رُوح پر معرفت کا فیضان ہوتا، اور کائنات کے اسرار منکشف ہوتے۔

اور ابُوطالبؓ؟ وہ روزی کی فکر رکھتے۔ معاشی دوڑ دھوپ میں لگے رہتے، کہ ان کا اور بھتیجے کا پیٹ پل سکے، اور آسانی سے اولاد کا گزارہ ہو سکے۔ جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کچھ کم تعداد میں نہ تھی۔

ایک دن ابُوطالب آپؐ کے پاس آئے اور بولے:

"بھتیجے! تم جانتے ہو کہ اپنی مالی حالت کیا ہے؟ ہماری پریشانیاں بہت بڑھ گئی ہیں۔ خدیجہؓ دوسروں کو اپنا مال دے کر تجارت کراتی ہیں۔ کہو! تو تمہارے لئے بات کر دوں؟"

اِس وقت آپؐ کی عمر ۲۳ یا ۲۴ سال تھی۔ آپؐ نے فرمایا:

"چچا! آپؐ جو فرمائیں، سَر آنکھوں پر!!"

خُدیجہؓ بہت اُونچے گھرانے کی خاتون تھیں۔ ان کا سلسلۂ نسب پانچویں پشت میں قصیّ تک پہنچ کر آپؐ سے جا ملتا تھا۔ یہ بنی مخزوم کے دو رئیسوں سے یکے بعد دیگرے بیاہی تھیں۔ وہ دونوں بہت کافی دولت چھوڑ چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔ پھر قریش کے بہت سے رئیسوں نے شادی کا پیغام بھیجا۔ لیکن ہر ایک کو ٹھکرا دیا۔ اب وہ تنہا رہتیں۔ اپنا سرمایہ کاروبار میں لگاتیں، خُوب نفع اُٹھاتیں، اور

Marfat.com

نہایت خوش حالی کی زندگی بسر کرتیں۔ ابو طالب پہنچے، تو وہ تجارت کے لیے کسی آدمی کی فکر میں تھیں۔ ابُو طالب نے پوچھا:

"خدیجہ! محمدؐ سے تجارت کرانا پسند کرو گی؟"

خدیجہ بولیں:

"آپ کسی ناپسندیدہ اور غیر آدمی کے لیے کہتے، جب بھی مجھے انکار نہ ہوتا۔ یہ تو اپنے آدمی ہیں اور وہ بھی امین!"

ابو طالب لوٹ کر آپؐ کے پاس آئے اور آپؐ سے مخاطب ہو کر بولے:

"محمدؐ! لو اللہ نے روزگار کا انتظام کر دیا۔"

شام جانے کے لیے قافلہ تیار ہو گیا، اس میں آپؐ بھی تھے۔ آپؐ کے ساتھ خدیجہ کا غلام میسرہ بھی تھا۔ آپؐ کے سبھی چچا آپؐ کو رخصت کرنے آئے۔ ابو طالب آگے آگے تھے۔ ان لوگوں نے جدا ہوتے وقت بڑے پیار سے کہا:

"خدا یہ سفر مبارک کرے، تجارت میں خوب برکت دے، اور خیریت سے واپس لائے۔"

میسرہ کو بھی وصیت کی کہ:

"دیکھو میسرہ! محمدؐ کا خیال کرنا، کوئی تکلیف نہ ہونے دینا۔"

قافلہ روانہ ہو گیا۔ راستہ میں وہ ساری چیزیں پھر سامنے آتی رہیں، جو آپؐ پہلے سفر میں دیکھ چکے تھے۔ چلتے چلتے قافلہ شام پہنچ گیا، اور پھر اسی شہر بصریٰ میں ٹھہرا۔ قافلہ میں جتنے لوگ تھے، سب کی ہمدردیاں اور خیر خواہیاں آپؐ کو حاصل تھیں۔ آپؐ بھی ان

Marfat.com

کے لیئے بہترین رفیقِ سفر اور سراپا خیر و برکت تھے۔ رہا خدیجہ کا غُلام میسرہ، تو نہ پوچھیئے، اس کا کیا حال تھا جیسے وہ آپؐ کا غلام ہو۔ بے حد محبت کرتا، ہر وقت خیال رکھتا۔ آپؐ کی کسی بات کو نہ ٹالتا۔

جو کچھ سامان ساتھ تھا، اس کی آپؐ نے بڑی کامیابی سے تجارت کی، ایک ہوشیار، تجربہ کار، اور خوش تدبیر انسان کی طرح۔ پھر کسی کے ہاتھ کچھ بیچا، تو بڑی خوش اخلاقی سے، کسی سے کوئی مُعاملہ کیا تو بڑی ایمانداری سے، کسی سے کچھ تبادلہ کیا تو بڑی دیانتداری سے۔ پھر واپس ہوئے، تو خدیجہ نے جو فرمائشیں کی تھیں اور جو سامان منگوایا تھا، سب ساتھ لائے۔

کیا کاروبار کی ان مشغولیتوں میں آپؐ کے معمولات چھوٹ گئے؟ نہیں آپؐ اسی طرح تنہائیوں میں بیٹھ کر غور و فکر کرتے رہتے۔ لوگوں کے حالات جُدا جُدا تھے۔ ان کے مذاہب مختلف تھے۔ اُن کے عقائد ایک دوسرے سے الگ تھے۔ آپ ہر ایک کو عقل کی ترازو میں تولتے، ان میں کون صحیح ہے۔ کس حد تک صحیح ہے؟ گھنٹوں بیٹھے اسی غور و فکر میں ڈوبے رہتے۔

جہاں قافلہ کا پڑاؤ تھا، اس سے قریب ہی ایک بہت بھاری درخت تھا۔ ایک روز معمول کے مطابق آپؐ اُسی کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ میسرہ اِدھر اُدھر کچھ کام دھام میں مصروف تھا۔ پاس ہی ایک گرجا گھر تھا۔ اس میں سے ایک راہب نکلا، اور میسرہ کے پاس آیا۔ یہ تھا نسطور راہب۔ میسرہ یہاں تجارت کی غرض سے ہر سال آتا تھا، اس لیئے نسطور اس سے خوب واقف تھا۔ وہ بولا:

"میسرہ! تمہارے ساتھ یہ کون ہے؟"

Marfat.com

میسرہ نے کہا:

"قریش کا ایک جوان!"

راہب بولا:

"تم نے اس میں کیا کیا اوصاف دیکھے؟"

میسرہ نے جواب دیا:

"ایمانداری، پاکیزگی اور ستھرائی، نرم مزاجی، اور خوش اخلاقی، افکار و خیالات کے سمندر میں اسی طرح غرق رہنا، نگاہِ تصوّرات سے کائنات کا مطالعہ کرنا۔"

نسطور نے بڑی بے تابی سے پوچھا:

"اس کی آنکھیں کس قسم کی ہیں؟"

میسرہ پہ کچھ گھبراہٹ سی طاری ہوئی، بولا:

"آنکھیں سیاہ اور چوڑی ہیں۔ سفید حصّے میں سُرخ ڈورے ہیں۔ پلکیں سیاہ اور باریک ہیں۔ کچھ بڑی بڑی بھی ہیں، جو آنکھوں کا حسن دو بالا کرتی ہیں۔"

نسطور، جو اب آپؐ کے پاس آنے کے لیئے پر تول رہا تھا، بولا:

"میسرہ! جو اس درخت کے نیچے ٹھہرے، اور اس میں یہ یہ خوبیاں ہوں، وہ نبی ہی ہو سکتا ہے!"

پھر وہ آپؐ کے پاس آیا اور اس کی قوم میں جو جو مذاہب رائج تھے ان کے بارے میں سوالات کرنے لگا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس سلسلہ میں آپؐ کے خیالات معلوم ہوں، اور اندازہ ہو کہ آپؐ کے دل میں ان مذاہب کا کیا مقام اور کتنا احترام ہے۔ آپؐ نے اُن کی تردید کی اور سب سے بیزاری ظاہر کی۔ خود اس کا مذہب چونکہ عیسائی تھا۔

Marfat.com

اِس لیئے اَب اس نے اس کے بارے میں بھی سوال کیا۔ آپ نے اِس میں جو اچھائیاں یا بُرائیاں تھیں، سب بیان کر دیں۔

Marfat.com

قافلہ کچھ دنوں بعد مکہّ واپس ہوا۔ مَرُّ الظہران پہنچا، تو مَیسرہ نے کہا:

"محمدؐ! لپک کر خدیجہ کے پاس جاؤ۔ انہیں کامیابی کی خوشخبری سناؤ!"

چنانچہ آپؐ اونٹ پر روانہ ہوگئے، اور دوپہر ہوتے ہوتے مکہّ پہنچ گئے۔ خدیجہ اس وقت بالاخانہ میں تھیں اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں کے مزے لے رہی تھیں۔ اچانک کیا دیکھتی ہیں کہ ایک اونٹ پر کوئی سوار ہے، اور اُونٹ ریگزار کی تپتی ہوئی ریت پر محوِ رفتار ہے۔ بالکل ہوا کا مقابلہ کر رہا ہے۔ خدیجہ نے سوار پر نظریں گاڑ دیں کہ پہچانیں، کون ہے؟ وہ سوار کچھ اور قریب ہوا، کچھ اور قریب ہوا، دیکھا تو محمدؐ ہیں۔ اُن کے گھر کی طرف بہت تیزی سے بڑھ رہے ہیں!!

آپؐ دروازہ پر پہنچے تو خدیجہ نے بڑے خلوص سے استقبال کیا اور خیریت سے واپس آنے پر خوشی کا اظہار کیا۔ پھر آپؐ نے بڑے اچھے انداز سے سفر کا پورا حال سُنایا۔ کاروبار کی بھی روداد بیان کی کہ کیا بیچا؟ کیا خریدا اور کتنا نفع اٹھایا؟

خدیجہؓ پورے شوق اور دلچسپی سے ساری داستان سنتی رہیں، دِل ہی دِل میں عش عش کرتی رہیں۔ آپؐ کی باتوں سے انھیں بڑی خوشی ہو رہی تھی۔ آپؐ کی خوش کلامی ان کے دل کو بھا رہی تھی، اور آپؐ

کی ایمانداری اور سچائی ان کو موہ رہی تھی۔ پھر اس بار تجارت میں بے انتہا برکت ہوئی۔ اتنی کہ اور کبھی نہ ہوئی تھی۔ اس سے بھی وہ بہت متاثر تھیں۔

پھر مَیسرہ آیا، اس کی زبانی آپؐ کے حالات سُننے، تو دل خوشی سے لبریز ہوگیا، اور پھر اتنی حیرت اور مسرت ہوئی، اتنی ہوئی جس کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔

مَیسرہ نے بتایا کہ آپؐ نے کس طرح تجارت کی۔ مُعاملات میں کتنی سچائی اور ایمانداری دکھائی، اور پھر کس قدر ان کے مالِ تجارت کی فِکر رکھی، اور جان و دل سے اس کی حفاظت کی۔

پھر رَاہبِ نسطوُر کا واقعہ سنایا اور آپؐ کے بارے میں اُس نے جو خوشخبری دی تھی، وہ بھی سُنائی۔ پھر بولا:

"ایک واقعہ اور ہوا، جس پر میں حیران رہ گیا۔ سفر سے ہم لوگ واپس ہو رہے تھے۔ میرے ساتھ دو اونٹ تھے۔ دونوں تھک کر جواب دے چکے تھے۔ تھا میں بہت پیچھے۔ اندیشہ ہوا کہ کہیں قافلہ آگے نہ بڑھ جائے اور میں تنہا رہ جاؤں۔ چنانچہ جلدی سے میں محمدؐ کے پاس گیا، اور اُن کو سارا حال بتایا، یہ سُن کر پہلے تو انہوں نے دونوں کے پَیر سہلائے، پھر نکیل ہاتھ میں لی اور ان کو ہنکایا، اور اَب وہ اس طرح اُچھلنے لگے جیسے کچھ ہوا ہی نہ تھا۔"

خدیجہ بہت حیران ہوئیں۔ بولیں:

"بھائی! ان میں تو بڑی عجیب و غریب خصوصیات ہیں!"

اَب ناممکن تھا کہ خدیجہ کسی وقت آپؐ کو بھول جائیں، یا آپؐ ان

Marfat.com

کے ذہن سے اُتر جائیں۔ جہاں ہوتیں، آپؐ ہی کا تذکرہ کرتیں اور جس سے ملتیں آپؐ ہی کے گُن گاتیں۔ اب ان کو آپؐ سے بے انتہا محبت تھی، اور تمنا تھی کہ کسی طرح اس امین اور صالح جوان کو اپنا شریکِ زندگی بنالیں!!

خدیجہؓ کو اس کی فکر ہوئی، تمنّا ہوئی اور پھر ایک تڑپ بن گئی! یہی خدیجہؓ تھیں۔ ہاں، یہی خدیجہؓ، جن کو قریش کے بڑے بڑے رئیسوں نے نکاح کا پیغام بھیجا تھا اور انہوں نے ہر ایک کو ٹھکرا دیا تھا۔ ہاں، ٹھکرا دیا تھا، اور لاپَرواہی سے رُخ پھیر لیا تھا! مگر اس وقت یہ خواہش اتنی بڑھی کہ خدیجہ اس کو رَاز نہ رکھ سکیں اور قریبی عورتوں سے بھی کہہ بیٹھیں۔ ان میں ایک خاتون نفیسہ بنت علیہ تھیں، وہ بولیں:

"خدیجہ! کیا ہرَج ہے؟ اَمین سے نکاح کر لو!"

خدیجہؓ نے کہا:

"اس کی شکل کیا ہوگی؟"

نفیسہ نے جواب دیا:

"میں اس کی ذمّہ دار ہوں!!"

پھر وہ آپؐ کے پاس آئیں اَور بولیں:

"محمدؐ! نکاح کیوں نہیں کر لیتے؟"

آپؐ نے فرمایا:

"میرے پاس ہے کیا، جو کرلوں؟"

وہ بولیں:

"اچھا بتاؤ، اگر کوئی انتظام ہو جائے، اور ایک نہایت حسین اور مالدار خاتون سے نکاح کرنے کو کہا جائے

Marfat.com

— تو کیا تیار ہو جاؤ گے؟"

آپؐ نے فرمایا:

"وہ کون؟"

وہ بولیں:

"خدیجہ!"

خدیجہؓ کے اخلاق اور دانائی سے آپؐ بہت متاثر تھے۔ آپؐ نے جیسا سُنا تھا، ان کو ویسا ہی پایا تھا۔ لوگ ان کو "طاہرہ" کہتے تھے۔ آپؐ نے ان کو طاہرہ ہی پایا تھا۔ مگر ان سے نکاح؟ یہ تو آپؐ کے خواب وخیال میں بھی نہ تھا۔ کیونکہ آپؐ کو معلوم تھا کہ اس کے لئے بڑوں بڑوں نے زور لگایا۔ لیکن وہ ترس کے رہ گئے۔

آپؐ نے فرمایا:

"لیکن خدیجہ سے نکاح کی کیا شکل ہو گی؟!"

نفیسہ نے آپؐ کو بھی وہی جواب دیا:

"یہ میرے ذمہ!"

پھر آپؐ ابو طالبؑ کے پاس پہنچے، اور ان سے سارا ماجرا کہہ سُنایا۔ ابو طالبؑ نے سُنا تو سخت حیران ہوئے۔ مگر آپؐ کی زبان سے کبھی جھوٹ یا غلط بات تو سُنی نہ تھی۔ اس لئے انکار بھی نہ کر سکتے تھے۔ البتہ بولے:

"تعجب ہے بیٹے! خدیجہ، قریش کی معزز خاتون، مال و دولت اور جاہ و منصب والوں کو ٹھکرا دے، اور تم کو اپنا شوہر بنانا پسند کرے۔"

پھر بولے:

Marfat.com

"لیکن بیٹے! اگرچہ تم مال کے کنگال ہو، پر شرف و عزت سے مالا مال ہو!"

آپؐ نے فرمایا:

"چچا! نہ مجھے مال کی ہوس ہے، نہ اس کی کوئی ضرورت۔"

پھر ابو طالبؓ نے بھائیوں کو ساتھ لیا، اور خدیجہ کے چچا عمرو بن اسد کے پاس گئے۔ اُن کے بھائی عمرو بن خویلد سے بھی ملے، اور آپؐ کی طرف سے خدیجہ کے نکاح کا پیام دیا۔ وہ دونوں اسی دم تیار ہو گئے!

اس طرح چٹ پٹ شادی کا دن طے ہو گیا۔ پھر وہ دن آیا تو خاندان کے تمام شرفاء خدیجہ کے مکان پر جمع ہوئے۔ ابو طالبؓ نے خطبۂ نکاح دیا۔ خطبہ بہت شاندار تھا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپؐ کے بڑے آپؐ کے اخلاق اوصاف سے کس قدر متاثر تھے۔ حمد و ثناء کے بعد بولے:

"یہ میرے بھائی عبداللہ کا بیٹا محمدؐ ہے۔ یہ وہ نوجوان ہے کہ قریش میں اس جیسا کوئی نہیں۔ ہاں، مال اس کے پاس کم ہے۔ لیکن مال تو چلتی پھرتی چھاؤں ہے۔ محمدؐ میرا عزیز ہے۔ یہ تم سب جانتے ہو۔ وہ خویلد کی بیٹی خدیجہ سے نکاح کرنا چاہتا ہے اور میرے مال سے بیس اُونٹ مہر مقرر کرتا ہے۔ بخدا اس کا مستقبل انتہائی شاندار ہے۔"

اس طرح یہ مبارک تقریب انجام پاگئی، اور خاتونِ قریش، امینِ قریش کے گھر آگئی۔

Marfat.com

اِس وقت حضورؐ کی عمر ۲۵ سال ۲ ماہ ۱۰ دن تھی، اور بی بی خدیجہؓ کی عمر چالیس سال تھی۔

Marfat.com

رُخِ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اَب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزمِ خیال میں نہ دکانِ آئینہ ساز میں،

اس وقت محمدؐ کی اٹھتی ہوئی جوانی تھی۔ حُسن و دِلکشی بَلا کی تھی۔ گورا گورا رنگ ملاحت کے لیئے ہوئے، مسکراتا ہوا نورانی چہرہ، ہلکی گولائی لیئے ہوئے۔ قد درمیانہ، نہ تو پستہ قد اور نہ بہت زیادہ لانبے۔ بڑا سر، جس پر سیاہ گھنے بال، ہلکے گھنگھریالے۔ چوڑی پیشانی، جس سے غیر معمولی عظمت ٹپکتی۔ باریک باریک بھویں، ایک دوسرے سے جُدا، کچھ خمدار اور بھری ہوئی، انتہائی خوشنما! دراز پلکیں، سیاہ سرمگیں آنکھیں، چوڑائی لیئے، سفیدی میں ہلکی ہلکی سرخی، جو آنکھوں کی کشش میں غیر معمولی اضافہ کر رہی ہوتی، پھر نگاہوں میں شرم وحیاء کی گھلاوٹ! اور دیکھنے کا انتہائی معصومانہ اور دِلکش انداز، ناک کچھ اونچی اور ستواں۔ سامنے کے دانتوں میں ہلکی ہلکی ریخیں۔ گفتگو فرماتے تو موتی کی طرح چمکتے۔ ایسا لگتا جیسے اُن سے نُور اُبل رہا ہے۔ چہرہ پر بھری ہوئی گھنی داڑھی۔ خوبصورت سی اونچی گردن۔ سینہ کشادہ۔ مونڈھوں کا درمیانی فاصلہ عام پیمانے سے کچھ زیادہ۔ چوڑی چوڑی کلائیاں، ہتھیلیاں فراخ اور نرم وگداز۔ انگلیاں موزوں حد تک دراز۔ ہلکی ہلکی ستی ہوئی پنڈلیاں ایڑیوں پر برائے نام گوشت۔ تلوے ذرے گہرے۔ چلتے تو قوت کے ساتھ، ذرا آگے کو جھک کر۔ قدم جما کر رکھتے۔ رفتار بہت تیز ہوتی۔ معلوم ہوتا نشیب میں

Marfat.com

اُترتے رہے ہیں، چہرہ غور و فکر میں ڈوبا رہتا، اور نگاہوں میں پاکیزہ خیالات اور بلند جذبات چمکتے ہوتے۔ دیکھنے والا پہلی نظر میں مرعوب ہو جاتا۔

خدیجہؓ کے ساتھ آپؐ کی زندگی انتہائی پر لطف تھی۔ انکی رفاقت آپؐ کے لیئے راحت ہی راحت تھی۔ وہ ایک نہایت ہوشیار، تجربہ کار اور سمجھدار خاتون تھیں۔ انہوں نے آپؐ کی طبیعت اور مزاج کو، آپؐ کی پسند اور ناپسند کو خوب پہچان لیا، اور ہمیشہ اس کا پورا پورا خیال رکھا۔ آپؐ کے جذبات اور رُجحانات کو، آپؐ کی امنگوں اور دلچسپیوں کو اچھی طرح سمجھ لیا، اور ان کے سلسلہ میں آپؐ کے ساتھ پورا پورا تعاون کیا اور ہر طرح سے سہولتیں پہنچانے کے لیئے کمربستہ رہیں۔

آپؐ کے رُجحانات کیا تھے؟ سدا سچ بولنا، ہر کام ایمان داری سے کرنا، ہنگاموں سے بچنا، شور و غل کی محفلوں سے دُور رہنا، اور تنہائی میں بیٹھ کر غور و فکر کرنا۔ خدیجہؓ نے ان ساری باتوں کا خیال رکھا۔ چنانچہ آپؐ کے معمولات پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ آپؐ اب بھی اسی طرح وسیع اور رُوح پرور فضاؤں میں نکل جاتے۔ اب بکریوں کی رکھوالی بھی نہ کرنی ہوتی، اس لیئے اور زیادہ یکسوئی اور اطمینان رہتا جب تک چاہتے۔ غور و فکر کرتے۔ مناظرِ فطرت کا مشاہدہ کرتے۔ اس طرح گویا آپؐ فطرت کی رہنمائی میں اپنے دادا ابراہیمؑ کے نقشِ قدم پر چل رہے تھے، اور علم و عرفان اور ایمان و یقین کی منزلیں طے کر رہے تھے۔

وَكَذٰلِكَ نُرِيٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ○ (الانعام: ۷۵)

Marfat.com

"اور اسی طرح ہم ابراہیمؑ کو آسمانوں اور زمین کے نظام سلطنت کو دکھاتے تھے، اور اس لئے دکھاتے تھے کہ وہ یقین رکھنے والوں میں سے، ہو جائے۔"

تو کیا آپؐ خدیجہؓ کے حقوق سے غافل رہے ہے؟ نہیں ایسا نہ تھا۔ اگر خدیجہؓ ایک وفا شعار اور فرض شناس بیوی تھیں، تو آپؐ بھی ایک مثالی شوہر تھے۔ عبادت کے ساتھ ساتھ آپؐ خدیجہؓ کا بھی پورا خیال رکھتے۔ ان کے سارے حقوق ادا کرتے۔ ان کے دل بہلاؤ کا سامان کرتے۔ اُن کے ذوق، اور طبیعت کی پوری رعایت رکھتے۔ ان کے مال کی ہر طرح حفاظت کرتے، ان کی تجارت کو فروغ دیتے۔ جس پر پورا اطمینان ہوتا، جو سچا اور ایماندار ہوتا، جال بٹے سے بیزار ہوتا اسی کو اس میں شریک کرتے۔ غرض آپؐ ایک انتہائی محبوب اور حق شناس شوہر تھے۔ خدیجہؓ کے لیۓ آپؐ کے رہن سہن میں بڑی دل کشی، اور جاں نوازی تھی۔ آپؐ کا ساتھ ان کے لیۓ بڑا ہی سکون بخش اور پرکیف تھا۔ خدیجہؓ نے آپؐ کو بڑے بڑے مالداروں اور عزت داروں پر ترجیح دی تھی۔ جاہ و منصب والوں کے مقابلے میں آپؐ کو اپنا خاوند بنانا پسند کیا تھا۔ وہ آپؐ کے بارے میں انتہائی حسن ظن رکھتی تھیں۔ آپؐ سے ہی بہت ہی پُر امید تھیں۔ پھر بھی اُن کو پہلے سے کیا اندازہ رہا ہوگا کہ وہ کتنی خوش نصیب ہیں!

تھے تو آپؐ تنہائی پسند، لیکن لوگوں سے میل جول بھی رکھتے۔ ان کے معاملات میں دلچسپی لیتے۔ ان کی باتوں کو بہت ہی غور سے سنتے۔ اکثر چپ رہتے، بے ضرورت کبھی نہ بولتے۔ نہ کسی بات میں لوگوں سے اُلجھتے۔ جو بات بھی کہتے، بہت ہی مختصر اور کام کی کہتے۔ اس میں بھی ظرافت ہوتی۔ ظرافت میں بھی لطافت ہوتی۔ چہرہ مسکراتا ہوا،

Marfat.com

دیکھنے میں بہت دِلکش اور بھلا لگتا۔ بات کرنے والا گرویدہ ہو جاتا۔ یہی مسکراہٹ کبھی کبھی ہنسی میں تبدیل ہو جاتی۔ انہی خوبیوں کی وجہ سے لوگ آپ ﷺ کی ہر بات کو وزن دیتے۔ آپ ﷺ کی رائے کا اِحترام کرتے اور آپ ﷺ کے مشوروں پر عمل کرتے۔

Marfat.com

مکہ کے چاروں طرف پہاڑیوں کا سلسلہ ہے اور بیچ میں کعبہ ہے زور کی بارش ہوتی تو شہر میں پانی بھر جاتا۔ پھر کعبہ کی دیواریں نیچی تھیں، اور دیواروں پر چھتیں بھی نہ تھیں۔ جیسے ہمارے یہاں کی عیدگاہ۔ ایک بار کا واقعہ ہے کہ بہت زبردست سیلاب آیا، جس سے بہت سی عمارتیں ڈھ گئیں اور پانی کعبہ کے اندر پہنچ گیا۔ اس طرح دیواروں میں شگاف پڑ گئے، اور بنیادیں کمزور ہوگئیں۔ یہ چیز مکہ والوں کیلئے ایک مسئلہ بن گئی اور انہیں اس کی مرمت کی فکر ہوئی۔ اوروں کی طرح آپؐ کو بھی ہوئی۔

کعبہ ہی ان کے لیئے سب کچھ تھا۔ یہ ان کا عبادت گھر تھا۔ انکے بتوں کا گڑھ تھا۔ پھر دور سے لوگ اس کا طواف کرنے آتے تھے اس سے ان کی تجارت کو فروغ ہوتا، اور کاروبار میں ترقی ہوتی۔ پھر اتنا ہی نہیں، اس کی وجہ سے انہیں لوگوں کی نظروں میں ایک اونچا مقام حاصل تھا۔ آنے والے ان کی عزت کرتے اور اپنے سے اونچا اور برتر سمجھتے۔ کیونکہ یہ اس کے ہمسایہ تھے، اس کے خدمت گار اور پاسبان تھے اور اس سے متعلق مختلف عہدوں سے سرفراز تھے۔ چنانچہ یہ لوگ ایک جگہ جمع ہوئے، اور آپس میں مشورہ کرنے لگے۔ کہ کیا کیا جائے؟

کیا پرانی عمارت ڈھا دی جائے؟ اور پھر سے نئی عمارت بنائی جائے؟ اگر یہ رائے ہے، تو اس کا وزن کون اٹھائے؟ کون اسے ڈھائے؟ اور پھر کون اسے تعمیر کرے۔

Marfat.com

کعبہ اللہ کا سب سے مقدس گھر ہے۔ وہ ڈرتے تھے کہ کہیں اسے ڈہانے سے اللہ ناراض نہ ہو جائے۔ کہیں سر پہ کوئی عذاب نہ آجائے۔ عقل حیران تھی کہ کریں تو کیا کریں ؟!

لیکن عمارت بالکل بے جان ہو چکی تھی۔ بنیادیں کمزور پڑ چکی تھیں، اور ہر آن اس کے ڈھ جانے کا خطرہ تھا، لہٰذا اِس کو ڈھانے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ چنانچہ چار و ناچار انہوں نے ڈرتے ڈرتے، بہت ہی پس و پیش کے بعد، اِسے ڈھانے کا فیصلہ کر لیا۔ لیکن ابھی ایک مسئلہ اَور تھا۔ نئی عمارت مضبوط اور پائیدار ہونی چاہیئے۔ اس کے لیئے عمدہ سامان کیسے فراہم ہو؟ اور ماہر کاریگر کہاں سے آئیں، جو سلیقہ سے پتھر جوڑ سکیں، اور ایک خوب صورت اور مضبوط عمارت تیار کر سکیں ؟!

خدا کا کرنا، انہی دنوں ایک رومی آدمی مصر سے جہاز لے کر چلا۔ وہ حبشہ جا رہا تھا مگر جہاز جدّہ کی بندرگاہ پر پہنچا تو ساحل سے ٹکرا کر ٹوٹ گیا۔ اس جہاز پر عمدہ قسم کی لکڑیاں اور بہترین قسم کا تعمیری سامان تھا۔ اس آدمی نے سارا سامان بندرگاہ پر اتار دیا، اور انتظار کرنے لگا کہ کوئی جہاز حبشہ جانے والا ملے تو سامان لاد کر وہ لیجائے۔ قریش کو اس واقعہ کی خبر لگ گئی، لہٰذا فوراً انہوں نے کچھ آدمی دوڑائے جہاز والے کا نام باقوم تھا۔ یہ لوگ جا کر اس سے ملے اور اسے اپنی ضرورت بتائی۔ وہ بخوشی اپنا سارا سامان بیچنے پر تیار ہو گیا۔ نیز اس نے انہیں بتایا کہ میں ایک ماہر معمار بھی ہوں۔ اَب کیا تھا۔ ان کو تو کاریگر کی تلاش تھی ہی، اور بیٹھے بٹھائے ایک اچھا کاریگر مل رہا تھا۔ چنانچہ انہوں نے کہا، اچھا تو آپ بھی ساتھ چلیئے، اور اس اہم کام میں ہمارا ہاتھ بٹائیے۔

Marfat.com

باقوم نے جاکر کعبہ کو دیکھا۔ پھر اس نے کہا، اس کی تعمیر تو بہت آسان ہے البتہ صحن میں کچھ ستون کھڑے کئے جائیں گے، تاکہ چھت پڑ سکے۔ اس طرح عمارت محفوظ رہے گی۔ پھر آندھی کے جھونکے آئیں یا سیلاب کے تھپیڑے، سب سے محفوظ رہے گی۔ خود ان کی بھی یہی خواہش تھی۔ اس لئے کہنے سے پہلے ہی یہ منظور تھی۔ مکّہ میں ایک مصری آدمی رہتا تھا۔ قبطی نسل کا۔ صُلیح اس کا نام تھا۔ لکڑی کے کام میں وہ ماہر تھا، اسلئے باقوم کی مدد کے لیئے وہ بھی بلا لیا گیا۔

اس کے بعد قریش نے کعبہ کے الگ الگ حصّے کیئے اور آپس میں بانٹ لیئے کہ اس کو ڈھانے میں ہر قبیلہ کا ہاتھ رہے اور تعمیر کے شرف سے بھی کوئی محروم نہ رہے۔

اب ڈھانے کا وقت آگیا...... لوگ پھر لرز اُٹھے۔ جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ پھر وہ شش و پنج میں پڑ گئے، ڈھائیں ؟ نہ ڈھائیں ؟ کیا کریں ؟ ابرہہ کا حشر یہ لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے۔ جو کعبہ کو ڈھانے کے ارادے سے نکلا تھا۔ پورے لاؤ لشکر کے ساتھ آیا تھا۔ لیکن نہ کعبہ تک پہنچ سکا اور نہ واپس جا سکا۔ پورے لشکر کے ساتھ تہس نہس ہو گیا۔ اس واقعہ کو ابھی زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا۔ اس کی ہلاکت و بربادی کا عبرتناک منظر لوگوں کی نگاہوں کے سامنے آجاتا۔ اور وہ سہم جاتے۔ لیکن انکا مقصد ڈھانا نہیں تھا، بنانا تھا۔ چنانچہ نمازیں پڑھیں، قربانیاں کیں، دُعائیں مانگیں، التجائیں اور مناجاتیں کیں۔ پھر ایک آدمی آگے بڑھا۔ خوف سے اس کا جسم کانپ رہا تھا۔ وہ تھا وَلید بن مغیرہ۔ لرزتے ہاتھوں سے اس نے کُدال پکڑی اور ایک ستون ڈھا دیا!

ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا، اور لوگ چُپ چاپ کھڑے دیکھ رہے تھے، انہیں انتظار تھا کہ دیکھیں وَلید کا کیا حشر ہوتا ہے ؟ اور وہ کس بلا

Marfat.com

ہیں گھرتا ہے؟ رات گزر گئی۔ نئی صبح بھی نمودار ہوگئی۔ لیکن ولید کو کچھ نہ ہوا۔ اِس پر کوئی بھی آفت نہ آئی! اَب قریش کی ہمت بندھی، اور دِل کو اطمینان ہوا، اور انھوں نے کعبہ کی عمارت ڈھانی شروع کر دی۔

ڈھانے میں سب نے حصّہ لیا اور پتھروں کو ہٹانے میں بھی سب شریک رہے۔ ڈھاتے ڈھاتے وہ ایک سبز چٹان پر پہنچے۔ اس پر بھی کدالیں ماریں، مگر کدالیں چھٹک چھٹک گئیں، اور چٹان جُوں کی توں رہی۔ پھر وہی نئی عمارت کی بنیاد بنی۔

قریب ہی پہاڑیوں کا سِلسلہ تھا۔ وہاں سے وہ پتھر ڈھو ڈھو کر لائے، اور نئی عمارت بنانے لگے۔ آپؐ اور آپؐ کے سارے چچا اس کام میں پیش پیش تھے۔ دیکھتے دیکھتے محکم دیواریں کھڑی ہو گئیں۔

کعبہ کی پرانی دیوار میں مشرق کی طرف ایک کالا پتھر تھا، اور اب بھی ہے اِس کو "حجرِ اَسوَد" یعنی "کالا پتھر" ہی کہتے ہیں۔ عرب اسے بہت متبرک سمجھتے تھے۔ اِسلام میں بھی اس کا خاص مقام ہے۔ کعبہ کا طواف کرتے ہیں، تو ہر طواف اسی پتھر سے شروع کرتے ہیں، نیز اسے بوسہ بھی دیتے ہیں۔

قریش نے دیوار کچھ اُونچی کرلی۔ اَب حجرِ اَسوَد رکھنے کا وقت آیا، تو سوال پیدا ہُوا کہ یہ شرف کس کے حصّہ میں آئے؟ کون اسے اس جگہ پر رکھے؟ کوئی قبیلہ بھی اِس شرف سے محرُومی پر تیار نہ تھا۔ ہر ایک یہ سعادت خود حاصل کرنا چاہتا تھا، اور دوسروں کے مقابلے میں اپنے کو زیادہ حقدار سمجھتا تھا۔

چنانچہ ایک ہنگامہ اُٹھ کھڑا ہُوا۔ لوگوں میں نوک جھونک ہوتی رہی اختلاف بڑھتا گیا، اور حالات بگڑتے گئے۔ وہ دِل جو اَب تک جڑے ہوئے تھے۔ اور اللہ کے گھر کے نام پر شیر و شکر ہو گئے تھے۔ پھٹنا

Marfat.com

شروع ہو گئے اور ان میں نفرت و عداوت کی آگ سلگنے لگی۔

پانچ راتیں گزر گئیں، اور ہنگامہ برپا رہا۔ نہ کوئی بات طے ہوتی اور نہ کسی رائے پر اتفاق ہوتا۔ حالات نہایت سنگین ہو گئے اور لوگ لڑنے مرنے کے لیئے تیار ہو گئے۔ بنی عبدُالدار اور بَنی عَدِی دو مشہور قبیلے تھے۔ انہوں نے آپس میں گٹھ جوڑ کر لیا، اور دونوں نے عہد کیا کہ یہ شرف کسی حال میں ہاتھ سے نہ جانے دیں گے۔ کسی اور قبیلے کو اس کے قریب نہیں پھٹکنے دیں گے۔ عرب میں دستور تھا، کہ جان دینے کا عہد کرتے تو پیالہ میں خون بھر کر رکھتے اور عہد کرنے والے اس میں اپنا ہاتھ ڈبوتے۔ انہوں نے اس موقع پر یہ رسم بھی ادا کی، پھر تلواریں میان سے باہر آگئیں اور یہ ہوا کہ اب اس جھگڑے کا فیصلہ تلوار کرے گی۔ اس وقت اَبُوامیّہ بن مُغیرہ اُٹھا۔ یہ قریش کا سب سے بوڑھا آدمی تھا۔ ہر ایک اس کا ادب و احترام کرتا، اور اس کی بات کے آگے سَر جھکا دیتا۔ اس نے بڑی مِنّت سماجت کی، اور کہا:

"میرے بھائیو! عزت اور سرداری میں تم سب کا رُتبہ برابر ہے۔ بلاوجہ آپس میں لڑو جھگڑو نہیں۔ نفرت اور عداوت کی آگ نہ بھڑکاؤ۔ عقل و ہوش سے کام لو اور میری بات مانو پہلا قریشی جو "بابُ الصّفا" سے داخل ہو کر آئے۔ اس کا فیصلہ اِس پر چھوڑ دو۔"

یہ رائے سب نے مان لی۔ کعبہ کے گرد حرم شریف کی چہار دیواری ہے۔ اِس کے دروازوں میں سے ایک کا نام بابُ الصّفا ہے، کیونکہ یہ صفاء پہاڑ کی طرف پڑتا ہے۔ سَب نے نگاہیں بابُ الصّفا پہ گاڑ دیں، اور انتظار کرنے لگے کہ دیکھیں ان کی قسمت کا فیصلہ کس کے ہاتھ میں جاتا ہے اور وہ کس طرح اس گتھی کو سلجھاتا ہے۔ رَب کا کرشمہ دیکھو، تھوڑی

Marfat.com

ہی دیر بعد ایک خوبصورت جوان بابُ الصفاء سے نمودار ہوتا ہے۔ وہ تیزی سے چلا آرہا ہے۔ دیکھتے ہی سب چیخ پڑتے ہیں:

"امین! امین! محمدؐ امین کا فیصلہ تسلیم!"

کتنا اعتماد تھا قوم کو اس جوان پر! پوری قوم میں کوئی نہیں جسے اس کی دیانتداری میں شبہ ہو! کوئی نہیں جسے اس کا فیصلہ ماننے میں تامل ہو! دیکھنا ہے، آج اِس نازک موقع پر وہ کیا کردار پیش کرتا ہے!

لوگ بے تابی سے آگے بڑھے، اور آپؐ سے فیصلہ چاہا آپؐ نے فرمایا، "ایک کپڑا لاؤ" کپڑا آیا تو آپؐ نے اسے پھیلا دیا۔ پھر حجرِ اَسْوَدْ اُٹھایا، اور اِس پر رکھ دیا۔ پھر فرمایا:

"ہر قبیلہ کا سردار ایک ایک کونہ پکڑے اور سب مِل کر اٹھائیں۔"

چنانچہ قبیلوں کے سردار آگے بڑھے۔ انہوں نے کپڑے کے کونے پکڑے اور جس جگہ پتھر لگانا تھا، وہاں تک لے آئے۔ پھر آپؐ نے اسے خود اٹھایا۔ اور اس کی جگہ رکھ دیا۔ لوگ خوشی سے اُچھل پڑے اور ہر طرف مسرت و شادمانی کی لہر دوڑ گئی۔ کتنا پیچیدہ تھا یہ مسئلہ! اور کتنی آسانی سے حل ہوگیا۔ ہر ایک کی ناک رہ گئی، اور کوئی اِس شرف سے محروم نہ رہا۔

آپؐ کی حکمت اور دانائی سے ایک زبردست فتنہ دب گیا، اور قوم انتہائی تباہ کُن خانہ جنگی سے بال بال بچ گئی۔ دُشمنی و عداوت کے شعلے بجھ گئے، اور سب پہلے کی طرح شیر و شکر ہوگئے۔

پھر قریش نے کعبہ کی تعمیر مکمل کی۔ ستونوں پہ چھت ڈال دی، اور اندر جانے کے لیئے ایک دروازہ کھول دیا، جہاں بتوں کا مہاراجہ ہُبل براجمان تھا!!

Marfat.com

اِس وقت تک عمر مبارک کی ۳۵ بہاریں گزر چکی تھیں۔

آپ نے دیکھا، محمدؐ کتنے سچے تھے! قوم میں کس قدر محبوب تھے! بے داغ سیرت! پاکیزہ طبیعت! ہر ایک آپؐ کی عزت کرتا، اور جو کچھ فرماتے اسے تسلیم کرتا۔

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ○ (القلم: ۴)

"اور بیشک تم عظیم کردار کے مالک ہو"

Marfat.com

مُحمّدؐ عربی
صلی اللہ علیہ وسلم

خُدا کی آواز

Marfat.com

اندھیرے میں چار جگنو!

شب پرستوں کا شرمناک سلوک۔

غارِ حرا میں حقیقت کی تلاش۔

صدمے پر صدمے۔

غلام کی قسمت جاگ اُٹھی۔

علیؓ آفتاب رسالت کے سایہ میں۔

آثارِ نبوت کا ظہور۔

حضرت جبریلؑ کی آمد اور آپؐ کا اضطراب۔

بی بی خدیجہؓ کی دلجوئی اور ایمان میں پیش قدمی۔

ورقہ بن نوفل سے ملاقات۔

وحی کا رُک جانا۔

وحی کا آنا اور پھر رُک جانا۔

تسلی کا پیارا انداز۔

علیؓ اور زیدؓ ایمان کی گود میں۔

ابوبکرؓ قافلۂ حق کے ساتھ۔

مسلمان اور تبلیغِ اسلام۔

ابوطالب اسلام کے حامیوں میں۔

قریش کی شرارتیں۔

Marfat.com

وَاِذْ بَوَّأْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ

اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْئًا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ

لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ

السُّجُوْدِ ٥

"وہ وقت بھی یاد کرو، جب ہم نے ابراہیمؑ کے لیئے اس گھر کی تجویز کی۔ ہدایت یہ تھی کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا۔ اور میرے گھر کو پاک رکھنا، طواف کرنے والوں، قیام کرنے والوں، اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیئے۔" (الحج: ۲۶)

Marfat.com

عرب کے لوگ حضرت ابراہیم عَلَیہِ السّلام کے دین کو چھوڑ چکے تھے، اُن کے پیغام کو بھول چکے تھے اَور مُورتیوں کی پُوجا کرنے لگے تھے۔ لیکن قریش کے کچھ لوگوں کو اس گمراہی کا احساس ہُوا۔ چنانچہ انہوں نے شرک و بُت پرستی کے خلاف آواز اُٹھائی۔ اور لوگوں کو حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا دیا ہوا سبق یاد دلایا۔ مکّہ والوں سے انہوں نے کہا:

قریش کے لوگو! اِبراہیم علیہ السّلام کے بیٹو! اللہ کا گھر پاک کرو۔ کعبہ میں تم نے جو مُورتیاں رکھ چھوڑی ہیں، انہیں توڑ پھوڑ ڈالو، وہ تو بالکل بے جان ہیں۔ نہ سُن سکیں، نہ دیکھ سکیں۔ اُن کو پوجنے سے فائدہ کیا؟ تم ان کا طوَاف کرتے ہو! ان پر چڑھاوے چڑھاتے ہو! ان کے نام کی قربانیاں کرتے ہو! بھائیو! اِس دین کے بجائے کوئی اَور دین تلاش کرو۔ بھائیو! تورَیت اَور انجیل میں ایک نبی کا ذکر آیا ہے۔ وہ نبی تمہارے ہی اندر ہوگا۔ وہ بس آنے ہی والا ہے۔ یہودی عالم، عیسائی پادری اَور کاہن سب یہی کہتے ہیں۔ لہٰذا تم اپنے آپ سے توبہ کر لو۔ اَور ابھی سے اس کا انتظار کرو۔ دنیا میں کامیاب ہوگے، اَور آخرت میں بھی نِہال رہوگے۔"

اس وقت یہ بالکل ایک نئی آواز تھی۔ قریش کے کان کھڑے ہو

Marfat.com

گئے کہ یہ کون لوگ ہیں؟ دیکھتے ہیں تو عمر بن نفیل کے بیٹے زیدؓ ہیں۔ نوفل کے بیٹے ورقہ ہیں۔ حارث کے بیٹے عثمانؓ ہیں اور جحش کے بیٹے عبیدؓ ہیں۔

یہ سب اپنی قوم کی بزرگ اور قابلِ قدر ہستیاں تھیں۔ لوگ ان کی عزت کرتے تھے۔ ہر شخص جانتا تھا کہ یہ چاروں آدمی دینِ ابراہیمی کے پیرو ہیں۔ انہوں نے شراب اور جوئے کو اپنے اوپر حرام کر رکھا ہے۔ بُت پرستی سے سخت بیزار ہیں۔ بیچاری لڑکیوں کے لئے سراپا رحمت ہیں۔ اگر سن لیتے ہیں، کہ کوئی شخص اپنی معصوم بچی کو زندہ گاڑنے جا رہا ہے، محض مفلسی اور تنگدستی سے ڈر کر، یا باعثِ ننگ و عار سمجھ کر، تو یہ فوراً جاکر اسے کسی طرح حاصل کر لیتے ہیں۔ اور خود اس کی پرورش کرتے ہیں۔ جوان ہونے پر باپ کی طبیعت راغب ہو تو پھر واپس بھی کر دیتے ہیں۔

یہ سب کچھ سہی، لیکن بھلا قریش کو یہ کب گوارا ہو سکتا تھا۔ کہ یہ لوگ ایسی نامانوس صدا بلند کریں! وہ یہ کیوں کر برداشت کر سکتے تھے کہ اُن کے مذہب پر کھلم کھلا تنقید کی جائے۔ اور اسے غلط ٹھہرایا جائے۔ اُن کی مورتیوں کا کھنڈن کیا جائے۔ اور ان کی بے بسی کا چرچا کر کے دلوں کو اُن سے بیزار کیا جائے!

اسی طرح کی پوجا پاٹ اور نذر و نیاز میں ان کی عمریں گزر گئی تھیں۔ یہی اُن کے معبود تھے، جن کو وہ باپ دادا سے پوجتے آئے تھے۔ کیا وہ انہیں چھوڑ دیں؟ یہ تو وہ کبھی سوچ بھی نہ سکتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے نفرت سے منہ پھیر لیئے۔ اور حقارت سے کان بند کر لیئے۔ پھر اسی پر بس نہ تھا۔ بہتوں نے گالیاں بھی دیں، طعنوں کے بھی تیر چلائے۔ تمسخر کے بھی خنجر جھونکے۔ اور جتنا ہو سکا، جسم و روح پر زخم لگائے۔

Marfat.com

اِسی طرح ایک زمانہ گزر گیا۔ کوئی تو ہجرت کر گیا۔ اور کوئی عیسائی ہو گیا۔ دینِ ابراہیمؑ پر صِرف زیدؓ رہ گئے۔ وہ کعبہ کی دیوار سے لپٹ کر روتے اور کہتے :

"خدایا! اگر میں جانتا کہ تجھے کون سا طریقہ پسند ہے، تو اُسی کو اپناتا۔ مگر مجھے معلوم نہیں۔"

پھر بے اختیار وہ سجدے میں گر پڑتے۔

Marfat.com

چاروں بزرگوں نے اپنے عقیدے کا اعلان کر دیا۔ جو سمجھا اسے صاف صاف بیان کر دیا۔ اِس پر قریش نے ان کا خُوب مذاق اُڑایا۔ وہی لوگ جو اَب تک خوبیوں میں بے مثال اَور شرافت و انسانیت کا معیار تھے، اُنھی میں اَب کیڑے ہی کیڑے دِکھائی دینے لگے۔ عیب ہی عیب نظر آنے لگے۔ انہیں کیا خبر تھی کہ ایک جوان اَور ہے، جو اُن کی آنکھوں کا تارا اور دِل کا سہارا ہے۔ جو اُن کو دِل سے عزیز اَور جان سے بھی پیارا ہے۔ وہ بھی انہی کا ہم خیال اَور انہی کے دین کا علمبردار ہے۔ ہاں، اس نے ابھی اعلان نہیں کیا ہے۔ کیونکہ ابھی وہ خوُد ہی تنہائیوں میں پڑا سوچ رہا ہے، اَور حقیقت کی تلاش میں سرگرداں ہے!

مکہ سے چھ میل پر حِرا نامی ایک پہاڑ ہے۔ اِس میں ایک غار ہے، جو غارِ حِرا کے نام سے مشہور ہے۔ محمدؐ اسی غار میں چلے جاتے۔ کئی کئی دن، اَور کئی کئی راتیں وہیں رہتے۔ جس حقیقت کے لیئے آپؐ بے تاب تھے اس کا انکشاف کرتے اَور جس معرفت کی آرزو تھی، اُس کی تلاش کرتے۔

وہاں نہ انسانوں کا شوروغل ہوتا، نہ دُنیا کے ہنگامے۔ بالکل تنہائی اَور خاموشی کا عالم ہوتا۔ آپؐ وہیں غورو فکر میں مصرُوف رہتے۔ اَور جو کچھ رُوکھا سُوکھا میسر ہوتا، اُسی پر قناعت کرتے۔ یہ تھے آپؐ کے دن! اور یہ تھیں آپؐ کی راتیں!! فکر و خیال

Marfat.com

کی پہنائیوں میں غوطے لگاتے۔ ذہن و دماغ کی گہرائیوں سے پتہ پوچھتے جو حق معلوم ہوتا، شوق کے ہاتھوں سے پکڑ لیتے اور جو باطل معلوم ہوتا، اسے ذہن سے کھرچ دیتے۔

یہ دنیا جس میں ہم رہ رہے ہیں، اس کی حقیقت کیا ہے؟ یہ ایک سوال تھا، جس کا جواب پانے کے لئے آپؐ سخت بے چین تھے۔

سال پر سال گزرتے رہے۔ اور آپؐ کا یہی حال رہا۔ آئے دن غار میں جاتے رہتے اور جب رمضان کا مہینہ آتا، تو بالکل ہی یکسو ہو جاتے۔ اور رات و دن وہیں رہتے! معمول تھا کہ غار سے جب مکہّ واپس ہوتے، تو سب سے پہلے آپؐ کعبہ جاتے، اور اُس کا طواف کرتے۔

پھر بال بچوں میں آتے۔ بی بی خدیجہ بہت ہی پیار اور محبّت سے پوچھتیں:

"محمدؐ! خیریت تو ہے؟"

آپؐ فرماتے:

"ہاں! خُدا کا شکر ہے۔"

پھر بچےّ آپؐ کو گھیر لیتے۔ جو بہت چھوٹے ہوتے، وہ لپٹ جاتے۔ اور جو بڑے ہوتے وہ باتیں کرتے۔ بڑے بھولے پن سے وہ پوچھتے:

"آپؐ کہاں تھے ابا جان؟! آپؐ کے ساتھ ہم بھی چلیں گے!!"

آپؐ اُن کو گود میں اٹھا لیتے۔ پیار کرتے۔ محبت سے سر پر ہاتھ پھیرتے۔ میٹھی میٹھی باتیں کرتے۔ اور فرماتے:

Marfat.com

"اچھا کبھی تم بھی چلنا۔"

آپؐ کچھ وقت بال بچوں میں گزارتے۔ اُن کی پیاری پیاری باتوں سے خوش ہوتے۔ اُن سے ہنس بول کر سکون پاتے اور اُن کی معصوم اداؤں میں گلگشت کے مزے لوٹتے۔ پھر غارِ حرا لوٹ جاتے۔

لیکن .... یہ مبارک گھڑیاں، اور یہ خوشی کے لمحے جلد ہی بیت گئے۔ آپؐ کے سب بیٹے ایک ایک کرکے اللہ کو پیارے ہو گئے۔ قاسم طیّب اور طاہر سب اللہ سے جا ملے۔ زخم پر زخم لگتے رہے لیکن آپؐ صبر کرتے رہے۔ بچپن میں تو یتیمی کا دکھ اُٹھایا۔ بڑے ہوئے تو جگر گوشوں کا غم کھایا۔

اب صرف آپؐ کی بیٹیاں رہ گئیں۔ بیٹیاں صرف چار تھیں۔ زینبؓ، رُقیہؓ، اُمِّ کلثومؓ اور فاطمہؓ۔

زینبؓ جوان ہوئیں، تو اُن کی شادی ابو العاص سے کردی۔ یہ بی بی خدیجہؓ کے بھانجے اور ربیع کے بیٹے تھے۔ پھر رُقیہؓ اور اُمِّ کلثومؓ کی شادی عُتبہ اور عُتیبہ سے کردی۔ یہ دونوں ابولہب کے بیٹے تھے۔

آپؐ کے ساتھ اب صرف فاطمہؓ رہ گئیں۔ پیاری اور ننھی فاطمہؓ۔

آپؐ بیٹوں سے تو محروم ہو گئے۔ لیکن قسمت سے دو بچے مل گئے۔ بہت ہی ہونہار اور سعادت مند، لائق اور وفاکیش! چنانچہ اب وہ دونوں آپؐ کے بیٹے تھے، اور آپؐ اُنکے باپ! بی بی خدیجہؓ کے ایک بھتیجے تھے حکیم بن حزام۔ ایک روز بی بی خدیجہؓ اُن سے ملنے گئیں۔ پھر واپس ہوئیں، تو ایک غلام بھی

Marfat.com

ساتھ لائیں۔ غلام بہت ہی خوبصورت اور ناز و نعمت کا پروردہ تھا۔
آپؐ نے فرمایا:
"یہ کیسا لڑکا ہے خدیجہ؟"
وہ بولیں:
"حکیم، میرے بھتیجے ہیں، شام سے کچھ غلام لائے
تھے ایک مجھ کو بھی دے دیا۔"
آپؐ نے فرمایا:
"بخدا اس کے چہرے پر شرافت کی چمک ہے۔
عقل و ذہانت کے بھی آثار ہیں۔"
وہ بولیں:
"کہا جاتا ہے کہ یہ بہت ہی ناز و نعمت کا پلا ہوا
ہے۔ اتفاق سے بنی قین کے ہاتھ لگ گیا۔ اور انہوں نے
اسے حباشہ کے بازار میں بیچ دیا۔"
آپؐ نے غلام کو بہت ہی پیار اور محبت سے دیکھا۔ پھر
پوچھا:
"بیٹے! تمہارا کیا نام ہے؟"
وہ بولا:
"میرا نام زید ہے۔"
آپؐ نے فرمایا:
"سلسلۂ نسب کیا ہے؟"
اس نے جواب دیا:
"میرے والد کا نام حارثہ، دادا کا نام شرحبیل
اور پردادا کا نام کعب ہے۔ اور میری ماں کا نام

Marfat.com

سُعدیٰ ہے۔ وہ ثعلبہ کی بیٹی ہیں اور قبیلہ طیٔ سے ہیں۔"

آپؐ نے بی بی خدیجہؓ سے فرمایا:

"کیا اب یہ غلام میرا نہیں ؟!"

وہ بولیں:

"ہاں ہاں، کیوں نہیں، چچا کے بیٹے! یہ تو آپؐ ہی کا ہے۔"

آپؐ نے اسی وقت غلام کو آزاد کر کے اپنا بیٹا بنا لیا! پھر اسکے ماں باپ کے پاس ایک آدمی بھیج دیا، تاکہ ان کو اطمینان ہو جائے کہ ان کا بیٹا خیریت سے ہے۔

اطلاع پاتے ہی زیدؓ کے باپ اور چچا مکہ آئے اور انہوں نے آپؐ سے درخواست کی۔ کہ:

"ہم سے منہ مانگے دام لے لیجئے۔ مگر بیٹے کو چھوڑ دیجئے۔"

آپؐ نے فرمایا:

"اور کوئی مشکل ؟!"

وہ بولے:

"وہ کیا ؟!"

آپؐ نے فرمایا:

"مَیں بُلاتا ہوں، اور اس کی خوشی پر چھوڑتا ہوں، اگر وہ ساتھ جانا پسند کرے، تو آپ لوگ اِسے لیجائیں مجھے دام دینے کی بھی ضرورت نہیں۔ لیکن اگر اِس نے میرے ہی ساتھ رہنا پسند کیا، تو پھر میں بھی اِسے نہیں

Marfat.com

چھوڑ سکتا۔"

انہوں نے کہا:

"قربان جائیے۔ اس لُطف و کرم پہ! اس سے عُمدہ بات کیا ہوگی؟"

چنانچہ آپؐ نے زیدؓ کو بلایا، اور فرمایا:

"دیکھو، یہ دو مہمان آئے ہیں۔ کیا انہیں تم پہچانتے ہو؟"

زیدؓ نے کہا:

"ہاں، ہاں، یہ تو میرے باپ اور چچا ہیں۔"

آپؐ نے فرمایا:

"تمہاری خوشی پر ہے۔ چاہو تو ان کے ساتھ گھر چلے جاؤ۔ اور اگر دل چاہے تو میرے ہی پاس رہ جاؤ۔"

بچہ فوراً آپؐ سے لپٹ گیا، اور بولا:

"نہیں نہیں۔ میں تو آپؐ ہی کے ساتھ رہوں گا۔"

یہ سُننا تھا کہ زیدؓ کا باپ حارثہ غصہ سے لال ہوگیا۔ کڑک کر بولا:

"زیدؓ! ماں، باپ اور قوم و وطن کو چھوڑ کر تو غلامی پر راضی ہے؟!"

زیدؓ نے کہا:

"معاف کیجئے گا۔ انہوں نے مجھے غلام نہیں بنایا ہے پھر ان میں تو وہ وہ خوبیاں ہیں کہ میں انہیں کبھی نہیں

Marfat.com

چھوڑ سکتا۔"

اِسی وقت آپؐ نے زَیدؓ کا ہاتھ پکڑا۔ لے کر قریش کے پاس آئے۔ اور فرمایا:

"آپؐ لوگ گواہ رہیں، آج سے یہ میرا بیٹا ہے۔
یہ میرا وارث ہوگا اور میں اس کا وارث ہوں گا۔"

حارثہ نے یہ منظر دیکھا تو خوشی سے اُچھل پڑا، اور بیٹے کو آپؐ ہی کے پاس چھوڑ کر چلا گیا۔

تھوڑے ہی عرصہ بعد چچیرے بھائی علیؓ بھی آپؐ کی پرورش میں آ گئے۔ اس طرح زَیدؓ اور علیؓ دونوں ساتھ رہنے لگے۔ اور آپؐ کے لاڈ پیار میں زندگی کی ساری تلخیاں بھول گئے۔

ایسا کیوں ہوا؟ بات یہ تھی کہ ابُوطالبؓ کے یہاں بال بچوں کی کثرت، لیکن دولت کی قلت تھی۔ بڑی مصیبتوں سے گزارا کرتے۔ نہ جانے کن کن دِقتوں سے دِن کاٹتے۔ اِس پر غضب یہ کہ عَرب میں ایک دفعہ بڑے زور کا قحط پڑا۔ ایسا قحطُ جو اپنی مثال آپؐ تھا۔ ابُوطالبؓ کا تو پوچھنا ہی کیا؟ بڑے بڑے رئیسوں کی کمر ٹوٹ گئی، اور نہ جانے کتنے دولت مند کنگال ہو گئے۔ آپؐ کے ایک اور چچا عباسؓ تھے۔ یہ بنی ہاشم کے رئیسوں میں تھے۔ آپؐ نے اسی موقع پر ان سے کہا:

"ہم دونوں چچا ابُوطالبؓ کے دو لڑکوں کو اپنی پرورش میں لے لیں۔ اس سے ان کی پریشانیوں میں کچھ کمی ہو جائے گی۔"

عباسؓ نے یہ رائے پسند کی۔ چنانچہ دونوں ابُوطالبؓ کے پاس گئے اور ان کے سامنے اپنی بات رکھی۔ ابُوطالبؓ نے کہا:

Marfat.com

"جن کو چاہو، لے لو"

اِس طرح عباس رضؓ نے جعفرؓ کو لے لیا۔ اور آپؐ نے علی رضؓ کو۔
اور اس وقت سے آپؐ علیؓ کے شفیق باپ بن گئے۔ اور علی رضؓ آپؐ
کے چہیتے بیٹے۔

Marfat.com

پیارے نبیؐ کی چالیسویں سالگرہ قریب آ گئی!

اب آپؐ پر وہ حقیقت کھلنی شروع ہو گئی، جس کی آرزو میں آپؐ جی رہے تھے۔ جس کی برسوں سے تلاش تھی۔ اور جس کے لیے آپؐ انتہائی بے تاب تھے۔ سالہا سال کی عبادت اور ریاضت سے روح میں روشنی پھوٹ پڑی۔ دِل آئینہ کی طرح چمک اُٹھا۔ باطن یکایک دمک اُٹھا۔ اور آپؐ پر ہدایت کا الہام ہونے لگا۔

آپؐ کو سچے خواب نظر آنے شروع ہو گئے۔ اُن سے آپؐ پر حقیقت کھل گئی اور تاریکی کے وہ پردے تار تار ہو گئے۔ جنہیں چاک کرنے کے لیے آپؐ مسلسل زور لگا رہے تھے۔ آپؐ کے سامنے حق و ہدایت کی شاہراہ روشن ہو گئی اور آپؐ نے محسوس کیا کہ دُنیا کی رنگینی چار دن چاندنی ہے، اور یہاں کی راحتیں اور لذتیں وقتی اور فانی ہیں۔

آپؐ کو اندازہ ہوا، قوم کتنی غلط باتوں میں گرفتار ہے۔ اس کے عقیدوں میں کتنا بگاڑ ہے، اور وہ سیدھی راہ سے کتنی دُور ہے۔

آپؐ یہ جان گئے کہ تنہا اللہ ہی سب کا معبود ہے۔ اس کا کوئی شریک اور ساجھی نہیں۔ سارے انسان اسی کے بندے ہیں۔ زمین و آسمان بھی اسی کے تابع ہیں اور وہ سب کو اِس کے کیے کا بدلہ دے گا۔ ذرہ برابر نیکی ہوگی، وہ بھی سامنے آئے گی اور بدی ہوگی، وہ بھی سامنے آئے گی۔

Marfat.com

آپ کو برابر سچے خواب دکھائی دینے لگے۔ اس طرح جو باتیں جاننے کے لئے آپ بے چین تھے۔ اور جن کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے آپ تڑپ رہے تھے۔ اب وہ سورج، چاند کی طرح روشن ہو گئیں۔ حق بالکل عیاں ہو کر نظروں کے سامنے آگیا اور باطل کی بھی ساری حقیقت آپ پر واضح ہو گئی۔ اس سے آپ کو بے حد خوشی ہوئی۔ دل گلاب کی طرح کھل اٹھا اور سینہ نورِ ایمان سے دمک اٹھا۔ لیکن ساتھ ہی گھبراہٹ طاری ہوئی۔ اور خوف و دہشت سے برا حال ہو گیا۔

آپ کو ایک زمانہ سے حقیقت کی تلاش تھی۔ اس حقیقت کو پاکر آپ کو بے حد خوشی ہوئی۔ لیکن اس کا اعلان کرنے پر قوم کا کیا رویہ ہو گا؟ یہ سوچ کر آپ گھبرا اٹھے۔ اور خوف سے دل لرزنے لگا۔

اللہ نے آپ کو ہدایت دی! آپ کو وہ راہ سجھائی، جو اس کے نیک بندوں کی راہ ہے۔ لیکن قوم تو گمراہی کے دلدل میں پھنسی ہے۔ اسے ہدایت کی شاہراہ پر کون لائے گا؟ باطل سے اسے بیزار کون کرے گا!! اور حق کو اس کے دل میں کون اتارے گا!!

جب خواب صبح کی طرح روشن ہو جاتا، اس کی تعبیر کھل کر سامنے آجاتی اور نامعلوم باتیں بھی معلوم ہو جاتیں، تو آپ بہت فکر مند ہوتے ذہن میں طرح طرح کے خیالات گونجنے لگتے۔ اور آپ کو اپنے بارے میں شبہ ہونے لگتا۔ چنانچہ آپ نے خدیجہؓ کو سارا حال کہہ سنایا، اور دل پر جو بیت رہی تھی، وہ بھی بتایا۔ خدیجہؓ نے ساری باتیں توجہ سے سنیں۔ پھر آپ کی ڈھارس بندھائی، بولیں:

"میرے سرتاج! آپ فکر نہ کریں۔ آپ جیسے پر شیطان

Marfat.com

کہاں راہ پاسکتا ہے؟"

اس سال رمضان آیا، تو آپؐ پھر غارِ حرا چلے گئے، اور ہر چیز سے ہٹ کر غور و فکر اور عبادت میں لگ گئے۔ کسی کسی وقت گھر والے بھی آ جاتے۔ وہ آپؐ کو دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتے، اور کچھ کھانا پانی بھی رکھ جاتے۔ غریب محتاج بھی آتے رہتے اور آپؐ کی سخاوت سے سیراب ہوتے۔

یونہی رمضان کے کچھ دن گزر گئے۔ ایک روز آپؐ غار میں آرام فرما رہے تھے۔ صبح کا وقت تھا۔ اچانک ایک فرشتہ دکھائی دیا۔ انتہائی حسین و جمیل فرشتہ ہاتھ میں ایک ریشم کا ٹکڑا بھی تھا۔ فرشتے نے کہا:

اِقْرَأْ: پڑھو۔

آپؐ بہت گھبرائے، فرمایا:

مَا اَقْرَأُ: مجھ سے پڑھنا نہیں آتا۔

اب آپؐ کو ایسا محسوس ہوا، جیسے وہ گلا گھونٹ رہا ہو اور جسم مبارک کو بھینچ رہا ہو۔ پھر اس نے چھوڑ دیا اور کہا:

اِقْرَأْ: پڑھو۔

آپؐ نے فرمایا:

مَا اَقْرَأُ: مجھ سے پڑھنا نہیں آتا۔

یہ کہنا تھا کہ آپؐ کو پھر محسوس ہوا، وہ گلا گھونٹ رہا ہے اور جسم مبارک کو بھینچ رہا ہے۔ پھر اس نے چھوڑ دیا اور کہا:

اِقْرَأْ: پڑھو۔

آپؐ کو اندیشہ ہوا، کہ اگر اس بار بھی وہی جواب دیا تو پھر گلا گھونٹے گا، اور اس بار اور زور سے بھینچے گا۔ چنانچہ فرمایا:

مَاذَا اَقْرَأُ: کیا پڑھوں؟

Marfat.com

فرشتے نے جواب دیا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ ۝

(العلق : ۱-۵)

"پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ پیدا کیا انسان کو خون کی پھٹکی سے۔ پڑھو اور تمہارا مہربان رب ہی ہے، جس نے قلم سے سکھایا۔ انسان کو وہ کچھ سکھایا، جو اسے معلوم نہ تھا"

فرشتہ کے بتانے پر آپؐ نے یہ پڑھا اور پڑھتے ہی ذہن پر نقش ہوگیا۔ پھر فرشتہ چلا گیا۔

اب آپؐ کھڑے ہوئے۔ خوف سے دل بیٹھا جا رہا تھا اور گھبراہٹ سے چہرہ اُترا ہوا تھا۔ آپؐ سہمی سہمی نگاہوں سے غار میں ہر طرف دیکھنے لگے۔ حیرانی اور بدحواسی کا عالم تھا۔ دل ہی دل میں سوچنے لگے۔

ابھی مجھ سے کس نے باتیں کی ہیں؟ کون مجھے پڑھا کر گیا ہے؟! پھر تیزی سے غار سے باہر آئے، اور پہاڑ کی گھاٹیوں سے گزرنے لگے پورا جسم تھر تھر کانپ رہا تھا۔ دل میں بار بار خیال آتا کہ شروع میں جو خواب نظر آئے وہ تو بالکل صحیح نکلے۔ ان سے بہت سی نئی باتیں معلوم ہوگئیں۔ جس چیز کی تلاش تھی، وہ کھل کر سامنے آگئی۔ لیکن وہ کون تھا، جو ابھی یہاں کھڑا تھا؟ وہ کون تھا، جو پڑھنے کو کہہ رہا تھا؟!

اچانک ایک آواز آئی، محمدؐ!

Marfat.com

آپؐ دھک سے ہو گئے۔ گھبرا کر سر اُوپر اٹھایا، دیکھا تو وہی فرشتہ آدمی کی صورت میں کھڑا تھا، اور پکار کر کہہ رہا تھا:

"محمدؐ! تم اللہ کے رسول ہو اور میں جبریلؑ ہوں۔"

آپؐ کی گھبراہٹ اور بڑھی۔ خوف سے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور دہشت سے قدم رُک گئے۔ کبھی دائیں طرف آپؐ دیکھتے اور کبھی بائیں طرف، کہ یہ صورت نظروں سے اوجھل ہو۔ لیکن جدھر دیکھتے، وہی نظر آتا۔ جدھر رُخ کرتے۔ وہی موجود ہوتا، آگے بڑھیں، یا پیچھے ہٹیں، نظریں نیچی کریں یا اُوپر اُٹھائیں، ہر طرف اور ہر جگہ وہی تھا۔

دیر ـــــ بہت دیر، ہو گئی۔ آپؐ یوں ہی تھر تھر کانپتے رہے اور نہ جانے کیا کیا سوچتے رہے۔ ادھر بی بی خدیجہؓ نے غار میں آپؐ کے پاس آدمی بھیجا آپؐ وہاں نہ ملے۔ رشتہ داروں کے ہاں دِکھوایا۔ وہاں بھی نہ تھے۔ یہاں وہاں دوڑایا، لیکن نہ ملنا تھا نہ مِلے۔

پھر فرشتہ چلا گیا، اور آپؐ خدیجہؓ کے پاس آ گئے۔ خوف سے لرزتے ہوئے اور پسینہ میں نہائے ہوئے۔ آتے ہی آپؐ نے فرمایا:

"مجھے کچھ اُڑھا دو! مجھے کچھ اُڑھا دو!"

فوراً بی بی خدیجہؓ نے چادر اُڑھا دی۔ مگر آپؐ کی یہ حالت دیکھ کر وہ بہت گھبرائیں اور دِل میں طرح طرح کے خیالات اُمنڈنے لگے۔ کہ کیا آپؐ کی طبیعت خراب ہو گئی؟ کیا آپؐ کو تپ لرزہ ہو گیا؟ یا کیا آپؐ پر کوئی آفت آ پڑی؟ پھر جب سکون ہُوا۔ خوف کچھ دُور ہوا، اور جسم میں کپکپی میں کمی ہوئی تو بولیں:

"آپؐ تھے کہاں! اور آپؐ کو کیا ہُوا ہے؟!"

آپؐ نے ان کی طرف دیکھا۔ نظروں سے بڑی بے بسی اور

Marfat.com

بے چارگی ٹپک رہی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا، گویا مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہو۔ پھر فرمایا:

"خدیجہؓ! مجھے کیا ہوا؟!!"

اِس کے بعد جو کچھ آپؐ نے دیکھا تھا وہ بیان کیا۔ اور فرمایا:

"مجھے اپنے بارے میں ڈر ہے"

مگر بی بی خدیجہؓ تھیں بہت ہوشیار۔ یہ باتیں سُن کر وہ ذرا بھی نہ گھبرائیں۔ بلکہ انہوں نے آپؐ کو بہت ہی عزت کی نظروں سے دیکھا۔ چہرہ پر یقین و اطمینان کی مسکراہٹ تھی۔ پھر آپؐ کو اطمینان دلایا۔ اور بولیں:

"میرے چچا کے بیٹے! خوش ہو جائیے، اور جو کر رہے ہیں، کرتے رہیے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں خدیجہؓ کی جان ہے۔ آپؐ اس اُمت کے نبی ہوں گے۔ آپؐ تو سچ بولتے ہیں، صلۂ رحمی کرتے ہیں، امانتیں ادا کر دیتے ہیں۔ مجبوروں اور بے کسوں کو سہارا دیتے ہیں۔ مہمانوں کی خاطر تواضع کرتے ہیں۔ حق کے کاموں میں مدد کرتے ہیں۔ بھلا اللہ تعالےٰ آپؐ کو ضائع کیسے کر سکتا ہے؟"

خدیجہؓ کی ان باتوں سے آپؐ کی بہت ڈھارس بندھی۔ ساری بے چینی دُور ہو گئی۔ اور چہرۂ مبارک خوشی سے تمتما اُٹھا۔ آپؐ نے اس دلجوئی پر ان کا شکریہ ادا کیا۔ پھر آنکھیں بند کر لیں۔ اور سو گئے۔

اِدھر بی بی خدیجہؓ نے آپؐ کی باتوں پر غور کیا۔ تو انہیں بے انتہا خوشی ہوئی، لیکن ساتھ ہی کچھ ڈر ہوا۔ کچھ خوف اور اندیشہ ہوا۔ کہ

Marfat.com

یہ بھی اخلاص و محبت کا تقاضا تھا۔ چنانچہ انہوں نے سوچا، چلیں چچیرے بھائی ورقہ کے پاس، کچھ اُن سے پوچھیں شاید وہ کچھ بتائیں۔

یہ وَرقہ، نوفل کے بیٹے، اور انتہائی حکیم اور دانا تھے۔ مختلف مذاہب کو انہوں نے کھنگال ڈالا۔ اور بڑی باریک بینی سے ہر ایک کا جائزہ لیا۔ پہلے یہودیت کی طرف میلان ہوا۔ پھر عیسائیت کو اختیار کیا۔ انجیل پر گہری نظر تھی۔ عربی میں اس کا ترجمہ بھی کرتے تھے۔ خدیجہؓ آئیں۔ ان کو سارا ماجرا سُنایا اور آپؐ پر جو کچھ بیتی تھی، سب کہہ سُنایا۔ سب کچھ سُن کر وہ بولے:

"پاک ہے، پاک ہے..... قسم ہے اس ذات کی جس کی مُٹھی میں وَرقہ کی جان ہے۔ خُدیجہؓ اگر تمہاری بات صحیح ہے، تو یہ وہی ناموس (جبرائیلؑ) ہے، جو موسیٰؑ کے پاس آتا تھا۔ بخدا وہ اس اُمت کا نبی ہوگا۔ اس سے کہو کہ ڈرے نہیں، اور جو کچھ کر رہا ہے، کرتا رہے۔"

اب کیا تھا، بی بی خدیجہؓ خوشی سے بے تاب ہوگئیں۔ آتے ہی بولیں:

"مبارک ہو، مبارک ہو!"

پھر چچیرے بھائی وَرقہ سے جو باتیں ہوئی تھیں وہ سب بیان کیں اور کہا کہ وہ آپؐ سے ملنا چاہتے ہیں۔ پھر اُسی وقت وہ ایمان لے آئیں۔

اس کے بعد آپؐ کعبہ کا طواف کرنے چلے، راستہ میں وَرقہ مل گئے۔ دیکھتے ہی بولے:

آپؐ نے ساری داستان سُنادی۔ وَرقہ نے کہا:

"اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم

Marfat.com

اِس اُمت کے نبی ہو گے۔ یہ وہی نامُوس ہے۔ جو مُوسٰیؑ کے پاس آتا تھا۔ بھتیجے! نبی ہونے کا اعلان کرو گے، تو لوگ جھٹلائیں گے۔ ہر طرح ستائیں گے، گھر سے بے گھر کر دیں گے، جنگ کرنے سے بھی نہ چوکیں گے، کاش اِس وقت میں زندہ رہتا!"

آپؐ نے فرمایا:

"تو کیا لوگ مجھے بے گھر کر دیں گے؟"

وَرقہ نے کہا:

"ہاں، جب بھی کوئی نبی آیا، قوم نے اُس کے ساتھ یہی سلوک کیا۔ اگر وہ دِن دیکھنے نصیب ہوئے، تو ایسی مدد کروں گا کہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔"

پھر سَر مبارک کی طرف بڑھے۔ اور بہت ہی شفقت سے بوسہ دیا۔

اِس کے بعد پیارے نبیؐ لوٹ آئے۔ مگر اَب آپ بہت فکرمند اور اُداس تھے۔ بار بار سوچتے:

"میرے کمزور کاندھوں پر نبوت کا بوجھ آپڑا ہے۔

اِس کا انجام کیا ہوگا؟"

مَیں لوگوں کو کیسے بلاؤں؟ سیدھی راہ کیسے سمجھاؤں؟ یہ تو گمراہ ہیں۔ اور حق سے بدک رہے ہیں۔ خدا سے بیزار ہیں، اور بُتوں کے پرستار ہیں، بدی کے علمبردار ہیں، اور نیکی سے بر سرِ پیکار ہیں۔ پھر غضب ہے .... اس پر انہیں ناز بھی ہے۔

Marfat.com

غرض دل میں خیالات کا ایک طوفان اُٹھا۔ اور آپ وحی کا انتظار کرنے لگے۔

Marfat.com

اَب فرشتہ کا انتظار تھا۔
اسی فرشتہ کا جس کو آپؐ نے دیکھا تھا۔
جسے وَرقہ نے "ناموسِ" مُوسیٰ کہا تھا۔
اَور جسے خدیجہؓ نے بالیقین فرشتہ بتایا تھا۔

آپؐ انتظار کرتے رہے۔ کرتے رہے۔ کرتے رہے۔ لیکن جبریلؑ نہ آئے اور آپؐ پر کوئی وَحی نہ ہوئی۔

دِل میں پھر ایک طوفان اُٹھا:

"اس وقت میں کیا کروں؟! لوگوں کو کس طرح دعوت دوں؟! یہ سمجھانے کے لیئے جبریلؑ کیوں نہ آئے؟ جبریلؑ نے مِلنا کیوں چھوڑ دیا؟ جبریلؑ پھر کوئی پیغام کیوں نہ لائے؟!"

آپؐ بہت فکر مند ہوئے۔ دمکتا ہوا چہرہ بُجھ گیا۔ اور ہنستا ہوا دِل رونے لگا۔ بی بی خدیجہؓ کا بھی یہی حال تھا۔ وہ بھی آپؐ کیطرح بہت فِکر مند ہوئیں۔ اور غم میں گھُلنے لگیں۔ لیکن ضبط سے کام لیا۔ اَور دل کا غم چہرہ پر نہ آنے دیا۔ جہاں تک ہوسکا تسلی دی اَور جس طرح ہوسکا آپؐ کا دِل بہلایا۔

آپؐ پھر غارِ حِراء جانے لگے۔ دن رات آپؐ وہیں رہتے۔ عبادت کرتے اَور اپنے رَبّ سے کہتے:

"اے رَبّ! تُونے مجھے نبی بنایا تھا، پھر یہ کیا

Marfat.com

ہو گیا ؟!"

غم سے سینہ جل رہا تھا۔ اِک آگ تھی، جو اندر سُلگ رہی تھی۔ ایک شعلہ تھا جو دہک رہا تھا۔ کبھی بے خُود ہو کر آپؐ گھاٹیوں میں پھرنے لگتے۔ اور کبھی پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جاتے۔ اور چاہتے کہ کود کر جان دے دیں!! اتنے میں حضرت جبریلؑ آجاتے۔ اور آپؐ کو اطمینان دلاتے کہ:

"محمدؐ! آپؐ سچ مچ اللہ کے نبی ہیں"

اِس سے آپؐ کو سکون ہو جاتا۔ اور آپؐ واپس چلے جاتے۔ لیکن کچھ ہی دنوں بعد پھر وہی کیفیت ہوتی۔ اور پھر آپؐ پہاڑی پر چڑھ جاتے، کہ کُود کر جان دے دیں!! حضرت جبریلؑ پھر سامنے آتے اور اسی طرح اطمینان دلاتے۔ اور آپؐ واپس چلے جاتے۔

آپؐ کے دِل پر کیسی چوٹ تھی!! رُوح میں کتنی چبھن تھی!! ذہن پر کتنا بوجھ تھا!! وحی کا رک جانا کتنا بڑا عذاب تھا!! 'شاید رَب نے مجھے چھوڑ دیا!' یہ خیال ایک چبھتا ہوا نشتر تھا!!

ایک دن کہیں سے آپؐ گزر رہے تھے، کہ یکایک آسمان سے آواز آئی۔ سَر اُٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ جو غارِ حراء میں آیا تھا، فضا میں ایک کُرسی پر بیٹھا تھا۔

اَے اللہ! تو کتنا مہربان ہے، اپنے مومن اور مخلص بندے پر!!

فرشتہ کو دیکھتے ہی آپؐ ہلنے لگے۔ کانپنے اور لرزنے لگے۔ پہلی بار بھی آپؐ کا جسم کانپ رہا تھا۔ ہوا کے پتوں کی طرح ہل رہا تھا۔ لیکن کیا یہ کانپنا بھی اسی طرح کا تھا؟ کیا یہ ہلنا بھی اسی جیسا تھا؟ خوف اور گھبراہٹ کا؟ رُعب اور دہشت کا؟ نہیں اس میں مسرت

Marfat.com

کی حلاوت تھی۔ خوشی اور اطمینان کی ٹھنڈک تھی۔ آپؐ اسی حال میں گھر آئے اور فرمایا:

"مجھے کچھ اڑھا دو، اڑھا دو"

چنانچہ آپؐ پہ ایک کپڑا ڈال دیا گیا۔ کہ اتنے میں فرشتہ وحی لے کر آگیا:

یَاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ۔ قُمْ فَاَنْذِرْ۔ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ۔ وَثِیَابَکَ فَطَھِّرْ۔ وَالرُّجْزَ فَاھْجُرْ۔

(المدثر: ۱-۵)

"اے کپڑے میں لپٹنے والے! اُٹھو، پھر ڈراؤ۔ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو۔ اور اپنے کپڑے پاک رکھو۔ اور گندگیوں سے الگ رہو"

اَب کلیجہ کو ٹھنڈک نصیب ہوگئی۔ ذہن کو سکون مل گیا۔ اور طبیعت کو اطمینان ہوگیا۔ سب اندیشے دُور ہوگئے اور سارے خطرے جاتے رہے اور رہیں خدیجہؓ، تو نہ پوچھو، ان کا کیا حال تھا۔ دِل گلاب تھا۔ اور چہرہ چمکتا ہوا شہاب، کیونکہ ان کی تمنا پُوری ہوگئی۔ ان کی آرزو بر آئی۔ وحی کا انتظار تھا۔ وحی پھر آگئی۔

اِس کے بعد کئی بار وحی آئی۔ حضرت جبریلؑ آتے رہے اور رب کا پیغام سُناتے رہے۔ لیکن خدا کا کرنا، کچھ دنوں بعد پھر وحی رُک گئی۔ اِدھر دعوت کا سلسلہ شروع ہوچکا تھا۔ اور کافروں کی طرف سے مخالفت بھی ہورہی تھی۔ مخالفت کے لیے تنکے کا سہارا کافی تھا۔ وحی کا رُک جانا تو خیر بہت بڑی بات تھی۔ چنانچہ انہوں نے اس موقع سے پورا فائدہ اُٹھایا۔ بولے:

"یہ تو خوب نبیؐ ہیں۔ دو چار دِن آسمان سے بات

Marfat.com

چپت رہی۔ جبریلؑ کا آنا جانا رہا۔ اور پھر غائب۔ کلام پیام سب بند۔ تو بھائی محمدؐ! معلوم ہوتا ہے، کہ تمہارا رب تم سے روٹھ گیا۔ اسی لیئے اتنے دنوں سے منہ نہیں لگایا۔"

وحی کا رُک جانا تو آپؐ پر یوں ہی بار ہوتا، اور پھر کافروں کا طعنہ طبع نازک پر تیر کا کام کرتا۔ چنانچہ آپؐ سخت بے چین ہوئے۔ لیکن زیادہ دن نہ ہوئے کہ حضرت جبریل علیہ السلام پھر وحی لے کر آ گئے۔

وَالضُّحٰى ○ وَاللَّيْلِ اِذَا سَجٰى ○ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ○ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ○ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ○ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ○ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ○ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ○ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ○ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ○ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ○

(الضحیٰ)

"گواہ ہے سورج کی روشنی، اور رات کی تاریکی جب وہ چھا جائے۔ آپؐ کے رب نے نہ آپؐ کو چھوڑا ہے اور نہ وہ آپؐ سے ناخوش ہے۔ اور آپؐ کے لیئے انجام ابتدا سے بہتر ہے۔ اور جلد ہی آپؐ کا رب آپ کو دے گا۔ اور آپؐ خوش ہو جائیں گے۔ کیا ایسا نہیں، کہ اُس نے آپؐ کو یتیم پایا تو ٹھکانا دیا۔ اور بے خبر پایا تو سیدھی راہ سجھائی، اور آپؐ کو محتاج پایا، تو مالدار کر دیا۔ تو آپؐ بھی کسی یتیم کے ساتھ سختی نہ کریں۔ اور نہ کسی سائل کو جھڑکیں اور اپنے رب کی نعمتوں کا چرچا کرتے رہیں۔"

Marfat.com

اللہ ! اللہ !! خُدا آپؐ سے ناراض نہیں ہوا۔ ناخوش ہوکر آپؐ کو چھوڑ نہیں دیا۔ بلکہ رحمتوں سے ڈھانپ لیا۔ اور نعمتوں سے نہال کر دیا۔

اَب وحی برابر آنے لگی۔ آپؐ کے پاس حضرت جبریلؑ آتے۔ آپؐ کو اللہ کی آیتیں سُناتے اور بتاتے کہ کیا کریں ؟ اور کس طرح کریں ؟

حضرت جبریلؑ نے آپؐ کو یہ بھی بتایا کہ کس طرح وضو کریں اور کس طرح نماز پڑھیں۔ ایک دِن آپؐ مکہ کے بالائی علاقہ میں تھے۔ حضرت جبریلؑ آئے انہوں نے آپؐ کے سامنے وضو کیا اور بتایا کہ جب نماز پڑھنی ہو، تو اِس طرح پاک ہوں۔ پھر آپؐ نے بھی اسی طرح وضو کیا۔ پھر حضرت جبریلؑ کھڑے ہوئے اور آپؐ کو نماز پڑھ کر دِکھائی۔ آپؐ نے بھی انہی کی طرح نماز پڑھی۔ اِس کے بعد حضرت جبریلؑ چلے گئے۔

اَب آپؐ خدیجہؓ کے پاس آئے اور اُن کے سامنے وضو کیا۔ پھر فرمایا:

"نماز پڑھنے کے لیئے پاک ہونے کا یہی طریقہ ہے۔
چنانچہ بی بی خدیجہؓ نے بھی اِسی طرح وضو کیا۔ پھر آپؐ نماز کے لیئے کھڑے ہو گئے۔ بی بی خدیجہؓ نے بھی آپؐ کے پیچھے نماز پڑھی۔"

Marfat.com

علیؓ آپؐ ہی کے زیرِ پرورش تھے۔ اور آپؐ ہی کے ساتھ رہتے بھی تھے۔ انہوں نے آپؐ کو نماز پڑھتے دیکھا۔ بی بی خدیجہؓ کو بھی دیکھا۔ انہوں نے دیکھا، آپ دونوں رکوع اور سجدے کر رہے ہیں۔ پیاری پیاری آیتیں پڑھ رہے ہیں۔ ان آیتوں میں اچھی اچھی باتیں ہیں، پیاری پیاری باتیں ہیں۔

علیؓ تعجب سے یہ سب دیکھتے رہے۔ ان کو پیارے نبیؐ سے بہت محبت تھی۔ آپؐ کی ہر ادا انہیں محبوب تھی۔ آپؐ کی ہر بات انہیں جان و دِل سے عزیز تھی۔ وہ آپؐ ہی کو دیکھ کر ہر کام کرتے اور آپؐ جو کہتے۔ بے تکلف وہ مان لیتے۔

"لیکن آج تو میں پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔ اور کبھی تو آپؐ اس طرح سجدے نہ کرتے تھے۔ اتنی پیاری پیاری آیتیں بھی میں نے آج ہی سُنیں"

علیؓ گہری سوچ میں پڑ گئے۔ پھر آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے پوچھا، یہ کیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا:

"یہ اللہ کا دین ہے۔ اسی دین پر چلنے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ اللہ کے جتنے رسولؑ آئے، سب ہی دین لے کر آئے"

علیؓ کو بہت تعجب ہوا۔ انہوں نے پوچھا:

Marfat.com

"اچھا، یہ رکوع اور سجدے کیسے ؟"

آپؐ نے فرمایا:

"اللہ نے مجھے نبی بنایا ہے۔ مجھ پر اپنا کلام اتارا ہے تاکہ میں لوگوں کو اچھی اچھی باتیں بتاؤں، لوگ بھٹک رہے ہیں، ان کو سیدھی راہ دکھاؤں اور ان کو اللہ کی عبادت پر اُبھاروں۔ یہ رکوع اور سجدے، ہم اسی اللہ کو کرتے ہیں۔"

علیؓ نے کہا:

"تو بڑی اچھی چیز ہے۔ تو کیا جس پر آپؐ ایمان لائے ہیں، میں بھی لا سکتا ہوں ؟ کیا آپؐ کی طرح میں بھی عبادت کر سکتا ہوں ؟ کیا آپؐ کے ساتھ میں بھی نماز پڑھ سکتا ہوں ؟"

آپؐ نے فرمایا:

"ہاں، پیارے بھائی ! اللہ ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور وہی عبادت کے لائق ہے۔ تم بھی اسی کی عبادت کرو اور لات و عزیٰ کو چھوڑ دو۔ جتنے بُت ہیں سب کو چھوڑ دو۔"

علیؓ نے کہا:

"اچھا، ذرا میں اپنے باپ سے بھی پُوچھ لوں۔"

رات بھر علیؓ کو نیند نہ آئی۔ وہ جاگتے رہے اور آپؐ سے جو کچھ سُنا تھا، یا جو کچھ کرتے دیکھا تھا، سب پر غور کرتے رہے۔ پھر صُبح ہوئی تو بولے:

"میں آپؐ پر ایمان لاتا ہوں اور آپؐ کی پیروی کا عہد

Marfat.com

کرتا ہوں۔ مجھے باپ سے پوچھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ بتائیے، میں کس طرح رکوع کروں!

کس طرح سجدہ کروں!! اور کس طرح اللہ کا کلام پڑھوں؟"

آپؐ نے اسی وقت نماز سکھا دی اور جو آیتیں نازل ہو چکی تھیں، وہ بھی یاد کرا دیں۔ اَب جب بھی آپؐ نماز پڑھتے، علیؓ بھی ضرور ساتھ ہوتے۔

علیؓ اور زیدؓ ایک ساتھ ہی رہتے تھے۔ بھلا وہ علیؓ سے پیچھے رہنے والے کب تھے۔ وہ بھی ایمان لے آئے اور شوق سے دین کی باتیں سیکھنے لگے۔

اِسی طرح آپؐ پر سب سے پہلے بی بی خدیجہؓ ایمان لائیں۔ پھر علیؓ اور زیدؓ مسلمان ہوئے اور مرتے دم تک آپؐ سے چمٹے رہے۔ ان کا آپؐ کا جب سے ساتھ ہوا، انھوں نے آپؐ کو بہت بڑا انسان پایا۔ آپؐ کو حد درجہ شریف اور نیک دل پایا اور نہ جانے کیا کیا پایا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کو آپؐ سے بے پناہ محبت ہو گئی اور آپؐ کی رفاقت ان کے لیئے آرام جاں بن گئی۔ یوں سمجھنا چاہیئے کہ وہ دونوں دعوتِ اسلام سے پہلے ہی مسلمان تھے!

اِس کے بعد ابو بکرؓ ایمان لائے۔ یہ ابُو قُحافہ تیمیؓ کے بیٹے تھے، اور آپؐ کے گہرے دوست تھے۔ آپؐ کی سچائی اور پاکبازی سے بہت متاثر تھے۔ اِسی لیئے بہت محبت کرتے۔ بے انتہا ادب و احترام کرتے اور آپؐ کی صحبت کو غیر معمولی نعمت سمجھتے۔ دِل کو دِل سے راہ ہوتی ہی ہے۔ آپؐ بھی ان سے بڑی محبت کرتے اور بہت ہی پیار و خلوص سے مِلتے۔ آپؐ نے جوں ہی انہیں اِسلام کی دعوت دی اور قرآن پاک کی چند آیتیں سُنائیں۔ انھوں نے آبائی دین کو ہاتھوں سے سلام کیا،

Marfat.com

اور کلمہ پڑھ کر ایمان لے آئے۔

آپؐ نے اسلام کی دعوت دی اور دین کی خوبیاں بیان کیں، تو ان کی زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے، جو انتہائی اخلاص و عقیدت کا نمونہ تھے:

صَدَقْتَ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ، وَاَهْلُ الصِّدْقِ اَنْتَ، اَنَا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

"میرے ماں باپ آپؐ پر قربان۔ آپؐ نے سچ فرمایا اور سچ بولنا آپؐ کا کام۔ میں گواہی دیتا ہوں۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپؐ اللہ کے رسولؐ ہیں۔"

بی بی خدیجہؓ نے یہ باتیں سُنیں، تو مارے خوشی کے اُچھل پڑیں۔ ان سے رہا نہ گیا۔ فوراً سر پر نقاب ڈالی اور سامنے آکر مبارکباد دی۔ بولیں:

"اَبُو قُحافہ کے بیٹے! خدا کا شکر ہے کہ اس نے آپ کو ہدایت دی۔"

اَبو بکرؓ اسلام لائے، تو آپؐ کو بڑا سہارا ملا۔ اور کام کے لئے کچھ میدان بھی ہموار ہو گیا۔

حضرت ابو بکرؓ بہت رحمدل اور نرم مزاج تھے۔ ساری قوم ان کی عزت کرتی۔ اور چھوٹے بڑے سب ان کا احترام کرتے۔ وہ قریش کے سب سے اُونچے گھرانہ سے تھے۔ وہاں کے بھلے بُرے سَب ان کی نگاہ میں تھے۔ تجارت ان کا پیشہ تھا۔ اس میں بڑی برکت ہوئی۔ اللہ نے خوب دولت دی۔ دولت کے ساتھ دل بھی دیا۔ مال آتا رہتا، اور وہ بھی دِل کھول کر خرچ کرتے رہتے۔ سُوجھ بُوجھ اور دانائی

Marfat.com

بھی بَلا کی تھی۔ مشکل سے مشکل بات چٹکی بجاتے حل کر دیتے۔ اسی لیئے ہر معاملہ میں لوگ ان سے مشورہ کرتے اور یُوں بھی ان کے پاس آ آ کر بیٹھا کرتے۔ ان میں کچھ ایسی باتیں تھیں، جو دلوں کو موہ لیتیں۔

اَب ابوبکرؓ بھی اِسلام پھیلانے لگے۔ جو لوگ ان کی سُوجھ بُوجھ، اَور ایمانداری سے متاثر تھے۔ ان کو انھوں نے دین کی باتیں بتائیں اَور اِسلام لانے کی دعوت دی۔ بہتوں نے ان کی بات مان لی۔ اور اِسلام لے آئے۔ جو لوگ پہلے مسلمان ہوئے۔ وہ یہ ہیں:

"عثمان بن عفّانؓ، زُبیر بن عوامؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ، سَعد بن اَبی وَقاصؓ اَور طلحہ بن عُبیداللہؓ"

پھر جرّاح کے بیٹے اَبو عُبَیدَہ اور ابو اَرقم کے بیٹے اَرقم مسلمان ہوئے، پھر بہت سے لوگ مسلمان ہوئے۔ مرد بھی، عورتیں بھی۔ جو عورتیں اِیمان لائیں، ان میں پیارے نبیؐ اَور حضرت ابوبکرؓ کی بیٹیاں بھی تھیں۔

Marfat.com

اَب اِسلام رفتہ رفتہ پھیلنے لگا۔ لوگ مسلمان ہوتے لیکن کھلم کھلا اِسلام کا اعلان نہ کرتے۔ ابھی آپؐ نے بھی کھل کر کام نہ شروع کیا تھا۔ ابھی کھل کر لوگوں کو اِسلام کی دعوت نہ دی تھی اور جو مسلمان تھے وہ بھی اپنے اِسلام کو چھپاتے اَور اندر ہی اندر دین کی تبلیغ کرتے۔ جن لوگوں میں وہ ایمان داری کی بُو پاتے اور کچھ حق کی طلب محسوس کرتے۔ بس اُن کو ہی وہ دین کی دعوت دیتے اور قریشی سرداروں کی نظروں سے بہت بچ بچ کر رہتے۔ قرآن کی تلاوت کرنی ہوتی یا آیتیں یاد کرانی ہوتیں۔ تو بستی کے باہر نکل جاتے۔ نماز کا وقت ہوتا، تو چھُپ چھُپا کر غاروں میں چلے جاتے اور وہاں اطمینان سے نماز ادا کرتے۔ پھر پُرانے مسلمان نئے مسلمانوں کو حدیثیں یاد کراتے اَور دین کی باتیں بتاتے۔

کِسی طرح کافروں کو بھی کچھ سُن گن مل گئی، لہٰذا اَب سارا بھید جاننے کی فِکر ہوئی اَور وہ مسلمانوں کی ٹوہ میں لگ گئے۔ چنانچہ بہت جلد ساری باتیں معلوم ہوگئیں اَور وہ جان گئے کہ مسلمان غاروں میں جا جا کر نمازیں پڑھتے اور باہم کوئی نیا دین سیکھتے سکھاتے ہیں۔

انہیں معلوم ہوگیا کہ آپؐ توحید کی دعوت دیتے ہیں اور شرک و بُت پرستی سے روکتے ہیں۔ بتوں کی دُنیا میں توحید کی آواز! کتنی عجیب آواز تھی!!

کیا محمدؐ ـــ ابوطالب کا یتیم، نبیؐ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے؟ کیا وہ

Marfat.com

سب کو دین سے پھر جانے پر اُبھارتا ہے؟ کیا وہ دیوتاؤں سے بیوفائی پر اُکساتا ہے؟

قومی دین سے بغاوت!! آبائی دین سے عداوت!! کیا محمدؐ کی یہ ہمت ہو گئی؟

ہر سُو ایک ہلچل مچ گئی اور ہر طرف ایک ہنگامہ بپا ہو گیا۔ جسے دیکھئے، غصّہ سے بے تاب تھا۔

کِسی نے تو کہا:

"محمدؐ پر جن کا اثر ہے، اور کوئی بات نہیں۔"

کِسی نے کہا:

"اِس کو نام و نمود کی ہوس ہے۔ اور یہ تو ایک نشہ ہے، جس کو زمانہ خود ہی اُتار دے گا۔ ہمیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔"

یہ سوچ کر ان لوگوں نے آپؐ کو لائقِ التفات ہی نہ سمجھا مگر کچھ اَیسے بھی تھے، جو اِس نئے دین کی طرف متوجہ ہوئے۔ ان کو خیال ہوا کہ چلیں، اس دین کو بھی جانچیں، پرکھیں اور دیکھیں کہ اس میں کیا ہے؟ ہو سکتا ہے، کوئی کام کی چیز مِل جائے۔ نقصان تو ہو گا نہیں ہو گا تو فائدہ ہی ہو گا۔ یہ سوچ کر وہ جائزہ لیتے، نتیجہ یہ ہوتا، کہ اس میں ان کو اچھائیاں ہی اچھائیاں نظر آتیں اور وہ مُسلمان ہو جاتے۔

ابو طالب کے بھی دل میں آیا کہ چلیں، بھتیجے سے مِلیں اور دیکھیں اس نے کیسا دین نکالا ہے!

ایک دن ابُو طالب اِسی ارادہ سے گھر سے نکلے۔ سَاتھ میں علیؓ کے بھائی جعفرؓ بھی تھے۔ آئے تو دیکھا کہ آپؐ ایک گھاٹی میں نماز پڑھ رہے ہیں اور سَاتھ میں لختِ جگر علیؓ بھی ہیں۔ دونوں آبادی سے بہت دُور

Marfat.com

آکر نماز پڑھ رہے ہیں۔ کیوں؟ ان کے اور ان کے ساتھیوں کے ڈر سے آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو ابُو طالب نے پوچھا:

"بھتیجے! تم نے یہ کیسا دین اپنایا ہے؟"

آپؐ نے فرمایا:

"چچا! یہ اللہ کا دین ہے۔ اس کے فرشتوں کا دین ہے۔ یہی سارے نبیوں اور رسولوںؑ کا دین ہے۔ دادا ابراہیمؑ کا بھی یہی دین ہے۔ اللہ نے یہ دین دے کر مجھے دنیا کی ہدایت کے لیئے بھیجا ہے۔ چچا جان! آپؐ کا مجھ پر سَب سے زیادہ حق ہے۔ میری خیر خواہی کے آپؐ سَب سے زیادہ مستحق ہیں۔ آپؐ کے ساتھ میری سب سے بڑی خیر خواہی یہی ہے کہ آپؐ کو اس دین کی دعوت دوں۔ آپؐ کو بھی چاہیئے، میری اس خواہش کو ٹھکرائیں نہیں۔"

ابُو طالبؓ نے کہا:

"بھتیجے! باپ دادا کا دین چھوڑنا تو میرے لیئے ناممکن ہے۔ البتہ میری ہمدردیاں تمہارے ساتھ ہیں جَبْ تک جان میں جان ہے، تمہارا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

پھر علیؓ کی طرف متوجہ ہوئے، اور پُوچھا:

"بیٹے! اس دین میں تو آ گئے، لیکن اسے سمجھتے بھی ہو؟"

علیؓ نے جواب دیا:

"ہاں ابا جان! میں خُدا اور اس کے رسُولؐ پر ایمان لایا ہوں اور وہ جو کچھ کہتے ہیں، اس کو مانتا ہوں۔ رَبْ کو خوش کرنے کے لیئے نمازیں بھی پڑھتا ہوں۔"

Marfat.com

اَبُو طالبؔ نے کہا:

"ٹھیک ہے بیٹے! محمدؐ بھلی باتیں ہی بتاتے ہیں۔
وہ جیسا کہیں، ویسا ہی کیا کرو۔"

اَبُو طالبؔ خود تو مسلمان نہ ہوئے۔ مگر بیٹوں کے لیئے اِسلام کو ہی پسند کیا۔ کیا اِس میں بھی کوئی رَاز تھا؟

قریش کے ساتھ ان کا کیا انداز رہا؟ پیارے نبیؐ کے ساتھ کیا برتاؤ رہا؟ یہ ساری باتیں سامنے آئیں گی، تبھی کوئی فیصلہ ہوگا؟

مسلمان جب نماز پڑھتے، تو قریش ان کا مذاق اُڑاتے۔ وہ رکوع کرتے تو یہ قہقہہ لگاتے اور جب وہ سجدے کرتے، تو یہ جملے چست کرتے۔ روز بروز یہ چیز بڑھتی ہی گئی۔ بدمعاشوں نے اسے ایک ہنسی دل لگی کا سامان بنا لیا۔ مسلمان مکہ کی گھاٹیوں میں عصر اور چاشت کی نمازیں پڑھا کرتے۔ ٹھیک اسی وقت یہ بھی وہیں پہنچ جاتے، پھر آنکھیں مارتے، کچھ اشارے بازیاں کرتے اور پھر زور کا قہقہہ لگاتے! اتفاق سے ایک دِن مسلمانوں کو غصہ آگیا اور جوش سے وہ بے قابو ہوگئے۔ پھر فریقین کی آستینیں چڑھ گئیں، اور جنگ شروع ہوگئی۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے ایک مشرک کو ایسا مارا کہ کھوپڑی پھٹ گئی اور پھر خون کے فوارے جاری ہوگئے۔ یہ پہلا خون تھا، جو عرب میں اسلام کے لیئے بہا۔

جتنا ہو سکتا، پیارے نبیؐ مشرکوں سے دُور رہتے، تاکہ مسلمان ان کی شرارتوں سے محفوظ رہیں۔ چنانچہ قرآن سنانا ہوتا، یا کوئی نئی وَحی ہوتی، تو آپؐ سب کو دارِ ارقم میں لے کر چلے جاتے۔

آپؐ کو نبی ہوئے تین سال ہوگئے۔ اَبْ ہر ایک جان گیا کہ

Marfat.com

آپ ایک نئے دین کی دعوت دیتے ہیں اور سب کو معلوم ہو گیا کہ آپ زور پکڑ گئے ہیں۔ اور ساتھی کافی بڑھ گئے ہیں۔ چنانچہ اب اللہ کا حکم ہوا کہ آپ کھلم کھلا دعوت دیں۔ جو کام اب تک چھپ کر کرتے تھے، اب علانیہ کریں۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ۔

"آپ کو جو حکم ملے، کیئے جائیں اور مشرکوں کے چکر میں نہ پڑیں۔" (الحجر: ۹۴)

Marfat.com

محمدِ عربی
صلی اللہ علیہ وسلم

پہلی پکار!

Marfat.com

سرورِ عالم کی خانہ نشینی۔
اہلِ خاندان کی دعوت۔
اَبُولہبؔ کی شرانگیزی۔
دوبارہ دعوت۔
غمخوار انسانیت کی دردمندانہ تقریر۔
حاضرین کی سردمہری۔
حضرت علیؓ کی بےباک حق پسندی۔
کوہِ صفا کی پُرسوز پکار۔
ابولہب کا شرمناک رویہ۔
لوگوں کی گمراہی پر آپؐ کی بےقراری۔
قریش کا غیظ و غضب۔
اَبُوطالب کے یہاں قریش کا وفد۔
قریش کا دوسرا وفد۔
مشرکین کی کج بحثیاں۔
اَبُوطالب کو پھسلانے کی ناکام کوشش
اَبُوطالب کو قریش کا چیلنج۔
رسُولِ خُدا کا حیرت ناک استقلال۔
اَبُوطالب کی حوصلہ افزائی۔
اَبُوطالب کی حمایتی سرگرمیاں۔

Marfat.com

وَاَنذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ۔ وَاخْفِضْ

جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ فَاِنْ

عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّىْ بَرِىٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ۔

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ۔ الَّذِىْ يَرٰكَ

حِيْنَ تَقُوْمُ وَتَقَلُّبَكَ فِى السّٰجِدِيْنَ۔ اِنَّهٗ

هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ (الشعراء: ۲۱۴-۲۲۰)

"اور اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈراؤ اور ایمان لانے والوں میں سے جو لوگ تمہاری پیروی اختیار کریں، ان کے لئے اپنے شانے جھکا دو (تواضع سے پیش آؤ) لیکن اگر وہ تمہاری نافرمانی کریں، تو ان سے کہدو، جو کچھ تم کرتے ہو اس سے میں بری ہوں اور اس زبردست اور مہربان پر بھروسہ کرو۔ جو تمہیں دیکھ رہا ہوتا ہے۔ جب تم اٹھتے ہو اور سجدہ گزار لوگوں میں تمہاری نقل و حرکت کو بھی (دیکھ رہا ہوتا ہے) بیشک وہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔"

Marfat.com

نبوّت کو تین سال ہو گئے۔ اتنے دنوں پیارے نبیؐ انفرادی طور پر دعوت دیتے رہے۔ پھر اللہ کا حکم ہوا کہ آپؐ کسی سے نہ ڈریں بلکہ کھُلم کھُلا دین کی تبلیغ کریں، اور نڈر ہو کر رب کا پیغام سُنائیں نیز یہ کام پہلے بھائی بندوں سے شروع کریں اور اگر کچھ نادان نہ مانیں، تو ذرا بھی پرواہ نہ کریں۔

یہ حکم پاکر آپؐ نے باہر نکلنا چھوڑ دیا۔ ہر وقت گھر ہی میں پڑے رہتے اور سوچا کرتے کہ کیا کریں، اور کس طرح اہلِ خاندان کو سمجھائیں!

یہ بات ایسی نہ تھی کہ یوں ہی چھُپی رہتی۔ چند ہی دِنوں میں سارے عزیزوں، رشتہ داروں میں پھیل گئی اور ہر طرف اس کا چرچا ہو گیا۔ پھوپھیوں نے سُنا تو وہ بہت ڈریں اور گھبرائیں کہ محمدؐ بیمار تو نہیں پڑ گئے یا کہیں کسی پریشانی میں تو نہیں گھر گئے چنانچہ وہ سب آپؐ کے پاس آئیں اور بولیں:

"پیارے محمدؐ! کہو کیا حال ہے؟ گھر سے نکلنا تم نے کیوں چھوڑ دیا؟"

آپؐ نے فرمایا:

"کیا بتاؤں پھوپھی جان! مجھ پر ایک بہت بڑا بوجھ ہے، اور میں اِس سے دبا جا رہا ہوں۔ دیکھو پھوپھی جان! ایک طرف تو ہمارے بھائی بند خدا کو مانتے ہیں، اور

Marfat.com

دوسری طرف وہ بُتوں کو بھی پوجتے ہیں۔ کیا اس طرح وہ خُدا کو راضی کرلیں گے؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ یہ تو تباہی کے لچھن ہیں۔ چنانچہ خُدا کا حکم ہے کہ میں انہیں ہوشیار کروں، اور ان سے کہوں کہ اپنی حرکتیں چھوڑ دیں۔ مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں! دل میں آتا کہ کیا کروں! دل میں آتا ہے کہ سب کو کھانے پر بُلاؤں پھر انہیں اللہ کی نافرمانی سے ڈراؤں"

پھُوپھیوں نے کہا:

"کیا ہرج ہے؟ کرڈالو دعوت۔ لیکن دیکھو، چچا ابُولہب کو مت بلانا۔ وہ مرتے دم تک تمھاری باتیں نہیں سُنے گا"

آپؐ نے جھٹ پٹ کھانے کا انتظام کیا اور تمام رشتہ داروں کو کھانے پر بُلایا، اوروں کے ساتھ ابُولہب کو بھی بُلایا۔ حالاں کہ پھُوپھیوں نے منع کیا تھا، اور خود آپؐ بھی جانتے تھے کہ وہ آپؐ کا سخت دشمن ہے۔ ہر ہر بات سے جلتا ہے اور مخالفت کے لئے ہر آن تیار رہتا ہے۔

دعوت میں بہت سے لوگ آئے۔ سب کھانے پینے میں شریک ہوئے ان میں آپؐ کے چچا بھی تھے۔ چچیرے بھائی بھی تھے اور سبھی رشتہ دار تھے آپؐ وہیں بیٹھ گئے، کہ لوگ کھاپی چکیں، تو اپنی بات کہیں اور سب کو دین کی دعوت دیں۔

ابُولہب نے سوچا، یہ تو بڑا اچھا موقع ہے۔ لاؤ، محمدؐ کو گھیریں۔ اُس نے جو باپ دادا کا دین چھوڑا ہے اور اک نیا دین گھڑلیا ہے، اِس پر کچھ ڈرائیں، دھمکائیں۔ اتفاق سے عزیزوں میں سارے لوگ

Marfat.com

بھی موجود ہیں۔ خوب بات بنے گی۔ یہ سوچ کر وہ فوراً کھڑا ہوا، بولا:

"محمدؐ! یہ تمہارے چچا ہیں، اور یہ چچیرے بھائی۔ دیکھو، تم وہی راگ الاپو، جو ان کو بھلا لگے۔ یہ جو کچھ دنوں سے تمہارا سَر پھر گیا ہے۔ کہتے ہو کہ باپ، دادا کا دین غلط ہے، اور اِس سے ہٹ کر ایک نیا دین نکلا ہے۔ تو دیکھو، اِن حرکتوں سے باز آجاؤ۔ اِس طرح کی باتیں اچھی نہیں۔ تم تو اَپنے بھائیوں پر ایسی مصیبت لائے ہو کہ خُدا کی پناہ۔ ہاں، یہ بھی یاد رہے کہ سارے عرَب کے مقابلہ میں تمہاری قوم کچھ بھی نہیں۔ اَب اگر تم اپنی حرکتیں نہیں چھوڑتے تو بھائیوں کو حق ہوگا، پکڑ کر تمہیں قید میں ڈال دیں۔ یہ ان کو گوارا ہے، پَر یہ بات گوارا نہیں کہ قریش تم پر پل پڑیں اور پھر سارا عرَب بھی انہی کا ساتھ دے گا۔"

پیارے نبیؐ نے بہت چاہا کہ کچھ بولیں۔ لوگوں کو رَبّ کا پیغام سنائیں، اور ان کو اللہ کی نافرمانی سے ڈرائیں، اور بتائیں کہ ان میں کیا کیا بُرائیاں ہیں۔ لیکن اَبُولہَب نے موقع ہی نہ دیا۔ وہ لوگوں کو بھڑکاتے ہوئے پھر بولا:

"یہ تو بخُدا بہت بُری بات ہے۔ تم لوگ ابھی سے اس کا ہاتھ پکڑ لو۔ اِس کا انتظار کیوں ہے کہ دوسرے پکڑیں کہ اِس وقت تو تم بڑی زحمت میں پڑ جاؤ گے۔ اگر حوالہ کر دو گے، تو ذلیل ہو گے اور ہمیشہ کیلئے بَدنام ہو گے۔ اور اگر حمایت کرو گے، تو مارے جاؤ گے۔"

آپؐ کی ایک پھوپھی صَفیہ رضؓ تھیں۔ وہ بھی وہاں موجود تھیں۔ یہ سَب سُن کر وہ بے تاب ہوگئیں اور بولیں:

Marfat.com

"میرے بھائی! تجھ کو شرم نہیں آتی کہ بھتیجے کی مخالفت کر رہا ہے؟ خدا کی قسم جاننے والے تو ایک زمانہ سے کہتے آرہے ہیں کہ آلِ مطلبؑ میں ایک نبیؐ ہوگا۔ سن لے، وہ نبیؐ یہی ہے!"

اُبُو لہبؔ (بہت زور کا قہقہہ لگاتے ہوئے):

"تمہارا کیا؟ ہاتھوں میں چوڑیاں پہن لیں۔ اور گھر میں بیٹھ رہیں۔ اگر قریش دشمن ہوگئے۔ اور ہم سے جنگ کی ٹھان لی۔ اور پھر دوسرے قبیلوں نے بھی ان ہی کا ساتھ دیا تو........ پھر کیا بنے گا؟ وہ تو ہمیں چیونٹی کی طرح مسل کر رکھ دیں گے۔"

اُبُو طالبؑ بولے:

"جب تک جان میں جان ہے، ہم اِس کا ساتھ دیں گے۔"

اُبُو لہبؔ نے کہا:

"بھائیو! چلو، یہاں سے نکل چلو۔ اَب یہاں ٹھہرنا ٹھیک نہیں۔"

چنانچہ سَب اُٹھ کر چل دیئے اور آپؐ دل کی بات دل ہی میں لیئے رہ گئے۔ اِس کے بعد آپؐ نے ایک بار پھر دعوت کا انتظام کیا۔ اور خاندان والوں کو دوبارہ کھانے پر بُلایا۔ پھر جب لوگ کھاپی چکے، تو رَب کا پیغام سنایا، فرمایا:

"دیدبان اپنوں سے جھوٹ نہیں بولتا۔ خُدا کی قسم، مَیں غیروں سے جھوٹ بول بھی لوں، پَر تم سے نہیں بول سکتا۔ اَوروں کو دھوکہ دے بھی دوں پَر تم کو نہیں دے سکتا۔"

Marfat.com

اللہ جانتا ہے کہ میں اس کا رسولؐ ہوں۔ اور اس نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ سُن لو، عرب میں کوئی بھی اپنی قوم کے لیئے مجھ سے بہتر چیز نہیں لایا۔ میں تمہارے پاس دونوں جہان کی بھلائی لے کر آیا ہوں۔ رب کا حکم ہے کہ میں تم کو اسی طرف بلاؤں۔ ہے کوئی جو اس کام میں میرا ساتھ دے اور میرے بعد بھی اسے باقی رکھے؟"

پھر آپؐ خاموش ہو گئے اور لوگوں کے چہروں کو تکنے لگے، کہ کس کا دل ایمان کی طرف مائل ہوا؟

کس کا سینہ اسلام کے لیئے کھُلا، اور کون اس کی مدد کیلئے تیار ہوا؟

کس نے آپؐ کی پکار پر کان دھرا، اور کس نے حق کی حمائت کا فیصلہ کیا؟

لیکن ...... کسی طرف سے کوئی آواز نہ آئی۔ ہر ایک کو جیسے سانپ سونگھ گیا۔

کچھ لوگوں نے تو اسے پاگل کی بڑ جانا، اور حیرت سے آپؐ کا منہ تکنے لگے اور کچھ لوگوں نے نفرت سے رُخ پھیر لیا اور وہاں سے چل دینے کا فیصلہ کیا۔

ٹھیک اسی وقت ایک لڑکا اُٹھا۔ یہی کوئی بارہ تیرہ سال کا۔ بدن بھی کچھ یونہی سا۔ چھوٹا سا قد۔ دُبلا پتلا جسم۔ آنکھیں آئی ہوئیں۔ مگر تھا بہت بہادر، بڑی ہمت والا۔ اُٹھ کر بولا:

"اللہ کے رسولؐ! میں ساتھ دوں گا۔ میں آپؐ کی مدد کروں گا۔"

کتنا عجیب وغریب منظر تھا یہ۔ لڑکے کی یہ باتیں سُن کر اکثر بے قابو

Marfat.com

ہو گئے اور خاموش فضا قہقہوں کی آوازوں سے گونج اُٹھی، پھر وہ چوٹ کرتے ہوئے بولے:

"کیوں ابُو طالبؑ! اَب بھتیجے کی پیروی کرو گے یا بیٹے کی؟"

اِس طرح دوسری مجلس بھی برخاست ہو گئی، لیکن ان کوششوں کا حاصل...... کچھ بھی نہیں۔ مگر اَب بھی آپؐ مایوس نہ ہوئے اور پُورے وَلولہ سے کام کرتے رہے۔ ایک دن کی بات ہے۔ آپؐ صِفاء کی پہاڑی پر چڑھ گئے، اور درد بھری آواز سے چیخے:

قریشی بھائیو! قریشی بھائیو!!

لوگ چونک اُٹھے:

"ارے بھائی! یہ کون پکار رہا ہے؟" کِس کی آواز ہے یہ!"

پھر کچھ ہی دیر میں سب لوگ جمع ہو گئے اور بے تابی سے پوچھنے لگے:

"کیا بات ہے بھائی، کیا بات ہے؟"

آپؐ نے فرمایا:

"ذرا آپؐ لوگ یہ تو بتائیں۔ اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے دامن سے ایک فوج نکلنا چاہتی ہے، تو کیا آپؐ یقین کریں گے؟"

لوگوں نے کہا:

"ہاں، ہاں، ضرور۔ نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں۔ ہم نے آپؐ کی زبان سے تو کبھی جھوٹی بات سُنی نہیں۔"

آپؐ نے فرمایا:

Marfat.com

"میرے پیارے عزیزو! میں تمہیں ایک سخت عذاب سے ڈراتا ہوں۔ جو تمہارے سامنے ہے۔ میں اسے اسی طرح دیکھ رہا ہوں جیسے اس وقت پہاڑ کے دوسری طرف۔ قریشی بھائیو! خُدا کی ناراضی سے بچو! اور اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ۔ اگر کہیں اللہ ناراض ہوگیا، اور تم کو اس نے آگ میں جھونکنا چاہا، تو میں نہیں بچا سکوں گا۔ آگ سے بچنے کی تو بس ایک ہی تدبیر ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کو ایک مانو۔ اور میرے رسولؐ ہونے کا اقرار کرلو۔"

یہ سُننا تھا کہ اَبُولہَب کا چہرہ غصہ سے سُرخ ہوگیا، جیسے لال انگارا، چنانچہ فوراً وہ تن کر اُٹھا اور کڑک کر بولا:

"ناس ہو تیرا! تو نے اسی لیئے بلایا تھا!"

یہ دیکھ کر آپؐ سناٹے میں آ گئے اور بڑی حسرت کے ساتھ چچا کی طرف دیکھا۔ کہ کاش کچھ دیر وہ خاموش رہے اور آپؐ لوگوں میں تقریر کرسکیں۔ ان کو سچے دین کی دعوت دے سکیں اور ان کو رَبّ کا پیغام سُنا سکیں۔ لیکن اس کو ذرا بھی ترس نہ آیا اس کا انداز اور سخت ہوگیا اور وہ آپؐ کو جلی کٹی سُناتا رہا۔

آخر لوگ وہاں سے چل دیئے۔ لیکن اَب بھی ان میں وہی باتیں تھیں۔

کوئی کہتا:

"بھائی عبدالمطلب کا نوجوان تو آسمان سے باتیں کرتا ہے!"

کوئی کہتا:

"وہ تو ایسے کی عبادت کرنے کو کہتا ہے، جس کو نہ ہم دیکھ سکیں، نہ سُن سکیں"

کوئی کہتا:

"جس سے وہ باتیں کرتا ہے، ذرا ہماری بھی کیوں نہیں کرادیتا؟"

اِسلام کی آواز اُٹھائے ہوئے ایک زمانہ ہوگیا۔ پیارے نبیؐ پیروؤں کو لے کر اپنے گھر آجاتے یا ارقم کے یہاں چلے جاتے۔ وہاں ان کو قرآن کی آیتیں سُناتے۔ جو ناخواندہ ہوتے، ان سے کئی کئی بار سنتے کہ خُوب یاد ہوجائے اور جو پڑھے لکھے ہوتے، وہ آیتوں کو لکھ لیتے۔ پھر خود یاد کرتے۔ بال بچوں کو یاد کراتے اور دوسرے نو مسلموں کو یاد کراتے۔

آہستہ آہستہ اِسلام پھیلتا گیا۔ اور مسلمان بڑھتے رہے مگر مشرکین اسے یُوں ہی ہنسی مذاق پر ٹالتے رہے۔ "یہ ایک سنجیدہ خطرہ ہے" یہ باور کرنے کو بھی وہ تیار نہ تھے۔ وہ سمجھتے رہے کہ یہ تو دیوانے ہیں، ان سے کون اُلجھے؟

وہ تو سمجھ رہے تھے کہ یہ لوگ محمدؐ کے پیچھے دیوانے ہیں اور اسی رَو میں آکر اپنا دین بھی چھوڑ بیٹھے ہیں۔ مگر یہ ساتھ نبھنے والا نہیں۔ صِرف دو دن کی بات ہے۔ اس کے بعد یہ سب گرد کی طرح اُڑ جائیں گے اور دیر سویر قومی ہی دین کی پناہ لیں گے۔ ان ہی دنوں کی بات ہے ایک روز کچھ مشرک کعبہ میں تھے، اور مُورتیوں کو سجدہ کر رہے تھے کہ اتفاق سے حضور اکرمؐ کا گزر ہوا۔ آپؐ سے یہ حالت دیکھی نہ گئی اور ان پر بڑا ترس آیا۔ نیز دِل میں خیال آیا کہ اس کام سے کسی طرح روکا جائے اور انہیں اس ذلت سے بچایا جائے۔ چنانچہ فرمایا:

Marfat.com

"اہلِ قریش! تم تو دادا ابراہیمؑ کے دین سے بالکل ہی ہٹ گئے ہو، تم ان حقیر مورتیوں کو پوجتے ہو اور انہیں اللہ کا ساجھی ٹھہراتے ہو! بتاؤ تو، اللہ تم سے کتنا ناخوش ہوگا؟"

مشرکوں پہ یہ بات بہت گراں گزری اور وہ کج بحثی پہ تُل گئے بولے:

"کوئی ہم مورتیوں کو تھوڑی پوجتے ہیں۔ اصل میں تو ہمیں اللہ سے محبت ہے اور اسی سے قریب ہونے کی تمنا ہے۔ یہ تو بس بیچ میں واسطہ ہیں۔"

آپؐ نے فرمایا:

"اگر اللہ کو چاہتے ہو، تو میری بات مانو، اللہ بھی چاہنے لگے گا۔"

یہ سُننا تھا کہ وہ آگ بگولا ہو گئے اور آپس میں بولے:

"اِس کی باتیں سنتے سنتے تو کلیجہ پک گیا ہے۔ آخر کب تک برداشت کیا جائے؟"

"ہم چپ کیا رہے کہ یہ بالکل ہی ڈھیٹ ہو گیا۔ اتنا کہ ہماری عقلوں پر چوٹیں کرنے لگا اور ہمارے آباؤ اجداد تک کو گمراہ کہنے لگا۔ اور .... اور ہمارے دیوتاؤں کو بھی تو نہیں بخشتا۔ اچھا تو اب تو ہم بالکل نہیں گوارا کریں گے۔ ایک دم نہیں کریں گے۔"

پھر وہ سب اُٹھ کر چل دیئے، مگر آنکھیں بالکل سُرخ تھیں، اور سینے کھول رہے تھے، اَب جہاں دیکھیئے، آپؐ ہی موضوعِ گفتگو

Marfat.com

تھے۔ کوئی ستانے کے منصوبے بنا رہا تھا تو کوئی ڈرانے اور دھمکانے میں مصروف تھا۔

Marfat.com

سارے مشرک سردار سر جوڑ کر بیٹھے اور باہم مشورہ کرنے لگے :

"محمدؐ دیوتاؤں پر زیادتی کر رہا ہے۔ اس کا کیا علاج کیا جائے؟ وہ ہمارے دین کے پیچھے پڑا ہے۔ اس سے کیسے پیچھا چھڑایا جائے؟ کیا محمدؐ دیوتاؤں کی توہین کرتا ہے؟ ان دیوتاؤں کی جو ہمارے معبود ہیں! ہم سے پہلوں کے معبود ہیں!! کیا محمدؐ ہم کو الّو سمجھتا ہے، جو مورتیوں کو چھوڑ دینے کی دعوت دیتا ہے؟ ان مورتیوں کو...... جن کے لئے عرب کے کونے کونے سے لوگ آتے ہیں، آکر ان کو سجدہ کرتے ہیں اور کعبہ کی طرح ان کا طواف کرتے ہیں! کیا وہ چاہتا ہے کہ سارا عرب ہم پر ہلّہ بول دے، یا یہ چاہتا ہے، کہ ہر قبیلہ ہمارا بائیکاٹ کر دے اور ہمارے یہاں آنا جانا چھوڑ دے کہ ساری تجارت ٹھپ پڑ جائے، اور ہم دانہ دانہ کو ترس جائیں؟"

بہت دیر تک یوں ہی باتیں ہوتی رہیں۔ پھر طے پایا کہ کچھ لوگ اُبو طالبؑ کے پاس جائیں، اور ان سے بھتیجے کی شکایت کریں۔ نیز کہیں کہ محمدؐ کو منع کر دیجئے کہ وہ نہ ہم کو کچھ کہے، نہ ہمارے دیوتاؤں کو۔ نہ اس کو ہمارے دین سے کوئی سروکار ہے، نہ ہم کو اس کے دین سے۔

چنانچہ قریش کے کچھ سردار اُبو طالبؑ کے پاس گئے اور وہ یہ تھے:

"حرب کا بیٹا ابوسفیان، ربیعہ کا بیٹا عُتبہ، مُغیرہ کا بیٹا

Marfat.com

وَلید، وَائل کا بیٹا عاص، اور ہشام کا بیٹا عمرو۔"

ہاں، وہی عمرو جس کی کنیت اَبُوالحکم تھی، اور جو ابوجہل کے نام سے مشہور ہے۔ یہ سب اَبُوطالب کے پاس گئے اور ان کے سامنے اپنی بات رکھی۔ اَبُوطالبؓ نے بھی ان کی دلدہی کی۔ بڑی نرمی سے بات چیت کی اور کسی طرح سمجھا بجھا کر واپس کر دیا۔

اِسی طرح دن گزرتے گئے، اور پیارے نبیؐ شرک و بُت پرستی سے روکتے رہے اور تنہا اللہ کی عبادت پر اُبھارتے رہے، یہاں تک کہ مسلمانوں کا ایک جتھا ہو گیا۔

اَب مشرک بہت گھبرائے کہ اگر محمدؐ کامیاب ہو گیا، اور اس کا دین پھیل گیا، نیز ہر طرف اسلام کا بول بالا ہو گیا، تو...... پھر کیا بنے گا؟ تب تو...... ہماری شامت آجائے گی۔ وطنِ عزیز ویران ہو جائے گا۔ اور ہمارا سارا کاروبار ٹھپ ہو جائے گا۔

لہٰذا یہ گول مول بات ٹھیک نہیں۔ اَب کوئی دو ٹوک فیصلہ ہو جانا چاہیئے۔ یہ سوچ کر وہ پھر ابوطالب کے پاس آئے اور بولے:

"اَبُوطالبؓ! آپ ہمارے بڑے بزرگ ہیں۔ جان و دل سے ہمیں عزیز ہیں۔ ذرا بھتیجے کے معاملہ میں انصاف کیجئے نا۔ اس سے کہیئے کہ ہمارے دیوتاؤں کو بُرا نہ کہے۔ ہمارے دین میں عیب نہ نکالے۔ ہماری عقل و خرد پر حملے نہ کرے، اور...... ہمارے باپ دادا کو گمراہ نہ کہے۔ ہاں، تو آپؓ اسے سمجھا دیجئے۔ ورنہ بیچ سے ہٹ جایئے۔ ہم خود ہی اس سے نمٹ لیں۔ آخر آپؓ بھی تو اس کی باتوں سے بیزار ہیں۔ آپؓ کو بھی اِس طرح چین مل جائے گا۔"

Marfat.com

اَبْ اَبُوطالب سے کچھُ بن نہ پڑا۔ مجبور ہوکر انہوں نے محمدؐ کو بلوایا۔ آپؐ آئے تو وہ بولے:

"بھتیجے! یہ قوم کے مالدار اور سردار لوگ ہیں۔ انہیں تم سے کوئی شکایت ہے۔ کہ نہ تم ان کے دیوتاؤں کو کچھُ کہو، نہ یہ تم کو اور تمہارے خدا کو کچھُ کہیں۔"

آپؐ نے فرمایا:

"چچا! جو چیز ان کے لیئے زیادہ بہتر ہے، کیا اس کی طرف انہیں بلانا چھوڑ دوں؟"

اَبُوطالبؒ نے کہا:

"وہ کیا چیز؟"

آپؐ نے فرمایا:

"میں کہتا ہوں کہ یہ زبان سے صرف ایک فِقرہ کہہ دیں۔ اگر یہ رَاضی ہو جائیں، تو پُورا عَرَبْ ان کا غلام ہو جائے۔ اور سَاری دُنیا ان کے قدم چومے۔"

اَبُوجہل زور سے چیخا:

"تیرے باپ کی قسم وہ کون سَا فقرہ ہے؟ اس جیسے دَس فقرے ہم سے سُن لے!"

آپؐ نے فرمایا:

"صِرف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہہ دیجئے۔"

یہ سنتے ہی سَب کے سَب تلملا اُٹھے۔ غصہ سے چہرے سُرخ ہوگئے۔ اَور نفرت سے گردنیں پھر گئیں۔ اَور وہ یہ کہتے ہوئے

Marfat.com

چل دیئے:

"اچھا دیکھ، اَب تیری کیسی مٹی پلید کرتے ہیں ہم!"

Marfat.com

محمدؐ کی دعوت تیزی سے پھیل رہی تھی اور معاشرے کا صالح عنصر آپؐ کے گرد جمع ہو رہا تھا۔ یہ دیکھ کر شرک کے علمبردار بہت تلملائے اور ان کے دلوں پر سانپ لوٹنے لگے۔ خدا کی عبادت سراسر بتوں کی توہین تھی۔ اسلام کی عزت کفر کے لیئے سراپا ذلت تھی اور مسلمانوں کی سربلندی کافروں کے لیئے خطرہ تھی۔ لہٰذا کافر غصہ سے بے تاب ہوگئے۔ بالکل آگ بگولا ہوگئے اور انہوں نے قسمیں کھائیں:

"اب ہم محمدؐ کے لیئے ننگی تلوار ہیں۔ جہاں پائیں گے، اسے ستائیں گے، اور جس طرح ہو سکے گا، اس کا دل کھائیں گے۔ جسم کو بھی زخمی کریں گے اور رُوح کو بھی چھلنی کریں گے، اور ...... اور اس کے دین کو مٹا کر چھوڑیں گے۔"

چنانچہ انہوں نے اپنے شاعروں اور بدمعاشوں کو آپؐ کیخلاف بھڑکا دیا۔ اب وہ آپؐ کو گالیاں دیتے، آپؐ پر تہمتیں لگاتے، اشعار میں آپؐ کی ہجو کرتے، لوگوں میں آپؐ کے خلاف بدگمانیاں پھیلاتے اور آپؐ کی عقل و نیت پر حملے کرتے۔ کوئی کہتا، یہ تو جادوگر ہے، کوئی کہتا، اس پر تو جادو کا اثر ہے اور کوئی کہتا، اس کو شہرت کی ہوس ہے۔

ایک دن کچھ مشرک سردار کعبہ میں جمع ہوئے اور آپؐ موضوعِ سخن بنے:

Marfat.com

"ارے محمدؐ تو کہتا ہے کہ ہم لوگ مر جائیں گے، تو پھر زندہ کئے جائیں گے، اور اپنے کئے کا حساب دیں گے۔ اچھے کاموں میں اچھا بدلہ پائیں گے اور بُرے کا بُرا۔ اچھے کام کریں گے تو جنت میں جائیں گے اور بُرے کام کریں گے، تو جہنم میں جائیں گے۔"

پھر انہوں نے سوچا کہ ذرا محمدؐ کو بُلائیں اور کچھ بحث و مناظرہ کریں اگر وہ اپنی باتوں میں سچا ہوگا تو دلیل دے گا، اور اگر جھوٹا ہوگا اور محض دعویٰ ہی کرتا ہوگا تو ہم کو حق ہوگا کہ اسے جتنا چاہیں ستائیں اور اس میں ہم بالکل معذور ہوں گے، نہ کسی کو ملامت کا حق ہوگا، اور نہ باز پُرس کا۔

چنانچہ انہوں نے فوراً آپؐ کے پاس ایک آدمی دوڑایا۔ آدمی پہنچا تو آپؐ کو ان کی طرف سے کچھ امید ہوئی۔ آپؐ نے سوچا کہ شاید ان پر حق بے نقاب ہوگیا اور شاید اب وہ ایمان لے آئیں۔ یہ سوچ کر آپؐ بے تابی سے ان کی طرف بڑھے لیکن .... وہاں تو کچھ اور تھا۔ وہاں تو وہی دلخراش باتیں تھیں۔ وہی ضد اور نفرت کی ادائیں تھیں۔ انہوں نے کہا:

"ہم تو جانتے نہیں کہ عرب میں کوئی ایسا آدمی ہوا ہو، جس نے تمہاری طرح اپنی قوم کو تنگ کیا ہو۔ تم نے ہمارے دین میں عیب نکالا۔ ہمارے دیوتاؤں کو بُرا بھلا کہا۔ ہمارے باپ دادا پر کیچڑ اُچھالی۔ یہی کیا؟ پوری قوم کو تتر بتر کر کے رکھ دیا۔ خود ہی بتاؤ، کیا بات رہ گئی، جو تم نے چھوڑ دی۔ لیکن سنو! اب بھی ہم تم کو سینے سے لگانے کے لئے تیار ہیں۔ دولت، عزت، شہرت سب کچھ دینے کے

Marfat.com

لئے تیار ہیں۔ دولت کی تمنا ہو، تو بتاؤ۔ ہم تمہارے قدموں پر دولت کے ڈھیر لگا دیں گے۔ شہرت کی تمنا ہو تو بتاؤ، ہم تم کو اپنا سردار بنا لیں گے۔ اور اگر کہیں دماغی مرض ہے، یا جن کا اثر ہے تو ہم اچھے سے اچھے علاج کا انتظام کریں۔ علاج تمہارا ہوگا پیسہ ہمارا لگے گا۔

آپؐ کی عقل و نیت پر زبردست حملہ تھا؟ چنانچہ آپؐ کو بہت ملال ہوا۔ آپؐ نے فرمایا:

"مجھ میں اس طرح کی کوئی شکایت نہیں۔ مجھ کو مال و دولت کی بھی تمنا نہیں۔ شہرت یا بادشاہت کی بھی ہوس نہیں۔ میں تو اللہ کا رسولؐ ہوں۔ اسی نے مجھے بھیجا ہے تاکہ تم کو غفلت سے چونکا دوں۔ بُرائی کا بُرا انجام بتا دوں اور نیکی کا نیک انجام بھی سُنا دوں اور چاہو تو تمہیں رب سے ملا دوں۔"

اِن باتوں کا ان پر کیا اثر ہوا؟ جاہلیت کی رگ اور پھڑک اٹھی اور ان میں ایک غل مچ گیا۔ اب جو کچھ منہ میں آیا وہ بکنے لگے۔ نیز انہوں نے کچھ اُلٹے سیدھے مطالبات بھی کیئے، پھر بولے:

"اگر تم سچ مچ اللہ کے رسولؐ ہو، اور اس نے تم کو ہماری رہنمائی کے لیئے بھیجا ہے تو ان مطالبات کو پورا کرو۔ پھر ہمیں یقین آئے گا کہ تم سچے ہو اور اس وقت ہم تمہاری بات مانیں گے۔"

چنانچہ کسی نے کہا:

"اپنے رب سے کہو کہ ہمارے لیئے ایک چشمہ رواں کر دے۔ چشمہ بھی ایسا کہ زمزم سے بھی میٹھا ہو اور جیسے شام و

Marfat.com

عراق میں نہریں بہتی ہیں۔ ہمارے یہاں بھی بہنے لگیں۔"

کسی نے کہا:

"اگر تم نبیؐ ہو تو اپنے رب سے کہو کہ وہ تم کو باغوں اور محلوں میں رکھے۔ اور سونے چاندی کے بہت سے خزانے دے دے تاکہ عیش کی زندگی گزر سکے یہ کیا کہ ہماری طرح بازاروں میں مارے مارے پھرتے ہو اور روزی کے پیچھے خون پسینہ بہاتے ہو۔"

کسی نے کہا:

"یمامہ میں ایک آدمی ہے رحمان، وہی تم کو یہ سب باتیں سکھاتا ہے، تو سن لو، ہم رحمان پر تو ایمان لانے سے رہے اور اگر ایسا نہیں تو تم ہمارے سامنے آسمان پر چڑھو، اور وہاں سے ایک تحریر لاؤ۔ جس کو ہم بھی پڑھ لیں۔"

کسی نے کہا:

"فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ انہی کو ہم پوجتے ہیں۔ اب اگر تم اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کھڑا کرو، یا آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہم پر گرا دو تو ہم تم پر ایمان لے آویں۔ ذرا ہم بھی دیکھیں کہ کیسی سزا اور کیسا عذاب ہے جس کی یہ دھمکیاں ہیں۔"

آپؐ نے فرمایا:

"پاک ہے میرا رب! کیا میں ایک پیغمبر کے سوا اور بھی کچھ ہوں؟"

اللہ نے فرمایا:

"بابرکت ہے وہ ذات جو اگر چاہے تو تمہیں اس سے

Marfat.com

بھی اچھی چیزیں دے دے۔ چاہے تو ایسے باغ دے
دے، جن کے نیچے سے نہریں رواں ہوں، اور چاہے تو
بہت سے محل دے دے۔"

ان لوگوں نے کہا:

"محمدؐ! ہم نے تمہارے سامنے کتنی ہی باتیں رکھیں۔
لیکن تم نے ایک نہ سنی۔۔ ہم نے تم سے کتنی ہی خواہشیں کیں،
لیکن تم نے سب ٹھکرا دیں۔ سُن لو، اَب ہم معذور ہیں۔ اور
اَب ہمیں حق ہے کہ تمہارے ساتھ جیسا چاہیں سلوک کریں۔
یاد رکھو، ہم تمہاری جان ہی لے کر چھوڑیں گے۔ اَب تو یا تم
رہو گے یا ہم۔"

اور اَب انہوں نے آپؐ کے قتل کا فیصلہ کر لیا، بالکل آخری اور
محکم فیصلہ۔

"لیکن اگر محمدؐ کو قتل کیا تو ۔۔۔۔۔ ابُوطالبؑ کا کیا ہوگا؟
اِن کے کلیجہ میں تو آگ لگ جائے گی، اور جہاں وہ بگڑے،
سارے آلِ مُطلبؑ بگڑ جائیں گے۔ پھر تو بہت بُرا ہوگا۔ یہی
لوگ تو قریش کے سردار اور سرکار ہیں، ان کے بعد کیا بنے
گا؟"

یہ خیال آتے ہی اِن کی ہمت جواب دینے لگی اور سارے حوصلے
پست ہو گئے۔

"مگر ہاں، ایک شکل ہے، کوئی ترکیب کی جائے کہ محمدؐ
ابُوطالبؑ کی نظر سے گِر جائے یا کم از کم اِن کا دِل پھیکا ہو جائے
کہ اِس کو ہم قتل کریں، تو وہ چُپ چاپ رہیں۔"

چنانچہ انہوں نے بہت سوچا، بہت سوچا، اور کئی دِن تک سوچا،

Marfat.com

بالآخر ان نادانوں کی عقل نے مشورہ دیا:

"ابو طالب کے پاس اپنا ایک جوان لے کر جاؤ۔ جوان بھی ایسا کہ طاقت اور بہادری میں مشہور ہو اور دنیائے حسن کا بھی بادشاہ ہو۔ پھر ان سے کہو کہ اپنے بھتیجے کو دے دیں۔ اور اس کی جگہ اس جوان کو رکھ لیں"

Marfat.com

اپنی اس بودی تدبیر پر قریش بہت مگن تھے۔ چنانچہ وہ ابو طالب کے پاس آئے اور ساتھ میں ایک جوان بھی لائے، وَلید بن عمارہ نامی جوان، اور بولے:

"ابُوطالب! یہ عمارہ کا بیٹا وَلید ہے۔ قریش کا سب سے بہادر، اور طاقتور جوان۔ اور پھر دُنیائے حسن کا بھی بادشاہ۔ آج سے یہ آپ کا بیٹا ہے۔ ہر معاملہ میں صحیح مشورہ دے گا۔ اور ہر کام میں آپ کا ہاتھ بٹائے گا۔ ہاں تو اس کو اَب آپ رکھیے اور اس کے بدلے بھتیجے کو ہمیں دے دیجئے کہ اس کا قصہ ہی پاک کر دیں۔ خواہ مخواہ کے لیئے اس نے ایک فتنہ اُٹھا رکھا ہے اور ساری قوم کو تتر بتر کر کے رکھ دیا ہے، اور پھر آپ کو تو اس سے بھی اچھا آدمی مل رہا ہے۔"

قوم کے سمجھ داروں کی زبان سے ایسی باتیں! اس قدر عجیب و غریب اور عقل سے ہٹی ہوئی باتیں۔

ابُوطالبؓ ہکا بکا رہ گئے۔ کچھ دیر تک تو وہ حیرت سے ان کا منہ تکتے رہے پھر بولے:

"اے عقل کے مارے دیوانو! کتنا بُرا سودا کر رہے ہو تم! تمہارا بیٹا تو میں اپنے پاس رکھ کر موٹا کروں اور اپنے کلیجہ کو دے دوں کہ تم اس کی تکہ بوٹی کرو؟ خُدا کی قسم یہ تو

Marfat.com

قیامت تک نہ ہوگا۔"

عدی کا بیٹا مُطعِم بولا کہ یہ بھی قریش کے سرداروں میں تھا:

"خدا کی قسم ابُوطالب! قوم نے بہت انصاف کیا اُور لاکھ کوشش کی کہ ناگواری کی کوئی بات نہ ہو۔ لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ ان کی کوئی بات ہی ماننے کو تیار نہیں!"

ابو طالب نے کہا:

"بخدا میرے ساتھ ذرا بھی انصاف نہیں کیا گیا۔ اصل میں تم نے مجھے رُسوا ہی کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے کہ لوگوں کو میرے خلاف بھڑکاتے ہی رہو گے۔ تو جاؤ۔ جو جی میں آئے کر دیکھو۔"

لوگوں نے کہا:

"ہم نے ذرا بھی ناانصافی نہیں کی۔ نہ آپ کے ساتھ کی نہ بھتیجے کے ساتھ کی۔ ہم نے بارہا کہا کہ بھتیجے کو سمجھائیے اور اس کو ان کی حرکتوں سے روکئے، لیکن آپ نے کبھی نہیں روکا۔ سُن لیجئے، اب اگر اس نے دیوتاؤں کا نام لیا یا بزرگوں کو کچھ کہا، یا ہماری عقل و سمجھ پر کوئی حملہ کیا، تو برداشت نہ ہوگا۔ اَب بس دو ہی صورتیں ہیں یا تو آپ سمجھا بجھا کر اس کا منہ بند کر دیں۔ ورنہ ہم لوگ جنگ کریں گے اِس سے بھی کریں گے اور آپ سے بھی کریں گے، اُور ہر اس شخص سے کریں گے جو آپ دونوں کا ساتھ دے گا۔ اَب تو یا آپ رہیں گے یا ہم!"

پھر یہ کہہ کر لوگ چلے گئے۔ معاملہ چونکہ سخت تھا اُور موقع بڑا نازک

تھا اِس لیئے ابو طالب کو بہت رَنج ہوا، اَور دل کو بہت دُکھ ہوا، اَور قوم اَور خاندان کے اس کھُلے چیلنج نے ان کا جگر چیر دیا۔

قوم کی دُشمنی مول لینے کا یارا نہیں، اور بھتیجے کو بے سہارا چھوڑ دینا بھی گوارا نہیں۔ ایک عجیب وغریب کش مکش تھی اور بڑی ہی سخت آزمائش تھی۔ چنانچہ ابو طالب کا سر جھک گیا اور وہ سوچنے لگے:

"میں کیا کروں؟ اُف ...... ! میں کیا کروں؟"

اَبُو طالب! اَب تم کیا کروگے؟ بولو، اَب تمہارا کیا فیصلہ ہے؟ کیا بھتیجے کو ظالموں کا لقمۂ تر بناؤ گے؟ یا اس کی حمایت میں جان لڑاؤ گے؟ ایک فیصلہ کُن گھڑی تھی اَور دُنیا کو انتظار تھا کہ دیکھیں، کیا ہوتا ہے؟

بالآخر اَبُو طالب نے طے کیا کہ آپؐ کو بُلائیں اَور کسی طرح دعوت دینے سے روک دیں، کہ یہی دعوت قوم کی عداوت کا سبب تھی۔ اِسی نے قریش کی وَحدت کو پارہ پارہ کر دیا تھا اَور اِسی نے ان کی شان و شوکت کا محل ڈھا کر رکھ دیا تھا۔

چنانچہ محمدؐ چچا کے پاس گئے۔ چچا نے سارا قصہ سُنایا اور قریش کا چیلنج بھی بتایا۔ پھر بولے:

"جانِ عم! خُدارا مجھ پر اور اپنی جان پر رَحم کھاؤ۔ مجھ پر اتنا بار نہ ڈالو کہ میں سہار نہ سکوں"

یہ ایک فیصلہ کُن گھڑی تھی اَور دُنیا پھر سراپا انتظار تھی کہ دیکھیں، اَب کیا ہوتا ہے!

کیا محمدؐ رَب کی پکار سے رُخ پھیر لیتے ہیں اَور چچا کی پکار پر لبیک کہتے ہیں؟

کیا محمدؐ حق کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں، اَور دینِ اسلام سے منہ

Marfat.com

موڑ لیتے ہیں؟ کیا اب دنیا نورِ ایمان سے جگمگاتی ہے، یا کفر کی تاریکی ہی چھائی رہتی ہے؟

محمدؐ! اپنے دردمند چچا کی باتیں سُن لیں، کہو اب تمہارا کیا فیصلہ ہے؟ بولو، اب کیا ارادہ ہے؟

آپؐ نے وہی فیصلہ کیا، جو فیصلہ آپؐ کے ربّ کا تھا۔ آپؐ نے وہی بات پسند کی، جس میں خود خُدا کی پسند تھی۔ چنانچہ پورے عزم و ہمت سے فرمایا:

"چچا! خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ میں سُورج رکھ دیں اور بائیں ہاتھ میں چاند، اور کہیں کہ میں یہ کام چھوڑ دوں، تو یہ ناممکن ہے یا تو یہ کام پُورا ہوگا، یا میری جان بھی اسی راہ میں کام آئے گی۔"

اللہ اللہ........ یہ حق کی طاقت، اور ایمان کی عظمت! یہ باطن کی قوت اور رُوح کی عظمت!

محمدؐ حق کے ساتھ تھے۔ حق ہی کے لئے آپؐ کا جینا تھا اور حق ہی کے لئے آپؐ کا مرنا تھا!

اب چچا نے بھتیجے کو بہت ہی حیرت اور تعجب سے دیکھا، آپؐ کے عزم و حوصلہ کا ان پر بڑا اثر ہوا، اور وہ ایک گہری سوچ میں ڈوب گئے۔ مقصد کی یہ دُھن! اور کام کی یہ لگن! اس راہ میں کیا مصیبتیں آئیں گی؟ اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ قوم کیا سلوک کرے گی؟ اس کی کوئی فکر نہیں۔

پھر محمدؐ چچا کے پاس سے اُٹھے، اور چل دیئے، روکنا بہت چاہا، مگر آنکھوں سے آنسو پھُوٹ پڑے، اور دل میں ایک ہلچل مچ گئی۔

Marfat.com

"اب کیا ہوگا؟ اب تو چچا کی بھی آنکھیں بدل گئیں۔
ان کے عزم و ہمت نے بھی جواب دے دیا۔ انہوں نے
اب مجھ کو بے سہارا چھوڑ دینا گوارا کر لیا آہ .... جس
چچا نے مجھے سدا کلیجے سے لگائے رکھا، آج مصیبتوں کے
طوفان میں اس نے تنہا چھوڑ دیا"

لیکن ابھی آپؐ کچھ ہی دُور گئے تھے، کہ چچا نے آواز دی:

"بھتیجے! ذرا سننا"

چنانچہ پھر چچا کے پاس گئے۔

چچا نے کہا:

"بھتیجے جاؤ! اور جو دل چاہے کہو! جب تک جان
میں جان ہے، میں تمہارے ساتھ ہوں"

چچا کی زبان سے آپؐ نے یہ باتیں سُنیں، تو خوشی سے چہرۂ مبارک کندن کی طرح دمکنے لگا، اور سینہ میں ایک نیا حوصلہ اور ولولہ موجیں مارنے لگا۔ مشرکوں کے چہرے پر بل آتا ہے، آیا کرے۔ ان کی تیوری چڑھتی ہے، چڑھا کرے۔ ہم تو اس راہ میں جان لڑاتے رہیں گے اور تاریک دنیا میں نورِ اسلام پھیلا کے رہیں گے۔ یہ تھا آپؐ کا عزم! اور یہ تھا آپؐ کا حوصلہ!

اب چچا بھتیجے کی مدد کے لیئے کمر کسنے لگا، اور اس کے لیئے خاندان کو بھی تیار کرنے کا فیصلہ کیا۔

چنانچہ اس نے چٹ پٹ سب کو جمع کیا، اور کہا:

"بھائیو! سب محمدؐ کے پیچھے پڑے ہیں، اور بالکل
اس کی جان لینے پر تُل گئے ہیں۔ تو میں چاہتا ہوں کہ ان
کی یہ تمنا بر نہ آئے اور ہم سب مل کر اس کا ساتھ دیں"

Marfat.com

یہ سُن کر سب نے ابوطالب کی ہمت بڑھائی اور مدد کا وعدہ کیا، بس ایک ابُولہب تھا، جس کو بھتیجے پہ ذرا بھی ترس نہ آیا، اور اس نے بھتیجے جی آپؐ کی دُشمنی کا بیڑا اُٹھایا۔ اس نے اعلان کردیا کہ میں قریش کے ساتھ ہوں اور انہی میں مل کر کام کروں گا۔

اب قریش پورے زور شور سے آپؐ کی مخالفت پر تُل گئے، اور دعوت کو ناکام بنانے کے لیئے نت نئی چالیں چلنے لگے۔ نیز انہوں نے آپؐ پر وہ ظلم ڈھائے کہ خدا کی پناہ! زمین لرز اٹھی اور آسمان تھرّا گئے۔ لیکن ان ظالموں کو ذرا بھی رحم نہ آیا۔ پھر یہ چیز آپؐ ہی تک محدود نہ تھی۔ ساتھیوں کو بھی انہوں نے اپنی بے رحمیوں کا نشانہ بنایا اور ظلم وستم کی چکی میں پیس کر رکھ دیا۔

لیکن پیارے نبیؐ اور آپؐ کے ساتھی سب کچھ سہتے رہے!

Marfat.com

محمدِ عربی
صلی اللہ علیہ وسلم

طوفانی کشمکش

Marfat.com

قریش کا طوفانِ بے تمیزی۔
ابوجہل کی ناکام سازش۔
رسول اللہؐ حافظِ حقیقی کی حفاظت میں۔
مشرکین کی دلدوز سفاکیاں۔
بے بس مسلمانوں کی حیرت ناک استقامت۔
حضرت حمزہؓ اسلام کی آغوش میں۔
حضرت حمزہؓ کی جرأت و بے باکی۔
رسولِ خدا اور عتبہ کی گفتگو۔
عتبہ کا تاثر اور قریش کو مشورہ۔
بُت کدے میں قرآن کی گونج۔
ایک عظیم شور و شر۔
قرآن کے بارے میں شرک کے علمبرداروں کا تاثر۔
رسالت کا زندہ ثبوت۔
مشرکین کی ہٹ دھرمی۔

Marfat.com

کافر ہاتھ دھو کر پیارے نبیؐ اور ساتھیوں کے پیچھے پڑے رہے چنانچہ وہ بڑی بے دردی سے ستاتے، گالیاں دیتے۔ پتھر برساتے اور اپنی ذلیل حرکتوں کی ایسی ایسی نمائش کرتے کہ شرافت نے کبھی تو آنکھیں بند کر لیں اور کبھی کانوں میں انگلیاں دے لیں۔

رُقیہؓ اور اُمِّ کلثومؓ آپؐ کی دو بیٹیاں تھیں۔ یہ عُتبہ اور عتیبہ کو بیاہی تھیں۔ عتبہ اور عتیبہ اَبُولہب کے بیٹے تھے اور باپ ہی کی طرح یہ دونوں بھی اِسلام کے کٹّر دُشمن تھے۔ چنانچہ ایک زمانہ تک یہ نیک بیویوں کا ناک میں دَم کیئے رہے، اور کڑوی باتوں سے ان کے دِل چھیدتے رہے مگر بدنصیب اَبُولہب کو اس سے بھی تسکین نہ ہوئی اور اس نے ان کو بیٹوں سے جدا کر دیا۔

پھر چونکہ وہ پیارے نبیؐ کے پڑوس میں رہتا تھا۔ اِس لیئے اِس کا وجود آپؐ کے لیئے ایک مستقل دردِ سر تھا۔ حَد یہ ہے کہ آئے دن وہ آپؐ کے دروازے پر کوڑا کرکٹ پھینک دیتا اور کبھی غلاظت بھی لا کر ڈال جاتا۔ اس کی بیوی اُمِّ جمیل بھی کچھ کم نہ تھی۔ یہ راستہ میں کانٹے بچھا دیا کرتی۔

دُشمنوں کا آپؐ کے ساتھ یہ برتاؤ تھا، مگر اس پر بھی آپؐ نے شرافت کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑا، اور ان کی بدتمیزی کا جواب ہمیشہ عالی ظرفی، اور خوش اخلاقی سے دیا۔ وہ سب کچھ کرتے رہتے اور آپؐ دیکھا کرتے اور صبر کرتے اور کبھی پریشان ہو جاتے تو صِرف

Marfat.com

اتنا فرماتے۔

آلِ مُطلبؓ! پڑوسی کے ساتھ کیسا سلوک ہے یہ؟

پھر قریش تو آپؐ کے قتل ہی کا فیصلہ کر چکے تھے۔ لیکن جب انھوں نے دیکھا، کہ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب سب آپؐ کے ساتھ ہیں اور آپؐ پر جان دینے کو تیار ہیں تو اس سے وہ بہت سٹپٹائے اور اب ان کی ہمتیں پست ہو گئیں اور حوصلے ٹوٹ گئے اور انھوں نے یہ ناپاک ارادہ دل سے نکال دیا۔ البتہ چوٹیں کرنے اور پھبتیاں کسنے سے وہ اب بھی باز نہ آئے۔ کہیں راستے میں آپؐ کو پا جاتے یا ساتھیوں میں دیکھتے، تو وہ زور کا قہقہہ لگاتے اور کہتے:

"کیوں محمدؐ! آسمان سے آج کچھ نہیں آیا"

یا کہتے:

"کیا اور کوئی نہیں تھا، کہ خدا نے تمہیں رسول بنا دیا؟
یہاں تو ایک سے ایک موجود تھے۔ تم سے زیادہ ہوشیار بھی اور مالدار بھی!!"

یا وہ تالیاں پیٹتے، اور سیٹیاں بجاتے کہ آپؐ بات نہ کر سکیں۔ کمزور اور نادار مسلمانوں کو دیکھتے، تو قہقہہ لگاتے اور اشارہ کرتے ہوئے کہتے:

"یہ لوگ تو زمین کے بادشاہ ہیں۔ جلد ہی روم و ایران کو تاراج کریں گے"

آپؐ کا سب سے بڑا دشمن ابوجہل تھا۔ دشمنی میں یہ ایک دم دیوانہ تھا اور شرافت و وقار سے بالکل ہی بے گانہ۔ آپؐ کے لیے ہر بُرا کام اِسے گوارا تھا۔ چنانچہ جہاں پاتا، وہ آپؐ کو کوستا، اور اوروں کو بھی آپؐ کے خلاف اُکساتا۔ آپؐ نماز پڑھتے تو کچھ اوباشوں

Marfat.com

کو ساتھ لے کر خوب ہنسی اُڑاتا اور دعوت و تبلیغ کا کام کرتے تو غنڈوں کو جمع کر کے قہقہہ لگاتا اور بار بار لوگوں سے کہتا:

"محمدؐ کے پُرزے اُڑاؤ، پھر چین کی بنسی بجاؤ!!"

یہی کیا؟ ایک دن تو اس نے ساتھیوں سے کہا:

"خدا کی قسم، کل ایک پتھر لے کر بیٹھوں گا۔ اتنا بھاری کہ اٹھائے نہ اُٹھے اور جونہی محمدؐ سجدہ میں جائے گا، اس کا سَر پیس کر رکھ دوں گا۔ پھر چاہے تم لوگ میرا ساتھ دو، یا چھوڑ کر الگ ہو جاؤ۔ آلِ مناف بھی جو کچھ کریں گے، دیکھا جائے گا"

ساتھیوں نے بھی خوب ہمت افزائی کی، اور جوش دلاتے ہوئے بولے:

"توبہ، توبہ، ہم لوگ ساتھ چھوڑ سکتے ہیں! اس طرف سے تو آپ بالکل بے غم رہیئے، اور جو جی میں آئے بے دھڑک کیجئے"

چنانچہ صبح ہوئی تو ابو جہل نے ایک بھاری پتھر لیا اور کعبہ کے پاس انتظار میں بیٹھ گیا، اور قریب ہی ساتھی بھی بیٹھ گئے، پھر روز کی طرح پیارے نبیؐ آئے اور رُکنِ یمانی اور حجرِ اسوَد کے درمیان کھڑے ہوئے اور نماز[1] میں مصروف ہو گئے۔ پھر جونہی آپؐ سجدے میں گئے، ابو جہل نے پتھر اُٹھایا اور آپؐ کی طرف بڑھا۔ ساتھی چُپ چاپ بیٹھے رہے اور غور سے دیکھتے رہے، کہ کیا ہوتا ہے؟

---

[1] چاشت کی نماز آپؐ حرم ہی میں ادا کرتے۔ کیونکہ یہ نماز قریش کے مذہب میں بھی جائز تھی۔ (ابن الاثیر)

Marfat.com

کتنا عجیب منظر تھا یہ ......! ایک دشمنِ خُدا اس سر کو کُچلنے جا رہا تھا جو سر خُدا کے قدموں کو چھُو رہا تھا، اور اس وجود کو مٹانے جا رہا تھا۔ جس کا نگہبان خود خُدا تھا۔

ساتھی ہونے والے حادثہ پر نظریں جمائے، دھڑکتے ہوئے دِل سے ابوجہل کو دیکھتے رہے۔ اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ وہ لوٹ پڑا۔ چہرہ اترا ہوا تھا۔ اور آنکھیں چڑھی ہوئی تھیں اور ہاتھ میں پتھر جوں کا توں تھا۔

ساتھی سخت حیران ہوئے۔ بڑھ کر انہوں نے پوچھا:

"ارے اَبُوالحکم! کیا ہوا، کیا ہوا؟"

ابوجہل (ہانپتے ہوئے):

"ارے تم کو کچھ نہیں دِکھتا؟ سامنے آگ کا اَلاؤ ہے ذرا بھی آگے بڑھتا تو بھسم ہو کر رہ جاتا۔"

یہ سُن کر وہ اور حیران ہوئے اور حیرت سے اِس کا منہ تکنے لگے پھر انہوں نے سوچا کہ معلوم ہوتا ہے، ارادہ بدل گیا ہے اور کرنے کو جی چاہتا نہیں۔ بس اسی کے لیئے یہ سب حیلے بہانے ہیں۔ چنانچہ ایک ساتھی تو جوش سے بے تاب ہو گیا، اور فوراً اس نے وہی پتھر اُٹھایا، اور اِسی ارادہ سے آپؐ کی طرف بڑھا، مگر کچھ ہی دُور گیا، کہ اس کے بھی قدم رُک گئے، اور پھر وہ لوٹ پڑا۔ لوگوں نے دیکھا کہ اس کا چہرہ بھی اُترا ہوا تھا اور خوف سے آنکھیں پتھرائی ہوئی تھیں۔

اِس طرح اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی مدد کی، اور دشمنوں کی سازش دھری کی دھری رہ گئی۔

یہ کوئی پہلا واقعہ نہیں۔ قریش نے بڑی بڑی سازشیں کیں، اور بار بار کیں۔ لیکن اِن کے ارمان کبھی پورے نہ ہوئے اور وہ مسلسل منہ

Marfat.com

کی کھاتے رہے۔ پر اب بھی وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے۔ آپؐ پر کسی طرح بس نہ چلا تو انہوں نے بے چارے کمزور مسلمانوں کو نشانہ بنایا اور ان کو تڑپا تڑپا کر دل کی بھڑاس نکالنے لگے۔ پھر اس کام میں قریش تنہا نہ تھے اور بہت سے قبیلے بھی ان کے ساتھ تھے، اور ان کی پیٹھ ٹھونک رہے تھے۔ ان قبیلوں نے آپس میں ایک معاہدہ بھی کیا۔

اس معاہدہ کی رو سے کوئی قبیلہ کسی مسلمان کو پناہ نہیں دے سکتا تھا۔ ہر قبیلہ کا فرض تھا کہ جہاں کہیں مسلمان مل جائیں، وہ ان کے لئے سراپا ظلم و ستم بن جائے۔ ان کو خوب مارے پیٹے اور جس طرح ہو سکے انہیں ذلیل و رسوا کرے۔ شرافت اور انسانیت سر پیٹیں تو پیٹا کریں، وہ اس کی ذرا بھی پروا نہ کرے اور اگر کسی کا غلام یا باندی مسلمان ہو جائے، تو اس پر وہ ذرا بھی ترس نہ کھائے۔ ترس کھانا تو درکنار، اسے وہ اتنا ستائے کہ وہ نئے دین سے بیزار ہو جائے اور پھر اپنے آبائی دین ہی کی پناہ لے۔

دن بدن ان کے مظالم بڑھتے ہی گئے۔ ان میں ایسے ایسے بھی بے رحم تھے، جن کے سینوں میں دل نہ تھے، پتھر کے ٹکڑے تھے۔ ان ظالموں نے بے کس مسلمانوں کو قید کیا۔ مارا پیٹا، بھوکا پیاسا رکھا۔ مکہ کی تپتی ہوئی ریت پر لٹایا۔ لوہے کی گرم سلاخوں سے داغا۔ پانی میں غوطہ دیا اور نہ جانے کیا کیا کیا!!

مگر ان سب کے باوجود پوری پامردی سے اسلام پر جمے رہے اور مردانہ وار ساری آزمائشوں کا مقابلہ کرتے رہے۔

انہی جواں مردوں میں یاسرؓ، ان کی بیوی سمیہؓ اور لخت جگر عمارہؓ بھی تھے۔ یہ تینوں مکہ کے غریبوں میں سے تھے، اور بہت پہلے اسلام

Marfat.com

لے آئے تھے۔ خاندان والے اُن کے کپڑے اُتار دیتے اور جب دوپہر سخت ہو جاتی، تو تپتی ہوئی ریت پر لٹا دیتے۔ اس کے علاوہ کبھی آگ میں جلاتے اور کبھی پانی میں غوطے دیتے۔ اسی بے کسی کے عالم میں رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوتا، تو آپؐ ان کو تسلی دیتے اور بہت ہی دَرد بھرے لہجے میں فرماتے:

"صبر کرو، صبر، تمہارا ٹھکانا جنت ہے۔"

حضرت یاسرؓ نے تو اسی طرح تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔ لیکن حضرت سُمیّہؓ کو ابُوجہل نے شہید کیا۔ یہ ہر وقت ان کی جان کے پیچھے پڑا رہتا۔ اور بڑی بے دردی سے ستاتا۔ چنانچہ ایک روز انہیں جوش آگیا۔ اور گفتگو کا لہجہ ذرا سخت ہو گیا۔ اب کیا تھا، ابوجہل غصہ سے بے تاب ہو گیا۔ اتفاق سے اس وقت ہاتھ میں برچھی بھی تھی۔ کھینچ کر اس نے ایسا مارا کہ آپ کا دم نکل گیا۔ اس طرح اسلام میں سب سے پہلے شہادت کا شرف انہی کو نصیب ہوا۔

حضرت عمّارؓ کو بھی ظالم لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں چھوڑ دیتے یا تپتی ہوئی زمین پر لٹا کر اِتنا اِتنا مارتے کہ وہ بے ہوش ہو جاتے۔ لیکن اس مار پیٹ اور دھوپ کی سختی سے ایمانی گرمی میں کوئی کمی نہ ہوتی۔

انہی جواں مردوں میں حضرت خبّابؓ بھی تھے۔ یہ اُمِّ اَنمار کے غلام تھے۔ اُمِّ اَنمار روز لوہے کی سلاخیں گرم کرتی اور ان کے سر پر رکھ دیا کرتی۔ اس کے علاوہ اور نہ جانے ان پر کیا کیا ستم ہوتے۔ حد یہ ہے کہ ایک دن کوئلے دہکائے گئے، اور وہ ان پر چت لٹا دیئے گئے، اور اسی حال میں کوئلے ٹھنڈے ہو گئے۔ تاب نہ لا کر حضرت خبّابؓ نے ان بے دردیوں کی فریاد رحمتِ عالم سے کی تو آپؐ نے ان کے

Marfat.com

لیئے دُعا فرمائی:

"خدایا! خبّابؓ کی مدد کر۔"

چنانچہ دُعا رنگ لائی اور اُمِّ انمار کے سَر میں کوئی بیماری ہو گئی۔ حکیموں نے اس کا علاج کیا بتایا.........! گرم سلاخوں سے وہ سَر کو داغا کرے۔ چنانچہ حضرت خبّابؓ لوہے کی سلاخیں گرم کرتے، اور پھر اس کا سَر داغتے۔

انہی جواں مَردوں میں ایک حضرت بلالؓ بھی تھے۔ یہ حَبَشَہ کے رہنے والے تھے۔ اور خلف کے بیٹے اُمیّہ کے غلام تھے۔ اُمیّہ ان کا کھانا پانی سب بند کر دیتا۔ پھر جب بھوک پیاس سے وہ بے قرار ہو جاتے اور ٹھیک دوپہر ہو جاتی، تو وہ تپتی ہوئی چٹانوں پر انہیں چت لٹا دیتا اور چھاتی پر بہت بھاری پتھر رکھوا کر کہتا:

"یا تو محمدؐ کا ساتھ چھوڑ دو، اور لات و عُزّیٰ کو پوجو ورنہ اسی طرح ایڑیاں رگڑتے رہو۔"

حضرت بلالؓ یہ سارے مظالم سہتے اور اس وقت بھی زبانِ مبارک پر یہ الفاظ ہوتے:

اَحَدٌ! اَحَدٌ!!

"ایک ہے، بس ایک ہے۔"

وہ تو ایمان کے نشہ میں چور تھے، اور وہ نشہ ایسا نہ تھا، جو ان تلخیوں سے اُتر جاتا۔ چنانچہ جوش کے عالم میں وہ بار بار یہی الفاظ دُہراتے۔

رحمتِ عالم کا گزر ہوتا، تو ان کی یہ مظلومی دیکھ کر تڑپ اُٹھتے، اور بہت ہی درد بھرے لہجہ میں فرماتے:

"بلالؓ! گھبراؤ نہیں۔ اَحَدٌ، اَحَدٌ جلد ہی نجات دیگا۔"

Marfat.com

وَرقہ بن نوفل کا گزر ہوتا تو وہ کہتے:

"بلالؓ! بخدا وہ ایک ہی ہے۔ ہاں، وہ ایک ہی ہے۔"

پھر وہ ظالموں کی طرف متوجہ ہوتے اور کہتے:

"خدا کی قسم! اگر تم لوگوں نے اِسی طرح اس کی جان لے لی، تو میں اس کی قبر کو زیارت گاہ بناؤں گا۔"

غرض حضرت بلالؓ یہ سختیاں جھیلتے رہے، اور صبر کرتے رہے بالآخر ایک دن حضرت ابو بکرؓ اُمیّہ کے پاس گئے اور بولے:

"ارے تجھ کو ذرا بھی خُدا کا ڈر نہیں کہ اس بیچارے کو مارے ڈال رہا ہے؟"

وہ بولا:

"تم نے ہی تو اس کو بگاڑا ہے۔ اب تم ہی بچاؤ بھی۔"

حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا:

"میرے پاس ایک مشرک غلام ہے۔ تو اُسے لے لے۔ اور اسے مجھے دے دے۔"

وہ بولا:

"چلو، منظور ہے۔ لے جاؤ اسے۔"

اِس طرح حضرت ابو بکرؓ نے اپنا غلام اُمیّہ کو دے دیا۔ اور اِس سے حضرت بلالؓ کو لے کر آزاد کر دیا۔

صِرف حضرت بلالؓ ہی نہیں۔ اور نہ جانے کتنے غلام تھے، جو مسلمان ہو گئے تھے۔ اور اس جُرم میں بے رحم آقاؤں کی سفاکیوں کا نشانہ بن رہے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ اِن مظالم کو دیکھ دیکھ کر تڑپ اُٹھتے۔ آخر ان سے رہا نہ گیا۔ اور سب کو خرید خرید کر انھوں نے آزاد کر

Marfat.com

دیا۔ یہاں تک کہ ایک دن اُن کے باپ نے کہا:

"بیٹے! تم تو بہت کمزور کمزور غلام آزاد کر رہے ہو۔ ذرا ایسے غلام آزاد کرو، جو بہادر اور طاقت ور ہوں۔ کہ وقت پڑے، تو کچھ کام بھی آسکیں۔ اور مصیبت میں تمہاری مدد کر سکیں۔"

حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا:

"اباجان! میرا مقصد تو صرف اللہ کو خوش کرنا ہے۔"

بارگاہِ خداوندی میں یہ بات بہت پسند آئی اور وحی ہوئی:

وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَىٰ ○ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ ○ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ ○

(اللیل: ۱۹/۲۱)

"اور کسی کا اس کے ذمہ کوئی احسان نہیں ہے، جس کا بدلہ دیا جا رہا ہو۔ اسے بس اپنے بلند و برتر رب کی خوشی حاصل کرنی ہے اور وہ جلد ہی راضی ہو جائے گا۔"

Marfat.com

اُبُوجہل پیارے نبیؐ کو ستانے میں ذرا بھی نرم نہ پڑا۔ وہ موقع بہ موقع دل کا بخار نکالتا رہا۔

نبوت کا چھٹا سال تھا۔ ایک روز آپؐ کے پاس سے اس کا گزر ہوا۔ دیکھتے ہی وہ گالیاں دینے لگا۔ اور جتنا بُرا بھلا آپؐ کو کہہ سکتا تھا، کہتا رہا۔ مگر آپؐ اُس سے منہ نہ لگے۔ منہ لگنا تو درکنار آپؐ اس کی طرف متوجہ بھی نہ ہوئے۔ یہ بات اس کو اَور کھل گئی۔ اَور وہ غصہ سے بیتاب ہو گیا۔ چنانچہ جھک کر اس نے زمین سے مٹھی بھر کنکری اُٹھائی۔ اَور رُوئے مبارک پر پھینک ماری۔ پھر آپؐ کو دیر تک صلوتیں سُناتا رہا۔ اَور منہ میں جو کچھ آتا رہا، بکتا رہا۔

وہیں ایک لونڈی کھڑی یہ سب دیکھ رہی تھی۔ یہ عبدُاللہ تیمیؒ کی لونڈی تھی۔ ہاں، وہی عبدُاللہ تیمیؒ جو آپؐ کے یارِ غار حضرت ابوبکرؓ کا چچا زاد بھائی تھا۔ قریش کے سرداروں میں اس کا شمار تھا۔ اَور بہت ہی دولت مند رئیس تھا۔ مگر عیاشی اَور بدکاری میں طاق تھا۔ باندیاں خرید خرید کر رکھتا اَور اُن سے بدکاری کراتا۔

رسولِ خدا سے دُشمنِ خدا کا یہ سلوک! اِس لونڈی کا دِل بھر آیا۔ کیونکہ اسلام سے اُس کو بڑی محبت اَور حضور سے بے پناہ اُلفت تھی۔ اگرچہ لوگ اس بات سے بے خبر تھے اَور اُس نے بھی کسی کو بتایا نہیں تھا۔ کیونکہ اسے خطرہ تھا کہ آقا اگر جان گیا تو مارتے مارتے بے دَم کر دے گا۔

شام کو اُسے پیروں کی چاپ سُنائی دی۔ یہ چاپ اُبُو قبیسؓ نامی

Marfat.com

پہاڑ کی طرف سے آ رہی تھی۔ دیکھا تو ایک آدمی چلا آ رہا تھا۔ قد درمیانہ تھا۔ آنکھیں سیاہ تھیں۔ کاندھے چوڑے چوڑے تھے۔ چہرے سے وقار اور ہیبت ٹپک رہی تھی۔ کمر میں تلوار بندھی تھی۔ اور گردن سے کمان لٹک رہی تھی۔ پشت پر ترکش بھی تھا۔ وہ کون تھا؟ شیرِ قریش —— حمزہؓ تھا۔ ہاں وہی حمزہؓ جو عبدالمطلبؑ کا بیٹا اور حضورؐ کا چچا تھا۔ ایک رشتہ سے آپؐ کی خالہ کا بیٹا تھا۔ اور دودھ شریک بھائی بھی تھا وہ شکار سے واپس ہوا تھا۔ اور کعبہ کا طواف کرنے جا رہا تھا۔ اس کا ہمیشہ یہی معمول تھا۔ شکار سے واپس ہو کر سب سے پہلے وہ کعبہ جاتا۔ وہاں پہنچ کر طواف کرتا اور پھر گھر واپس آتا۔

حمزہ قریب ہوا تو لونڈی بولی:

"ابُو عُمارہ! کیا آپ لوگوں میں غیرت نام کو نہ رہی کہ بنی مخزوم کے غنڈے محمدؐ کو اتنی آزادی سے ستا رہے ہیں!"

حمزہؓ چلتے چلتے رُک گیا اور بڑی حیرانی سے اس نے پوچھا:

"عبداللہ کی لونڈی! تو کیا کہہ رہی ہے؟"

لونڈی نے جواب دیا:

"میں کیا بتاؤں، آج تمہارے بھتیجے پہ کیا بیتی!! محمدؐ یہیں پر تھے کہ اتنے میں کہیں سے ابُو جہل بھی آ گیا۔ آتے ہی اُس نے وہ وہ گالیاں دیں کہ مَیں تو سر پیٹ کے رہ گئی۔ پھر اسی پر بس نہ کیا۔ مٹھی بھر کنکری بھی اس نے ان کے منہ پر پھینک ماری۔"

حمزہؓ نے کہا:

"کیا یہ آنکھوں دیکھی بات ہے؟"

لونڈی بولی:

Marfat.com

"ہاں، ہاں، میری ان آنکھوں نے دیکھا ہے۔ اور میرے ان کانوں نے سُنا ہے۔"

یہ سننا تھا کہ حمزہؓ غصّہ سے لال ہوگیا۔ چنانچہ لپک کر وہ کعبہ گیا۔ اور آج کسی سے کوئی بات چیت نہ کی۔ سلام تک نہ کیا۔ پہنچتے ہی وہاں ابوجہل پر نظر پڑ گئی۔ جو لوگوں کے درمیان بیٹھا تھا۔ حمزہ تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔ اور کمان سنبھال کر اِس زور سے ماری کہ اس کا سر پھٹ گیا۔ اب کیا تھا۔ خون کا فوارہ جاری ہوگیا۔ اور پورا چہرہ لہولہان ہوگیا۔ پھر حمزہؓ نے پھٹکارتے ہوئے کہا:

"وہ میرا بھتیجا ہے۔ جسے تو نے بے وارث سمجھ رکھا ہے ــــ وہ میرا بھتیجا ہے، جس کا چہرہ گالیاں اور پتھر کھانے کے لیئے نہیں ہے۔"

حمزہؓ بہت بارُعب آدمی تھا۔ اس کے غصّہ سے ہر ایک کانپتا تھا۔ وہ بگڑ جاتا تو کوئی بول نہ سکتا تھا۔ اس لیئے ابُوجہل نے اس خطا کو خوشنما بناتے ہوئے کہا:

"صاحب! اس نے تو ہم کو اُلّو سمجھ لیا ہے۔ جو چاہتا ہے، بک دیتا ہے۔ کبھی ہماری عقلوں پر چوٹیں کرتا ہے اور کبھی باپ دادا کے خلاف آواز اُٹھاتا ہے۔ اس پر بھی بس نہیں۔ وہ ہمارے دیوتاؤں تک کو نہیں بخشتا۔ پھر ہمارے جتنے لونڈی غلام ہیں۔ ان سب کو وہ بہکاتا ہے۔"

حمزہؓ بولا:

"تم سے زیادہ نادان ہے بھی کون، کہ اللہ کو چھوڑ کر بے جان مُورتیوں کو پُوجتے ہو! سُن لو، میں بھتیجے کیساتھ ہوں۔ اب اسلام ہی کے لیئے میرا جینا ہے اور اسلام ہی

Marfat.com

کے لئے میرا مرنا ہے۔"

چونکہ ابوجہل قبیلہ بنی مخزوم سے تھا اور وہاں اس قبیلہ کے بھی کچھ لوگ موجود تھے۔ اس لئے فوراً وہ ابوجہل کی مدد کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور بولے:

"حمزہؓ! معلوم ہوتا ہے کہ تم اپنے دین سے پھر گئے اور کسی اور کے چکر میں آ گئے۔"

حمزہؓ نے کہا:

"جب اس کا حق ہونا مجھ پر واضح ہوگیا، تو پھر کیوں نہ مانوں؟ سُن لو، محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ اور جو کچھ وہ کہتے ہیں، بالکل حق ہے! خدا کی قسم اَب میں اس سے نہیں پھر سکتا۔ ہاں اگر تم سچے ہو، اور کچھ بل بوتہ رکھتے ہو تو روک کر دیکھ لو۔"

ابوجہل نے حمزہؓ کا یہ غصہ دیکھا تو وہ ڈرا اور سمجھ گیا کہ اِس کا انجام اچھا نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ ساتھیوں سے وہ بولا:

"ہٹاؤ، جانے دو، میں نے واقعی محمدؐ پر بڑا ظلم کیا۔"

اِس طرح حمزہؓ نے بھرے مجمع میں اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کردیا۔ اور پوری بے باکی سے کہہ دیا کہ میرا وہی دین ہے، جو محمدؐ کا ہے۔

مگر پھر لوٹ کر جب گھر آئے تو فکر مند ہوئے کہ:

"کیا میں جو کچھ کہہ کے آیا ہوں، صحیح ہے؟ کہیں میں نے غلط بات کا تو اعلان نہیں کیا؟ کہیں مَیں جذبات کی رَو میں تو نہیں بہہ گیا؟"

اِسی طرح وہ سوچتے رہے اور سوچتے رہے، یہاں تک کہ

Marfat.com

آنکھوں آنکھوں میں رات کٹ گئی۔ وہ پوری رات جاگتے رہے، اور دعا کرتے رہے:

"خدایا! مجھ کو سیدھا راستہ دکھا۔ میرے دل کو قرار عطا فرما"

پھر صبح ہوئی تو انہیں ایسا معلوم ہوا، گویا سینہ کے پٹ کھل گئے۔ دل کو پورا اطمینان ہوگیا اور باطن نورِ یقین سے جگمگا اٹھا۔ چنانچہ وہ دوڑے ہوئے بھتیجے کے پاس آئے اور اپنے مسلمان ہونے کی خوشخبری سنائی۔ نیز مرتے دم تک دین کے لیئے جان لڑانے کا عہد کیا۔

حمزہؓ کے مسلمان ہونے سے ایوانِ کفر میں زلزلہ آگیا۔ کیونکہ باطل ایک بہت بڑے بہادر اور جانباز سپاہی سے محروم ہوگیا۔

حمزہؓ کے ایمان لانے سے آپؐ کو کتنی خوشی ہوئی؟ اس کا اندازہ کون کرسکتا ہے؟ لوگوں نے دیکھا کہ اس وقت چہرۂ مبارک گلاب کی طرح کھلا ہوا تھا، اور چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ نیز اسی موقع پر بے اختیار آپؐ کی زبان سے نکلا:

"خدایا! حمزہؓ کو ثابت قدم رکھ"

کیونکہ حمزہؓ قریش کے سب سے بڑے پہلوان تھے۔ ان کی بہادری کا ہر طرف چرچا تھا۔ ہر چھوٹا بڑا ان سے دبتا تھا۔ اس طرح ان کا مسلمان ہونا اسلام کے دورِ اقبال کا آغاز تھا۔ پھر اسی وقت آپؐ نے یہ دعا بھی فرمائی:

"خدایا! عمرؓ اور عمرو میں جو تجھے زیادہ محبوب ہو، اس سے اسلام کی مدد فرما"

عمرؓ خطابؓ کا بیٹا تھا۔ اور عمرو (ابوجہل) ہشام کا۔ یہ دونوں بھی

Marfat.com

قریش کے بہت ہی طاقتور اور بااثر سردار تھے۔ آپؐ کی تمنا تھی۔ کہ ان دونوں میں سے کوئی مسلمان ہو جائے۔ کہ اسلام کی شوکت دوبالا ہو جائے۔

Marfat.com

مسلمان رفتہ رفتہ بڑھ رہے تھے۔ اس سے قریش بہت پریشان اور فکرمند تھے۔ لیکن حضرت حمزہؓ کا اسلام لانا تو ان کے لئے ایک عظیم سانحہ اور ان کی عزت و اقتدار کے لئے کھلا ہوا خطرہ تھا۔ چنانچہ جس نے بھی یہ خبر سُنی، سرپیٹ کے رہ گیا اور غم و غصہ سے دیوانہ ہوگیا۔ ہر طرف مایوسی پھیل گئی اور ہر طرف بیقراری اور اُداسی چھا گئی۔ اب جہاں بھی دو آدمی جمع ہوتے، اسی کا رونا روتے اور اسی پر رنج و غم کا اظہار کرتے۔

ایک روز کا واقعہ ہے۔ قریش جمع تھے اور آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ پیارے نبیؐ کا ذکر چھڑا تھا۔ اور وہی اپنی بے بسی کا رونا تھا کہ عُتبہ بن ربیعہ ـــــ قریش کا ایک بڑا سردار بولا:

"بھائیو! کیا میں جاؤں، اور محمدؐ سے گفتگو کروں؟ میرا خیال ہے کہ اس کے سامنے کچھ باتیں رکھوں، ہوسکتا ہے کوئی بات وہ مان لے۔ اور سر سے یہ بلا ٹل جائے۔"

سب نے کہا:

"ضرور جاؤ۔ ضرور جاؤ اُبو اُلولید! جاکر اس کو کسی طرح راضی کرو۔"

چنانچہ عُتبہ اُٹھ کر پیارے نبیؐ کے پاس آیا اور بولا:

"بھتیجے! تمہیں معلوم ہے کہ تم کتنے اونچے خاندان کے فرزند ہو۔ ہمارے دل میں تمہارا کیا مقام ہے؟ اس سے بھی خوب واقف ہو، مگر تم نے تو بہت بڑی آواز اُٹھائی

Marfat.com

ہے۔ دیکھ رہے ہو۔ پوری قوم تتر بتر ہو گئی۔ اور سارا نظام درہم برہم ہو گیا۔ اچھا سُنو، میں کچھ باتیں رکھتا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی بات دِل کو لگ جائے۔ اور تم اپنا یہ کام چھوڑ دو۔"

پیارے نبیؐ نے فرمایا:

"ہاں، ہاں، کہیئے اَبُوالوَلید! میں خوشی سے سنوں گا۔"

عتبہ بولا:

"بھتیجے! قوم میں پھوٹ ڈالنے سے کیا فائدہ؟ دولت چاہتے ہو، تو بتاؤ، تمہارے سامنے ہم دولت کے ڈھیر لگا دیں۔ سرداری کا شوق ہو تو تمہیں اپنا سردار بنالیں۔ بادشاہت کی تمنا ہو، تو اس کے لیئے بھی ہم تیار ہیں۔ پھر تمہارے بغیر کوئی فیصلہ نہ ہو گا۔ اور جو تم کہو گے، وہی ہو گا۔ اور اگر آسیب کا اثر ہو گیا ہے، اور اس کے مقابلے میں تم بے بس ہو جاتے ہو، تو بتاؤ، ہم علاج کا اچھے سے اچھا انتظام کریں گے۔ اور جب تک اچھے نہیں ہو جاؤ گے پانی کی طرح دَولت بہائیں گے۔"

اِس طرح عُتبہ وہیں باتیں کرتا رہا، جو اس سے پہلے لوگ کر چکے تھے۔ پھر عُتبہ اپنی بات سے فارغ ہوا، تو آپؐ نے فرمایا:

"اَبُوالوَلید! ذرا سنیئے، میں بھی کچھ سناتا ہوں۔"

اِس کے بعد آپؐ نے سُورۂ سجدہ کی تلاوت کی۔ عُتبہ پوری توجہ سے سنتا رہا۔ اور کئی جگہ تو اس کا دل دہل دہل گیا۔ پھر آپؐ تلاوت سے فارغ ہوئے، تو وہ اُٹھا۔ اور قریش کی طرف لوٹ پڑا۔ لیکن اَب اُس کی رائے پہلی جیسی نہ تھی۔ اَب اس کے دل کی دُنیا بدل چکی تھی۔ چنانچہ

Marfat.com

ساتھیوں کی نظر پڑی، تو انہوں نے دُور ہی سے کہا:

"خُدا کی قسم! یہ وہ چیز نہیں، جو یہاں سے لے کر یہ گیا تھا۔"

پھر وہ قریب ہوا تو سب نے پوچھا:

"کہو ابُوالوَلید! کیا رہا؟!"

ابُوالوَلید بولا:

"خدا کی قسم! میں نے شاعروں کے قصیدے سُنے ہیں۔ کاہنوں کے بھی کلام سُنتے رہیں۔ لیکن یہ چیز ہی اَور ہے۔ اس جیسی چیز تو میرے کانوں نے اَب تک نہ سُنی۔ بھائیو! میری بات مان لو اور جو کچھُ وہ کرتا ہے، کرنے دو۔ اس کو عرب پر چھوڑ دو۔ اگر وہ غالب آ گئے تو تمہارا مقصد حاصل ہے بھائی کے خون میں ہاتھ رنگنے سے بھی بچ جاؤ گے۔ اور اگر وہ اِس کے سامنے جھک گئے، تو اس کی عزت تو تمہاری عزّت ہے۔ اِس کی طاقت تو تمہاری طاقت ہے۔

قریش بولے:

"ابُوالوَلید! — خُدا کی قسم — تم بھی اس کے جادو سے بچ نہ سکے۔"

عُتبہؓ نے کہا:

"میں نے جو سمجھا، کہہ دیا۔ اَب تمہارا جو دل چاہے، کرو۔"

قریش کسی کو قرآن گنگناتا سُن لیتے، تو بہت ستاتے، اور مذاق اُڑاتے۔ کسی کو نماز پڑھتا دیکھ لیتے، تو آوازے کستے اور قہقہہ لگاتے۔ صرف ہٹ دھرمی اور دُشمنی کے مارے۔ ورنہ پیارے نبیؐ کی باتیں جاننے کا انہیں بہت شوق تھا۔ نیز قرآن کی آیتیں سُننا بھی انہیں بہت مرغوب

Marfat.com

تھا۔ ہاں، تو مسلمان ان سے بہت بچتے تھے۔ قرآن پڑھنا ہوتا تو چھُپ کر پڑھتے۔ اُور کچھُ یاد کرنا ہوتا تو ہلکی آواز سے کرتے۔ پھر ایک روز کسی نے کہا:

"قرآن بہت ہلکی آواز سے پڑھا جاتا ہے۔ قریش نے تو کبھی اسے سُنا نہیں وہ کیا جانیں، اس کے جمال و جلال کا عالم؟! ہے کوئی جو اس کی ہمت کرے؟ ہے کوئی جو انہیں جا کر قرآن سُنائے؟"

عبداللہ بن مسعودؓ حضورؐ کے ایک مخلص ساتھی تھے اُور بہت پہلے اِسلام لائے تھے۔ وہ بولے:

"میں جاتا ہوں"

لوگوں نے کہا:

"عبداللہؓ! ہمیں تمہارے بارے میں خطرہ ہے۔ کوئی ایسا آدمی ہو، جس کا وہاں قبیلہ بھی ہو، کہ مشرک حملہ کریں، تو اس کو وہ بچا سکے"

عبداللہ بولے:

"جانے دو۔ اللہ مجھے بچائے گا"

چنانچہ وہ اُٹھے۔ اُور ٹھیک دوپہر میں خانہ کعبہ آئے۔ قریش بھی اس وقت وہیں جلسہ جمائے بیٹھے تھے۔ مقامِ ابراہیمؑ کے پاس وہ پہنچے تو باآوازِ بلند کہا:

"بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ، اَلرَّحۡمٰنُ، عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ۔" (الرحمٰن)

پھر وہ سُورۂ رحمٰن پڑھنے لگے۔ اَب لوگ ابنِ مسعودؓ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ہر ایک دوسرے سے پوچھنے لگا:

Marfat.com

"ابنِ اُمِّ مَعْبَدْ (عبداللہ بن مسعودؓ) کیا کہہ رہا ہے؟!"

کسی نے کہا:

"یہ تو شاید محمدؐ کا کلام ہے۔"

اَب کیا تھا۔ سارے مشرک ان پر ٹوٹ پڑے۔ اَور بے تحاشا منہ پر طمانچے برسانے لگے۔ مگر ابنِ مسعودؓ نے ذرا بھی پروا نہ کی۔ مار پڑتی رہی۔ اَور وہ بلند آواز سے قرآن پڑھتے رہے پھر جی بھر کے جب سُنا لیا۔ تو لوٹ کر ساتھیوں میں آئے۔ چہرہ اس وقت بالکل لہولہان تھا۔ لوگوں نے دیکھتے ہی کہا:

"ابنِ مسعودؓ! ہم کو اس کا تو ڈر تھا۔"

وہ بولے:

"خُدا کے دُشمن آج سے زیادہ مجھے کبھی کمزور نہیں نظر آئے۔ کہو تو کل پھر اسی طرح سُنا آؤں۔"

ساتھیوں نے کہا:

"رہنے دو۔ اتنا کافی ہے۔ جس چیز سے انہیں چڑ تھی، ان کے کانوں میں وہ پڑ چکی۔"

قرآن —— ہاں، یہی قرآن، جس سے قریش کو اتنی چڑ تھی، اسے سننے کے لیئے بھی وہ بے قرار رہتے۔ اور ساتھیوں سے چھُپ چھُپ کے اسے سُنا کرتے۔ ہر ایک کو شوق تھا کہ ذرا محمدؐ کا کلام سُنیں۔ اَور دیکھیں وہ کیسا کلام ہے۔ جس کے سامنے شاعروں کی شاعری پھیکی پڑ گئی۔ کاہنوں کا کلام ماند پڑ گیا اَور جو جادوگروں سے بھی نمبر لے گیا۔

چنانچہ جب رات کی تاریکی پھیل جاتی۔ اَور ہر طرف سنّاٹا چھا جاتا۔ تو قریش کے بڑے بڑے سردار حجرۂ مبارک کا رُخ کرتے۔ اَور وہاں قریب ہی کہیں دبک کر بیٹھ جاتے۔ خاموشی اَور سکون کا وقت ہوتا۔ اس سکون

Marfat.com

میں آپؐ نماز میں مصروف ہو جاتے۔ بہت ہی میٹھی آواز سے قرآن پڑھتے اُور خوبصورتی کے ساتھ اسے بار بار دُہراتے۔ یہ لوگ خاموشی سے بیٹھے سُنا کرتے، پھر فجر طلوع ہونے کو ہوتی، تو دَبے پاؤں گھر لوٹ آتے اِس طرح رات کے پردہ ہی میں یہ سَب ہو جاتا اُور کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوتی۔ حتّٰی کہ خود آپؐ بھی بے خبر رہتے۔

ایک دن کی بات ہے، اُبُو جہل، اُبُو سفیان اُور اخنس اپنے اپنے گھروں سے نکلے۔ ہر طرف اندھیرا اُور سناٹا تھا ہی۔ یہ تینوں حجرۂ مبارک کے پاس آئے۔ اُور قریب ہی چھُپ چھُپ کے بیٹھ گئے۔

تینوں اپنے اپنے گھروں سے چلے۔ مگر چونکہ رات اندھیری تھی۔ کوئی کسی کو دیکھ نہ سکا۔ پھر وہاں پہنچے، تو آپؐ قرآن پڑھ رہے تھے۔ انتہائی رسیلی اُور پیاری آواز سے جو کانوں کو بہت بھلی لگ رہی تھی۔ چنانچہ ہر ایک قریب ہی دبک کر بیٹھ گیا اُور سمجھتا رہا، میں یہاں تنہا ہوں پھر صبح ہونے کو ہوئی، تو سب اپنے اپنے گھروں کو لوٹ پڑے۔ خُدا کا کرنا ایسا کہ راستہ میں ایک جگہ آکر تینوں مل گئے اُور ایک دوسرے کا ارادہ تاڑ گیا۔ اب تینوں اپنی غلطی پر شرمندہ ہوئے۔ اُور ہمیشہ کے لیئے کان پکڑ لیئے۔ ہر ایک نے کہا:

"اگر کسی نے دیکھ لیا، تو پھر بڑا غضب ہو جائے گا۔ ہمارا سارا کھیل بگڑ جائے گا۔ اُور محمدؐ کے لیئے میدان صاف ہو جائے گا"

مگر دوسری رات آئی، تو اُبُو جہل پھر حجرۂ مبارک کے پاس جا کر دبک گیا اور قرآن سننے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آج تو وہ دونوں آئیں گے نہیں۔

کچھ دیر بعد اُبُو سفیان بھی آ پہنچا اُور وہ بھی قریب ہی دبک کر بیٹھ

Marfat.com

گیا۔ اس کا بھی خیال تھا کہ آج تو وہ دونوں آئیں گے نہیں۔

کچھ ہی دیر بعد اُخنَسؔ بھی آ پہنچا اور وہ بھی کہیں قریب ہی بیٹھ گیا اس کا بھی خیال تھا کہ آج تو وہ دونوں آئیں گے نہیں۔

پھر صبح ہونے کو ہوئی، تو تینوں لوٹ پڑے۔ مگر اتفاق سے آج بھی سب کی مڈبھیڑ ہو گئی۔ چنانچہ وہ سب پھر شرمندہ ہوئے اور آئندہ کے لئے توبہ کی۔

تیسری رات آئی تو پھر اَبُوجہل نے حجرۂ مبارک کا رُخ کیا۔ اس نے سوچا کہ دونوں دو بار آئے۔ اور ہر بار پکڑے گئے۔ بھلا اب پھر یہ غلطی کیسے کر سکتے ہیں!

اِس طرح ہر ایک نے یہی سوچا، اور پھر جا پہنچا اور راستہ میں آج بھی مڈبھیڑ ہو گئی چنانچہ تینوں نے پھر اظہارِ شرمندگی کیا اور پھر ان میں نیا عہد و پیمان ہوا۔ ہر ایک نے پھر قسمیں کھائیں کہ اب کبھی نہیں آئیں گے۔

اِس کے بعد صُبح ہوئی تو اُخنَسؔ اَبُوسفیان کے پاس گیا۔ بولا:

"اَبُوحَنظَلہ! محمدؐ کا کلام تم نے سُن لیا۔ اَب بولو، اسکے بارے میں کیا خیال ہے؟"

اَبُوسُفیان نے کہا:

"قسم ہے اَبُوثعلبہ! کچھ تو ایسی چیزیں سُنیں، جن کا مطلب سمجھ میں آتا ہے۔ پتہ چلتا ہے کہ ان سے کیا مُراد ہے۔ لیکن کچھ ایسی باتیں بھی ہیں، جن کا مُدّعا ہی نہیں کھُلتا۔ سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ ان سے کیا مراد ہے؟"

اُخنَسؔ بولا:

"خُدا کی قسم! اپنا بھی یہی حال ہے۔"

Marfat.com

پھر وہ اَبُوجہل کے پاس آیا۔ اور اس سے بھی یہی سوال کیا۔ اَبُوجہل نے کہا:

"کچھ سُنا تم نے؟ ہم اور عبدِ مَناف ہمیشہ نیک نامی میں برابر رہے۔ کوئی بھی ایسا کام نہیں، جو انہوں نے کیا، اور ہم نے چھوڑ دیا۔ ہر موقع پر ہم ان کے دوش بدوش رہے۔ اُور ہر میدان میں ان کے حریف رہے۔ یوں سمجھ لو، ہم دونوں مقابلہ کے دو گھوڑے تھے۔ اب آج وہ کہتے ہیں کہ ہمارے اندر ایک نبی ہے اُور اس کے پاس وحی آتی ہے۔ بتاؤ، اُب اس چیز میں ہم اِن کو کہاں پا سکتے ہیں؟ خُدا کی قسم! ہم تو قیامت تک ایمان نہیں لائیں گے۔ اس کی بات بھی نہیں مانیں گے!"

اللہ اللہ! یہ کینہ اُور حَسَد!

وہ جانتے تھے کہ محمدؐ حق پر ہیں۔ اُور آپؐ کی باتیں بالکل سچ ہیں۔ انہیں یقین تھا کہ آپؐ سچ مچ اللہ کے رسول ہیں۔ آسمانی بادشاہ کی طرف سے آپؐ پر وَحی آتی ہے۔ لیکن دُشمنی میں وہ اندھے ہو گئے تھے اُور حَسَد کی آگ میں جل رہے تھے۔ ادھر شیطان بھی ان کی خوُب پیٹھ ٹھونک رہا تھا۔

وہ چاہتے تھے کہ جو کچھ محمدؐ کو مِلا ہے، ہم کو بھی مِل جائے اور جو کچھ محمدؐ پر آتا ہے، ہم پر بھی آنے لگے تاکہ شرفِ نبوّت میں ہم آلِ مطلب سے پیچھے نہ رہیں۔

وَلید بن مُغیرہ تو کُھلم کُھلاّ کہتا:

"کیا میرے ہوتے محمدؐ پر وَحی آ سکتی ہے؟ حالانکہ میں تو قریش کا سردار ہوں۔ سب کی نظروں میں قابلِ احترام ہوں۔ کیا

Marfat.com

ابُو مسعُود ـــــ ثقیف کا سردار بھی چھوڑ دیا جائے گا؟"

کتنی عجیب بات ہے .... ! یہ لوگ نبوّت کو آپ ہی تقسیم کرنا چاہتے تھے، حالانکہ روزی تک تو اللہ نے خود تقسیم کی ہے !

قریش میں ایک بہت بڑا شیطان تھا نضر بن حارث۔ اس نے قسم کھائی کہ ہمیشہ آپؐ کے مقابلہ میں ڈٹا رہے گا۔ لوگوں کو آپؐ کے خلاف اُکساتا رہے گا۔ اور ذرا بھی رواداری کو راہ نہ دے گا۔ یمن کا ایک مشہور شہر ہے حیرہ نضر وہاں بھی جا چکا تھا اور وہاں اس نے شاہانِ فارس کے قصّے بھی پڑھے تھے۔ اور علماء اور حکماء کی صحبتیں بھی اُٹھائی تھیں۔ چنانچہ یہ سایہ کی طرح آپؐ کے پیچھے لگا رہتا اور جہاں کہیں دیکھتا کہ آپؐ لوگوں کو اسلام کی دعوت دے رہے ہیں یا کفر کے بُرے انجام سے ڈرا رہے ہیں۔ یا عبرت کے لیئے پچھلی قوموں کے واقعات سُنا رہے ہیں اور اس طرح ان کے دِلوں کو نرم کرنا چاہتے ہیں۔ تو جھٹ یہ بھی وہیں پہنچ جاتا۔ پھر جب آپؐ وہاں سے چلے جاتے تو لوگوں سے کہتا:

"بھائیو! میں تو اس سے اچھی باتیں کر سکتا ہوں۔ لو، سُنو، مَیں سُناتا ہوں۔"

پھر وہ انہیں ایران کے واقعات سُناتا۔ وہاں کے بادشاہوں کے قصّے سُناتا۔ وہاں کے مذاہب وادیان کے تذکرے کرتا۔ اور نہ جانے کیسی کیسی دِلچسپ اور خیالی داستانیں سُناتا۔ پھر کہتا:

"محمدؐ مجھ سے زیادہ خوش کلام کیسے ہو سکتا ہے؟ کیا میری ہی طرح وہ بھی پچھلوں کی داستانیں نہیں سُناتا؟"

اس طرح سارے لوگ اُلجھن میں پڑ جاتے۔ کون حق پر ہے؟ اور کون باطل پر؟ کون ہمارا خیر خواہ ہے؟ اور کون بدخواہ؟ یہ فیصلہ کرنا ان کیلئے

Marfat.com

دُشوار ہو جاتا۔

نضرؔ کی سرکشی پورے عروج پر تھی۔ اسی زمانہ میں ساتھیوں نے اس سے کہا:

"ابُو مُعَیطؔ کے بیٹے عقبہ کو اپنے ساتھ لے لو۔ اور مدینہ جاکر یہودی عالموں سے ملو۔ اور ان سے محمدؐ کی ساری باتیں بیان کرو۔ نیز پوچھو کہ اس سلسلہ میں ان کا کیا خیال ہے۔ کیونکہ وہ لوگ اہلِ کتاب ہیں۔ نبیوں کا علم ان کے پاس ہے وہ زیادہ بہتر بتا سکتے ہیں۔"

چنانچہ نضرؔ اور عُقبہؔ یہودی عالموں کے پاس گئے اور ان سے اپنے آنے کی غرض بتائی ساری باتیں سُن کر یہودیوں نے کہا:

"پچھلے زمانہ میں کچھ جوان تھے۔ ان کی داستان بڑی عجیب و غریب ہے۔ ذرا محمدؐ سے پوچھو، دیکھو، ان کے متعلق کچھ بتاتے ہیں۔ ایک آدمی اور گزرا ہے۔ اس نے زمین کا چپہ چپہ چھان مارا۔ محمدؐ سے پوچھو کہ اس کے متعلق بھی جانتے ہیں؟ نیز یہ بھی پوچھو کہ یہ قرآن وہ لاتے کہاں سے ہیں؟ اگر یہ تینوں باتیں وہ بتا دیں، تو سمجھ لو کہ وہ سچے پیغمبر ہیں۔ ورنہ جھوٹے ہیں۔ اور پھر جو جی میں آئے کرو۔"

اس کے بعد وہ دونوں لوٹ کر مکہ آئے۔ قریش کو انتظار تو تھا ہی۔ دیکھتے ہی انہوں نے پوچھا کہو بھائیو! کیا رہا؟

اب یہودیوں سے جو بات چیت ہوئی تھی۔ سب ان دونوں نے دُہرا دی۔

پھر کچھ لوگ محمدؐ کے پاس آئے اور آپؐ سے یہ ہی سوالات کیئے آپؐ نے کچھ مہلت چاہی اور وحی کا انتظار کرنے لگے۔

Marfat.com

مگر کچھ زیادہ وقفہ نہیں گزرا کہ اللہ نے آپؐ کو بذریعۂ وحی ساری باتیں بتا دیں۔ جوانوں کا قصہ بھی بتایا جو سُورۂ کہف میں تفصیل سے موجود ہے سیاح کے متعلق بھی بتایا، کہ وہ ذُوالقرنین تھے اور ان کا یہ واقعہ ہے۔ اِن کا ذکر بھی سُورۂ کہف میں موجود ہے۔ پھر تیسرے سوال کے بارے میں فرمایا:

"انہیں بتا دو کہ یہ وحی میرے رَبّ کے حکم سے آتی ہے۔ مگر تم لوگ انسانی کلام اور آسمانی کلام میں تمیز ہی نہیں کر پاتے اور شبہ کرتے ہو، کہ یہ انسانی کلام ہے اور کوئی انسان اسے گھڑا کرتا ہے۔ وجہ صرف یہ ہے کہ تم علم سے محروم اور بصیرت سے کوسوں دُور ہو۔"

وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَآ أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا۔

(بنی اسرائیل ۸۵)

"اور یہ لوگ آپؐ سے رُوح کے متعلق پوچھتے ہیں۔ کہو یہ رُوح میرے رب کے حکم سے آتی ہے۔ مگر تم لوگوں نے علم سے کم ہی بہرہ پایا ہے۔"

اس وقت پیارے نبیؐ دوڑے ہوئے مشرکوں کے پاس آئے اور اُن کو سوالات کے جواب بتائے کہ شاید وہ ایمان لے آئیں اور آپؐ کو نبی مان لیں۔ لیکن یہاں تو دل ہی سیاہ ہو چکے تھے۔ چنانچہ وہ لوگ ذرا بھی نرم نہ پڑے۔ نرم پڑنا تو درکنار۔ اور ہٹ دھرمی پر اُتر آئے۔ چنانچہ نضر بولا:

"بھائیو! رُکو۔ محمدؐ جیسی باتیں ابھی مَیں تمہیں سُناتا ہوں۔"

ایک دوسرے نے کہا:

Marfat.com

"اِس قرآن کو سنو ہی نہیں۔ یہ تو بالکل پاگلوں کی بکواس ہے۔ اور جتنا ہو سکے، اس کا مذاق اڑاؤ۔ ہو سکتا ہے کہ اسی طرح محمدؐ قابو میں آجائے۔"

اَبُوجہل بولا:

"کیا محمدؐ کی باتوں سے تم ڈرتے ہو؟ ہو سکتا ہے کہ آگ میں جلائے جاؤ گے اور اللہ کے اُنیس[19] سپاہی ہیں۔ وہ نکل بھاگنے نہیں دیں گے۔ تو کیا یہ بھی کوئی ڈرنے کی بات ہے۔ کیا ہم میں کے سو[100] بھی ایک کے لئے کافی نہیں ہوں گے۔"

اُف خدا کی پناہ! یہ ڈھٹائی! اور یہ سرکشی! حالانکہ خود ان کا ہی خیال تھا کہ ایک ہی فرشتہ ساری دنیا کو تہ و بالا کر سکتا ہے۔

وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔

(المدثر، ۳۱)

"اور ہم نے اس آگ پر رہنے والوں کو فرشتے ہی بنایا ہے اور ہم نے ان کی تعداد کو بس آزمائش بنادی ہے، ان لوگوں کے لئے جنہوں نے کفر کیا۔"

Marfat.com

محمد عربی
صلی اللہ علیہ وسلم

کالی گھٹائیں

Marfat.com

ہجرتِ حبشہ۔
مشرکین کی تلملاہٹ۔
مشرکین کا وفد نجاشی کے دربار میں۔
دربار میں مسلمانوں کی حاضری۔
حضرت جعفرؓ کی پُراثر تقریر۔
نجاشی کا تاثر۔
ایک شیطانی کانفرنس۔
عمرؓ۔ قتلِ رسولؐ کے ارادے سے۔
فاطمہؓ اور سعیدؓ کا جوشِ ایمان۔
عمرؓ دربارِ رسالت میں۔
عمرؓ کا ایمانی جوش و حمیّت۔
مسلمانوں کا مکمل بائیکاٹ۔
مسلمانوں کا غیر معمولی استقلال۔
آلِ مُطلبؑ کی غیرت و حمیّت۔
عہد نامہ چاک ہوگیا۔
ابُوطالب بسترِ موت پر۔
چچا اور بھتیجے کی آخری گفتگو۔
بی بی خدیجہؓ جوارِ رحمت میں۔

Marfat.com

اللہ کے لیئے گھر بار چھوڑ کر کسی دوسری جگہ جا بسنے کا نام ہجرت ہے۔ جب عرب کی زمین مسلمانوں کے لیئے تنگ ہو گئی اور وہاں رہنا اُن کے لیئے بالکل ہی دوبھر ہو گیا، تو پیارے نبیؐ نے مخلص ساتھیوں سے فرمایا:

"خُدا کی زمین بہت وسیع ہے۔ اپنے لیئے اَب کوئی اور جگہ تلاش کرو۔ ہو سکتا ہے کہ اس طرح ظالموں سے نجات مِل جائے اور تم آرام سے زندگی بسر کر سکو"

ساتھیوں نے عرض کیا:

"اللہ کے رسول! آپؐ ہی بتائیں، ہم کہاں جائیں؟"

آپؐ نے فرمایا:

"حَبَشَہ چلے جاؤ۔ وہاں کا بادشاہ بڑا ہی اِنصاف پسند ہے۔ کسی پر ظلم نہیں ہونے دیتا، لوگ وہاں بہت سُکھ چَین سے رہتے ہیں!"

حَبَشَہ افریقہ کا ایک مشہور ملک ہے جو عرب سے بہت قریب ہے۔ دونوں کے درمیان صِرف ایک سمندر حائل ہے۔ جس کا نام بحرِ اَحمر ہے۔ وہاں کے بادشاہ کو نجاشی کہتے ہیں اور وہ عیسائی مذہب کے پیرو تھے۔

رَجب کا مہینہ اور نبوت کا پانچواں سال تھا۔ اشارہ پاتے ہی بہت سے مسلمانوں نے حَبَشَہ کا رُخ کیا، اور دو، دو، چار، چار کر کے سب نے

Marfat.com

عرب کو خیر باد کہا۔ پھر حبشہ پہنچے تو نجاشی نے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اپنے یہاں بڑی عزت سے بسایا، اور ہر طرح کا آرام پہنچایا۔

قریش کو خبر ہوئی، تو وہ بہت جز بز ہوئے، جیسے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

ایسا کیوں تھا؟ مسلمانوں نے ان کا کیا بگاڑا تھا؟ بے چاروں نے اپنا گھر بار ہی تو چھوڑا تھا۔ پھر ان کے چلے جانے سے قریش کو سکون بھی تو مل گیا تھا!

بات یہ تھی کہ قریش ان سے ڈرتے تھے۔ وہ سوچتے تھے۔ کہ کہیں باہر سے ان کو مدد مل گئی تو...... کیا بنے گا؟ تب تو ہم ان کے سامنے بے بس ہو جائیں گے، اور ان کے لیئے میدان بالکل صاف ہو جائے گا۔ پھر تو ان کی آواز ہر طرف سے گونج اُٹھے گی اور جدھر دیکھو، اسلام ہی کا بول بالا ہوگا، اور...... اور بتوں کے لیئے قیامت آجائے گی۔

چنانچہ فوراً انہوں نے شاہ حبشہ کے پاس دو سفیر بھیجے۔ ایک ابو ربیعہ کا بیٹا عبداللہ تھا، اور دوسرا عاص کا بیٹا عمرو۔ یہ لوگ گئے تاکہ بادشاہ کے کان بھریں، اور مسلمانوں کو پکڑ کر پھر اپنے یہاں لے آئیں بادشاہ کو بھانے کے لیئے وہ قیمتی تحفے بھی ساتھ لے گئے۔

حبشہ پہنچتے ہی وہ پہلے پادریوں سے ملے، کیونکہ اسکیم یہ تھی کہ پہلے انہی کو ہموار کیا جائے۔ چنانچہ اس غرض سے ان کو بھی کچھ تحفے دیئے۔

پھر اس کے بعد دونوں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور بڑی نیازمندی سے تحفے پیش کیئے۔ پھر بولے:

"بادشاہ سلامت! ہمارے یہاں سے کچھ مجرم بھاگے ہیں اور انہوں نے حضور کے یہاں پناہ لی ہے۔ جہاں پناہ!

Marfat.com

انہوں نے قومی دین سے بغاوت کی ہے اور حضور کا دین بھی نہیں اپنایا ہے۔ ایک نیا ہی دین لے کر وہ اُٹھے ہیں، اس کو نہ ہم جانتے ہیں نہ حضور۔ گھر گھرانہ والے بھی ان سے عاجز آچکے ہیں۔ چنانچہ ان کو لینے ہی کے لئے انہوں نے ہمیں بھیجا ہے۔ وہ ان کی رگ رگ سے واقف ہیں اور ان کے عزائم کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔"

پادریوں نے بھی فوراً تائید کی اور پُرزور انداز میں بولے:

"جہاں پناہ! یہ بالکل سچ کہتے ہیں۔ واقعی کچھ مجرم یہاں گھس آئے ہیں۔ انہیں ضرور ان کے حوالہ کر دیا جائے۔"

لیکن نجاشی نے انکار کیا، اس نے کہا:

"جن لوگوں نے ہمارے یہاں پناہ لی ہے اور ہمارے پاس رہنا پسند کیا ہے۔ میں ان کی باتیں بھی سنوں گا۔ وہ جہاں کہیں بھی ہوں، حاضر کیئے جائیں۔"

جبکہ یہی چیز تھی، جس سے قریشی سفیر سب سے زیادہ گھبرائے ہوئے تھے چنانچہ مسلمان حاضر ہوئے، تو بادشاہ نے پوچھا:

"سُنا ہے کہ تم لوگوں نے قومی دین چھوڑ دیا، اور میرا دین بھی نہیں اپنایا اور جو دوسرے دین ہیں، ان سب سے بھی بیزار ہو۔ سُنا ہے کہ تم لوگ کوئی نیا دین لے کر اُٹھے ہو آخر وہ کون سا دین ہے؟ کیا قصّہ ہے؟"

ابُو طالب کے بیٹے حضرت جعفرؓ بھی موجود تھے، وہ سب کی طرف سے بولے:

"اے بادشاہ! ہم لوگ جاہل تھے۔ بُت پوجتے تھے۔ مُردار کھاتے تھے۔ طاقتور کمزوروں کو کھا جاتا۔ اتنے میں

Marfat.com

اللہ نے ہم میں ایک رسولؐ بھیجا۔ اُس رسولؐ کے خاندان کو ہم اچھی طرح جانتے ہیں۔ اس کی سچائی اور پاکبازی سے بھی خوب واقف ہیں۔ اس رسولؐ نے ہم کو سچے دین کی دعوت دی، اور اس نے کہا کہ ہم صرف ایک اللہ کی عبادت کریں، بے جان مُورتیوں کو پوجنا چھوڑ دیں۔ سچ بولیں۔ ایماندار بنیں صِلۂ رحمی کریں۔ پڑوسیوں کو آرام پہنچائیں۔ ظلم سے باز آئیں۔ بدکاری چھوڑ دیں۔ یتیموں کا مال نہ کھائیں۔ شریف عورتوں پر تہمت نہ لگائیں۔ نماز پڑھیں اور خیرات دیں۔ چنانچہ ہم نے اس کو سچ جانا اور اس پر ایمان لے آئے۔ نیز اللہ کی طرف سے اس نے جو کچھ بتایا اُسے جان و دِل سے تسلیم کر لیا۔ بس یہی جرم ہے، جس پر قوم ناراض ہو گئی، اور ہم کو بے دردی سے ستانے لگی، تاکہ ہم اس دین سے توبہ کر لیں، اور پھر غلط راہوں میں بھٹکتے پھریں۔ جب ہم بالکل ہی تنگ آ گئے۔ اور وہاں سانس لینا دوبھر ہو گیا تو مجبوراً ہم نے آپ کے ملک میں پناہ لی کہ شاید یہاں چین نصیب ہو جائے اور ظلم و ستم کا سایہ سر سے ٹل جائے۔"

نجاشی بولا؛

"اس پر جو کلام اُترا ہے، اُسے میں بھی سننا چاہتا ہوں کیا تمہارے پاس کچھ موجود ہے۔"

حضرت جعفرؓ تو موقع کی تلاش میں تھے ہی، انہوں نے انتہائی سوز کے ساتھ سورۂ مریم کی چند آیتیں سنا دیں۔ نجاشی پر ان آیتوں کا بہت اثر ہوا۔ چنانچہ اس پر رِقت طاری ہو گئی اور آنکھوں سے بے تحاشا آنسو اُبل پڑے، وہ اتنا رویا کہ داڑھی بھیگ گئی۔ جتنے پادری وہاں موجود تھے

Marfat.com

ان سب کا بھی دل پگھل کر رہ گیا، اور آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔ روتے روتے ان سب کی بھی داڑھیاں اور صحیفے تر ہو گئے۔
پھر نجاشی بولا:

"خدا کی قسم! یہ اور عیسیٰ کا کلام دونوں ایک ہی چشمہ کی شاخیں ہیں۔ اور ایک ہی چراغ کے پرتو ہیں"

پھر اس نے قریش کے سفیروں سے کہا:

"واپس ہو جاؤ۔ بخدا اب یہ تمہارے ساتھ نہیں جائیں گے"

اس طرح اس کو مسلمانوں سے خاص ہمدردی ہو گئی اور ان کو ظالم دشمنوں کے حوالہ کرنا اس نے گوارا نہ کیا۔ قیمتی تحفوں کو اس نے نفرت اور حقارت سے ٹھکرا دیا، اور سفیروں کی ایک بات بھی سننے کو تیار نہ ہوا چنانچہ وہ دونوں اپنا سا منہ لیے واپس آئے، اور مسلمان حبشہ میں آرام و اطمینان سے رہتے رہے۔

Marfat.com

"اَب تو مسلمان حَبشَہ میں امن سے ہیں۔ اَب تو مسلمانوں کے زور پکڑنے کی رَاہیں کھُل گیئں"۔

یہ سوچ کر مشرک سردار تڑپ تڑپ اُٹھتے۔

چنانچہ ایک دن وہ اکٹھا ہوئے اَور آپس میں ایک کانفرنس کی۔ مُغیرہ کا بیٹا وَلِیدَ صدر بنا۔ جو بہت ہی بوڑھا تھا، اَور پوری قوم میں ہر دِلعزیز تھا پھر کانفرنس میں محمدؐ کی بات چھڑ گئی۔ وَلِیدَ نے کہا:

"حج کے دن قریب آ گئے ہیں، اس لیئے باہر سے اَب وفد آیئں گے اَور محمدؐ کا تو چرچا ہے ہی۔ اس لیئے اسکے بارے میں بھی وہ تحقیق کریں گے۔ لہٰذا آپس میں ایک بات طے کر لو اَور سب مِل کر وہی کہو۔ دیکھو، ایک دوسرے کی اُلٹی مت کہنا، وَرنہ لوگ سمجھ جایئں گے کہ تم جھوٹے ہو اَور پھر سارا کھیل بگڑ جائے گا"۔

قریش نے کہا:

"عبدِ شمس کے باپ! پھر ہمیں کوئی ایک بات بتا دیجیئے کہ ہم سب وہی کہیں"۔

وَلِیدَ بولا:

"نہیں، پہلے تم بتاؤ۔ تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟"

قریش نے کہا:

"ہم کہیں گے، محمدؐ کاہن ہے"۔

Marfat.com

وَلِید بولا:

"نہیں، خُداکی قسم وہ کاہن نہیں۔ ہم نے بہتیرے کاہن دیکھے ہیں۔ کاہنوں کے گیت اَور ان کے کلام دوسرے ہی رنگ کے ہوتے ہیں"

قریش نے کہا:

"تو ہم کہیں گے، وہ مجنوں ہے"

وَلِید بولا:

"نہیں، وہ مجنوں بھی نہیں۔ ہم نے جنون کو خُوب دیکھا پہچانا ہے۔ اس کے اندر ایک بھی جنون کی علامت نہیں اَور مجنونوں کی سی کوئی بھی کیفیت نہیں"

قریش نے کہا:

"تو ہم کہیں گے، وہ شاعر ہے"

وَلِید بولا:

"وہ شاعر بھی نہیں۔ ہم نے خُوب خُوب زمینِ شِعر کی خاک چھانی ہے اَور ہم ساری بحروں سے اَچھی طرح واقف ہیں، اِس کا کلام شِعر نہیں ہوسکتا"

قریش نے کہا:

"تو ہم کہیں گے، وہ جادوگر ہے"

وَلِید بولا:

"وہ جادوگر بھی نہیں۔ ہم نے بہتیرے جادوگر دیکھے ہیں اَور جادو کے بیسیوں کرتب بھی دیکھے ہیں۔ یہ جادوگروں کا ٹونا منتر نہیں معلوم ہوتا"

قریش نے کہا:

Marfat.com

"(بہت حیرانی کیساتھ) پھر! ہم کیا کہیں گے عبدِ شمس کے باپ؟"

وَلید بولا:

"خدا کی قسم اِس کے کلام میں بَلا کی مٹھاس ہے۔ وہ گویا ایک ایسا درخت ہے، جس کی جڑیں بہت گہری اَور مضبوط ہیں اَور شاخیں انتہائی میٹھے اَور لذیذ پھلوں سے لدی ہیں، لہذا ان میں سے کوئی بات بھی کہی تو سارا پول کھل جائے گا، اَور جو سُنے گا، سمجھ جائے گا کہ یہ پروپیگنڈا ہے۔ سَب سے لگتی ہوئی بات یہ ہے کہ وہ ایک جادوگر ہے۔ جو جادو اثر کلام لے کر آیا ہے۔ اَور اِس سے وہ باپ بیٹے، بھائی بہن، بیوی شوہر، اَور خاندان، خاندان میں پھوٹ ڈال رہا ہے۔"

یہ رائے سُن کر سبھی لوگ بہت خوش ہوئے۔ چنانچہ جلسہ برخاست ہوگیا، اور اَب طے ہوگیا کہ حاجیوں کے قافلے آئیں گے، تو سب لوگ یہی پروپیگنڈہ کریں گے۔

لیجئے، حج کا زمانہ آگیا اَور حاجیوں کے قافلے بھی آگئے اَور اَب وہ ہر وقت تاک میں لگے رہتے، اَور جہاں موقع پاتے، ان کے کان بھرتے۔ اس وقت جس کو دیکھو، بس زبان پر یہی الفاظ تھے:

"محمدؐ تو ایک جادوگر ہے جو جادو اثر کلام لیکر آیا ہے۔"

پھر قافلے لَوٹ کر اپنے یہاں گئے، اَور سَب کو آپؐ کی خبر دی۔ اِس طرح پُورے عرب میں آپؐ کا چرچا ہوگیا۔ اَور بہتوں کو حقیقتِ حال جاننے کا بھی شوق ہوا، اَور وہ اسی دُھن میں گھروں سے نکل پڑے۔ آسمان کا تھوکا منہ پر آتا ہے۔ مشرکوں نے آپؐ کے خلاف سازش

Marfat.com

کی۔ مگر وہ سازش خود ان کے سر پر آپڑی۔ انہوں نے اسلام کو مٹانے کی کوشش کی مگر اس سے اسلام کی اور ترقی ہوئی۔

سارے عرب میں آپ کا شہرہ ہوگیا تو اس کے اثرات بہت دور تک پہنچے جبکہ مشرکوں کو سب سے زیادہ ڈر اسی کا تھا۔ کہتے تو وہ یہ تھے کہ ہمیں آبائی دین عزیز ہے، اور ہم جان لڑا کر اس کی حفاظت کریں گے لیکن اصل بات کچھ اور تھی کیونکہ دین سے زیادہ ان کو دنیا کی فکر تھی۔ عرب بالکل آزاد زندگی گزارتے آئے تھے۔ وہاں نہ کوئی اصول تھا نہ قانون۔ جو جی میں آتا تھا وہ کرتے تھے۔ ہر طرف بے حیائی اور بدکاری کا بازار گرم تھا۔ لوگ انجام سے آنکھیں بند کئے رنگ رلیوں میں مست تھے ادھر پیارے نبیؐ کی دعوت ان برائیوں کے خلاف ایک زبردست آواز تھی۔ پھر یہی نہیں، مکہ بتوں کا گڑھ تھا، اس لئے لوگ دور دور سے ان کی زیارت کو آتے تھے اور قریش ہی ان بت خانوں کے مہنت اور ان آستانوں کے مجاور تھے، اس لئے ان کو بھی نذرانے ملتے تھے۔ پھر مختلف چالوں سے یہ اچھی طرح لوٹتے بھی تھے۔ ظاہر ہے کہ اسلام کا پھیلنا اس کاروبار کے لئے ایک خطرہ تھا۔ اس لئے اب وہ نچلے کب بیٹھ سکتے تھے۔

نہیں...... اب ہم خاموش نہیں رہ سکتے۔ آج سے بالکل برداشت نہیں کر سکتے۔ اب ہمدردی کا کوئی سوال نہیں۔ چاہے محمدؐ ہو، یا اسکے ساتھی!

کچھ مسلمان ایسے بھی تھے، جو مشرکوں کے غلام تھے۔ یہ ظالم انہیں بہت ہی بے دردی سے ستاتے اور چاہتے کہ کسی طرح یہ اسلام سے پھر جائیں۔ مسلمانوں سے یہ بے رحمیاں دیکھی نہ جاتیں۔ بے اختیار وہ تڑپ تڑپ اٹھتے، اور جو لوگ کچھ مالدار ہوتے، ان مظلوموں کو خرید خرید کر

Marfat.com

آزاد کر دیتے۔

مشرکوں نے دیکھا کہ اِس طرح تو مسلمانوں کی طاقت اَور بڑھ رہی ہے لہٰذا اَب انہوں نے غلاموں کو بیچنا بھی بند کر دیا اَور سوچا کہ ان کا خوب ناک میں دم کریں، خُود ہی یہ ساری مستی بھُول جائیں گے۔

جو مسلمان رسولِ خُدا کے ساتھ تھے، اَور حَبْشَہ نہیں جا سکے تھے، ان کو بھی ظالم پہلے سے زیادہ ستانے لگے۔

وہی کیا؟ خود آپؐ کو بھی وہ اَور زیادہ ستانے لگے، اَور ظلم کی بھٹی میں بُری طرح تپانے لگے۔ حالانکہ اَبُو طالبؑ کھُل کر آپؐ کے ساتھ تھے اَور اَہلِ خاندان بھی آپؐ ہی کے طرفدار تھے۔

Marfat.com

رسولِ خداؐ نے دعا فرمائی تھی:

"خدایا! خطاب کے بیٹے عمر کو ہدایت دے اور
اس کے دل میں اسلام کی محبت ڈال دے۔"

آپؐ کا خیال تھا کہ اِس طرح اسلام کی مظلومی کافی حد تک دور ہو جائے گی۔

عمرؓ کی اُٹھتی ہوئی جوانی تھی۔ وہ عزم و حوصلہ کا پتلا تھا۔ طاقت بھی اس کی بے پناہ تھی۔ کسی سے وہ ڈرتا اور نہ کسی سے دبتا تھا۔ جو کرنے کا ارادہ کر لیتا، اسے کر ہی کے دم لیتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اسلام کی دشمنی میں بھی آگے آگے تھا، اور مسلمانوں کے لیئے سنگدلی اور بے رحمی کا ایک نمونہ تھا۔ کوئی باندی اسلام لے آتی، اور اس کے ہاتھ لگ جاتی، تو اسے بے تحاشا پیٹتا، اور مارتے مارتے جب تک تھک نہ جاتا، ہاتھ نہ روکتا پھر تھک کے چور ہو جاتا تو کہتا:

"میں نے تو تھک کر چھوڑ دیا ہے، ذرا دم لے لوں،
پھر تیری خبر لوں گا۔"

ایک طرف بے رحمی کا یہ عالم تھا، لیکن ساتھ ہی سینے میں دردمند دل بھی تھا۔ وہ رشتہ داروں کا بہت ہی ہمدرد اور گھر والوں پر انتہائی مہربان تھا۔ اس کو جب خبر ہوئی کہ بہت سے مسلمان حبشہ ہجرت کر گئے تو اس کے دل کو بہت سخت چوٹ لگی۔ اور جب اس نے یہ سُنا کہ نجاشی نے مسلمانوں کو پناہ دیدی اور مکہ سے

Marfat.com

گئے ہوئے دونوں سفیر ناکام لوٹ آئے، تو وہ سر پیٹ کے رہ گیا۔ اس کی آنکھوں میں خون اُتر آیا اور کنپٹی کی رگیں بھی غصہ سے تھرائیں کہ

"محمدؐ ہی بس کی گانٹھ ہے اس نے قریش میں پھوٹ ڈالی ہے اسی نے خاندانوں میں یہ خلیج کھودی ہے اور اسی نے اپنوں کو باہم ٹکرایا ہے۔ ہاں تو اَب اس کا سَر ہی قلم کر کے دم لوں گا۔"

چنانچہ وہ تلوار لگا کر گھر سے نکلا اور تیزی سے چل پڑا کہ آج آپؐ کا قصہ ہی پاک کر دے اور روز روز کی فکر و بے چینی سے نجات پا جائے۔

اتفاق سے راستہ میں بنی عدی کے ایک آدمی سے مُلاقات ہو گئی۔ یہ نعیمؓ بن عبداللہؓ تھے۔ پہلے ہی اسلام لا چکے تھے، لیکن کسی کو خبر نہ تھی۔ وہ ظلم و ستم کا جانکاہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ اس لیئے کُھل کر سامنے نہیں آ رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ عمرؓ بہت جوش میں ہے اور کمر سے تلوار بھی لٹکی ہے تو وہ بہت پریشان ہوئے اور پوچھا:

"خطاب کے بیٹے! کدھر چل دیئے؟

عمرؓ نے جواب دیا:

"اِسی بددین کے پاس جو دیوتاؤں کی توہین کر رہا ہے اور اِس طرح سارا نظام درہم برہم کیئے دے رہا ہے۔"

نعیمؓ عمرؓ کا غصہ جانتے ہی تھے۔ انہوں نے سوچا، کہیں سچ مچ آپؐ کی جان خطرہ میں نہ پڑ جائے، اِس لیئے کسی طرح عمرؓ کا رُخ بدل جائے۔

چنانچہ فوراً ایک تدبیر ان کے ذہن میں آئی، اور وہ بولے:

"عمرؓ! تم کس دھوکے میں ہو؟ کیا محمدؐ کو قتل کر دو گے تو عبدِ مناف تمہیں جیتا چھوڑ دیں گے؟ اور ذرا پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو!"

Marfat.com

عمر بولا:

"کیا کہا، کیا کہا ...... میرے گھر میں کون؟"

نعیمؓ نے جواب دیا:

"بہن اور بہنوئی مسلمان ہو گئے ہیں، انہوں نے محمدؐ کا دین قبول کر لیا ہے، پہلے ان سے تو نمٹ لو!"

یہ سنتے ہی عمرؓ ہکا بکا رہ گیا، جیسے سارے بدن میں آگ لگ گئی ہو۔ بہن اور بہنوئی اسلام لا چکے تھے اور اسی کے لیے جینے اور مرنے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ مگر عمرؓ بالکل ہی بے خبر تھا، کیونکہ انہوں نے اب تک اس کو چھپایا تھا۔ چنانچہ عمرؓ فوراً بہن کی طرف پلٹا۔ اور حالت یہ تھی کہ سینہ سلگ رہا تھا اور غصہ سے رگیں پھول آئی تھیں۔

وہاں وہ پہنچا تو اندر سے کسی کے پڑھنے کی آواز آئی۔ اب وہ بے تحاشا دروازہ پیٹنے لگا۔ جس سے گھر کے سب لوگ گھبرا گئے۔ اور انہوں نے پوچھا کون ہے؟ جواب ملا:

"عمرؓ!"

عمرؓ سننا تھا کہ لوگ چونک اٹھے اور خوف سے بدحواس ہو کر ادھر ادھر چھپنے لگے۔

عمر کی بہن کا نام فاطمہؓ تھا، اور بہنوئی کا نام سعیدؓ۔ یہ دونوں خبابؓ سے قرآن پڑھتے تھے۔ خبابؓ کو خود پیارے نبیؐ نے متعین کیا تھا۔ چنانچہ جو آیتیں نازل ہوتیں یہ پڑھ کر سنا دیا کرتے، اور وہ دونوں یاد کر لیتے اس وقت خبابؓ سورۂ طٰہٰ پڑھ رہے تھے۔ عمرؓ کی آواز سنتے ہی وہ اندر چھپ گئے، اور جس صحیفہ سے وہ پڑھ رہے تھے اُسے فاطمہؓ نے اپنے پیچھے چھپا لیا۔ پھر شوہر ہمت کر کے آگے بڑھے اور جا کر دروازہ کھولا۔

Marfat.com

دروازہ کھلتے ہی عمر ایک غضب ناک شیر کی طرح اندر آیا، اور عقابی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھنے لگا، کہ ابھی جو آواز کانوں میں پڑی، وہ کہاں سے آئی۔ لیکن بہن اور بہنوئی کے سوا سامنے کوئی نہ تھا، اِس لئے کڑک کر اس نے پوچھا:

"ابھی آواز کہاں سے آرہی تھی؟"

خوف سے تو بُرا حال تھا ہی۔ اِس لئے سچ سچ بتانے کی ہمت نہ ہوئی۔ جھٹ وہ بولے:

"یہاں تو کچھ بھی نہیں!"

عمرُ نے کہا:

"چھپاؤ نہیں کیا سمجھتے ہو کہ تمہارے اسلام سے مَیں بے خبر ہوں؟"

یہ کہہ کر وہ بہنوئی کی طرف بڑھا اور بے تحاشا انہیں پیٹنے لگا۔ فاطمہؓ سے یہ دیکھا نہ گیا اَور بڑھ کر شوہر کو بچانے لگیں۔ اَب عمرُ نے بہن کو مارنا شروع کیا، اَور اتنا مارا کہ ان کا سَر پھٹ گیا، مگر آگ کو جتنا ہی پیٹو، وہ اتنا ہی اُوپر اٹھتی ہے۔ عمرُ کی مار سے بھی جوش و عقیدت کی آگ اَور بھڑک اٹھی۔ چنانچہ فاطمہؓ اَور ان کے شوہر چیخ اُٹھے:

"ہاں، ہم اسلام لے آئے ہیں۔ جو جی چاہے، کر لو!"

یہ آواز ـــــ بے انتہا عزم و سوز میں ڈوبی ہوئی آواز ـــــ دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی آواز براہِ راست عمرُ کے دل سے ٹکرائی اَور اَب عمرُ آگ سے پانی تھے۔ اور پتھر سے موم تھے چنانچہ بے رحم ہاتھ چلتے چلتے رُک گئے۔ بہن کے سَر سے خون کے فوارے بھی جاری تھے۔ عمرُ کا دل یہ دردناک منظر دیکھ کر پسیج گیا اور فوراً شرم سے جھک گیا پھر یکایک نظر اِس صحیفہ پر پڑی جس سے خبابؓ پڑھ رہے تھے۔ اسے دیکھتے

Marfat.com

ہی انہوں نے بہن سے کہا:

"یہی تم دونوں پڑھ رہے تھے۔ ذرا دینا میں بھی اسے دیکھوں۔"

بہن بولیں:

"مجھے ڈر ہے کہ وہ تمہارے ہاتھ لگ گیا، تو پھر نہیں ملے گا۔"

مگر عمرؓ نے اطمینان دلایا اور قسم کھا کر کہا کہ میں اسے ضرور واپس کر دوں گا۔ چنانچہ فاطمہؓ نے وہ صحیفہ دیا اور دل میں یہ تمنا چٹکیاں لے رہی تھی کہ کاش یہ اسلام لے آئے۔

عمرؓ نے صحیفہ کو لیا، اور صحیفہ کو غور سے دیکھا۔ پڑھتے ہی دل کانپ اٹھا اور خوف و دہشت سے لرز اٹھا۔ پھر بے اختیار زبان سے نکلا:

"کتنا اچھا اور پاکیزہ کلام ہے یہ!"

خبابؓ قریب ہی چھپے تھے، اور سارا ماجرا دیکھ رہے تھے وہ فوراً باہر آئے اور بولے، عمرؓ! رسولِ خدا نے دُعا فرمائی تھی کہ

"خدایا! ہشام کے بیٹے ابُوالحکم یا خطاب کے بیٹے عمرؓ سے اسلام کی مدد فرما۔"

عمرؓ! خدا کی قسم! میں سمجھتا ہوں کہ اللہ نے تمہارے لیئے یہ دُعا سُن لی۔ عمرؓ! اَب اللہ سے جڑ جاؤ۔ اَب اس کے در کو نہ چھوڑو!

عمرؓ بولے:

"اچھا خبابؓ! بتاؤ محمدؐ کہاں ہیں؟ جاتا ہوں۔ اَب مسلمان ہو جاؤں گا۔"

یہ سننا تھا کہ خبابؓ کا دل خوشی سے کھِل اُٹھا اور بولے:

"آپؐ کوہِ صفا کے پاس ارقمؓ کے گھر میں ہیں۔"

Marfat.com

اللہ، اللہ !! ..... فاطمہؓ کی زندگی کا یہ کتنا پُرمسرت لمحہ تھا، اور سَعیدؓ کی خوشی کا کیا عالم تھا۔ آج فاطمہؓ کا بھائی اور سَعید کا سالا اِسلام کی گود میں تھا۔

عمرُ آئے تو مشرک تھے اور خونِ محمدؐ کے پیاسے تھے اور جارہے تھے تو خدا کے۔ تنہا خدا کے غلام، اور محمدؐ کے سچے جاں نثار تھے۔ وہ دوڑے ہوئے جارہے تھے، کہ آپؐ کو آقا بنالیں اور مبارک قدموں میں اپنا سر ڈال لیں !

عمرُ اَرقمُ کے گھر پہنچے تو کواڑ بند تھے۔ کنڈی کھٹکھٹائی تو بلالؓ کی آواز آئی :

"کون ہے ؟"

جواب ملا :

"خطاب کا بیٹا !"

اِس وقت رسولِ خدا کچھ ساتھیوں میں تشریف فرما تھے۔ حمزہؓ، اَبُوبکرؓ، بلالؓ اور علیؓ بھی وہیں موجود تھے۔ بلالؓ آپؐ کے پاس آئے اور عرض کیا :

"اللہ کے رسولؐ ! دروازے پر خطاب کا بیٹا عمرُ ہے۔ اگر دروازہ کھول دیا تو ڈر ہے کہ کہیں پریشان نہ کرے"

آپؐ نے فرمایا :

"آنے دو، اگر نیت ٹھیک ہے تو کیا کہنا !"

حمزہؓ نے کہا :

"اور اگر نیت بُری ہوئی تو اس کو مارنا ہاتھ کا کھیل ہے"

چنانچہ بلالؓ دروازہ کھولنے گئے اور حمزہؓ بھی ساتھ ہولیے کہ عمرُ نے اگر حملہ کیا تو بلالؓ کی مدد کریں گے۔

Marfat.com

دروازہ کھل گیا تو عمر اندر آ گئے۔ اور اسی لمحے حمزہؓ اور بلالؓ جھپٹے اور باہوں میں جکڑ لیا۔

پھر عمرؓ پر نظر پڑی، تو رسولِ خدا نے دُعا فرمائی:

"خدایا! عمرؓ کے دل میں جو کھوٹ ہو اسے دُور کر دے اور اس کا سینہ نورِ ایمان سے چمکا دے۔"

پھر آپؐ نے فرمایا:

"حمزہؓ! عمر کا ہاتھ چھوڑ دو۔ بلالؓ! تم بھی چھوڑ دو!"

چنانچہ حمزہؓ اور بلالؓ الگ ہو گئے۔ پھر عمرؓ آگے بڑھے اور حضورِ اقدسؐ میں کھڑے ہوئے، آپؐ نے فرمایا:

"عمرؓ! کیا جب تک کوئی دردناک عذاب نہ آ لے، اپنی رَوش نہیں چھوڑو گے؟ کہو کیا ارادہ ہے؟"

عرض کیا:

"ایمان لانے آیا ہوں۔"

یہ کہنا تھا کہ مسلمانوں نے اتنے زور کا نعرہ لگایا کہ گھر کی دیواریں ہل گئیں اور مکہ کی پہاڑیاں گونج اٹھیں:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ ...... اَللّٰہُ اَکْبَرُ ...... اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔

تھوڑی دیر کے لیے عجیب سماں بندھ گیا، اور پوری فضا پر ایک دہشت اور جلال چھا گیا۔

یہ ایک فقرہ تھا، جو بے اختیار زبانوں سے نکل پڑا۔ یہ بتا رہا تھا کہ اُن کو کتنی زیادہ خوشی ہے، اور رُوح کو کتنا سکون اور دل کو کتنا سرور ہے، کیونکہ آج عمرؓ مسلمان تھے۔ آج عمرؓ ان کے ساتھ تھے۔ عمر مسلمان ہوئے، تو آپؐ نے خدا کا شکر ادا کیا۔ پھر ان کے سینہ پر دستِ مبارک پھیرا، اور

Marfat.com

"خدایا! عمرؓ کو ہدایت دے۔ خدایا! عمرؓ کو ثابت قدم رکھ!"

عمرؓ بھی اب مسلمانوں میں بیٹھ گئے اور باتیں کرنے لگے۔ عرض کیا:

"اللہ کے رسولؐ! کیا ہم حق پر نہیں ہیں۔ چاہے مریں، چاہے جئیں؟"

آپؐ نے فرمایا:

"کیوں نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم حق پر ہو۔ مرنے اور جینے سے کیا ہوتا ہے"

انہوں نے کہا:

"پھر چھپنا کیسا اے اللہ کے رسولؐ؟"

آپؐ نے فرمایا:

"ہم تھوڑے ہیں اور دشمن بہت ہیں۔"

انہوں نے عرض کیا:

"خدا کی عبادت اور چھپ کر کی جائے، بخدا یہ نہ ہو گا اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ جن مجلسوں میں اب تک میں نے کفر کے گن گائے ہیں۔ اب اسلام کے نعرے لگاؤں گا"

چنانچہ آپؐ نے ساتھیوں کی دو صفیں بنائیں۔ ایک کے امیر حضرت عمرؓ تھے۔ اور دوسری کے حضرت حمزہؓ۔ پھر بہادر جوانوں کی دونوں صفیں کعبہ کی طرف بڑھیں اور وہاں پہنچ کر انہوں نے نماز ادا کی۔ پھر نعرہ لگایا، کہ جس سے مکہ کی پہاڑیاں دہل گئیں:

"لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔"

آج ماہِ اسلام کی تابانی کا پہلا دن تھا آج پہلی بار اسلام پوری شان و شوکت

Marfat.com

سے نمودار تھا۔

اِس دن قریش کو جتنا رنج و ملال ہوا، اِس سے پہلے اور کبھی نہ ہوا تھا۔ اور مسلمانوں کو جتنی خوشی تھی، اس کا اندازہ کرنا بھی مشکل ہے۔ ان سے کہیں زیادہ خوشی خود حضرت عمرؓ کو تھی کہ آج دنیا کی سب سے بڑی دولت سے وہ مالا مال تھے۔

پھر حضرت عمرؓ نے گھوم گھوم کر اسی رات اپنے اِسلام کا اعلان کیا، اور لوگوں کو بھی اس کی دعوت دی۔ گویا جو دلیری اور بے باکی کبھی اس سے روکنے میں صرف ہو رہی تھی، آج وہی دلیری و بے باکی اِسکی تبلیغ میں نمایاں تھی۔ ابوجہل ان کا ماموں تھا، اِس لیئے اس کے یہاں بھی گئے۔ گھر کی کنڈی کھٹکھٹائی تو وہ باہر آیا اور بہت ہی پیار و محبت سے بولا:

"خوش آمدید بھانجے! کہو کیسے آئے؟"

عمرؓ نے جواب دیا:

"بس یہ بتانے آیا ہوں کہ مَیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آیا اور محمدؐ کو نبیؐ مان لیا۔ نیز ان کی ساری باتوں کو تسلیم کر لیا۔"

یہ کہنا تھا کہ ابوجہل کے ذہن و دماغ پر جیسے بجلی گر گئی۔ اس نے زور سے دروازہ پیٹا اور کڑک کر بولا:

"خدا تجھے غارت کرے اور تیرے دین کا بھی جنازہ اُٹھے۔"

اَب قریش عمرؓ پر پل پڑے اور ان کو ستانے اور تنگ کرنے لگے مگر عمرؓ نے بھی تلوار سے مقابلہ کیا۔ کافروں میں ہوتے ہوئے بھی ڈر کا نام نہ تھا۔ بار بار وہ شیر کی طرح گرجتے اور پوری بیباکی سے کہتے:

"سُن لو! مَیں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود

Marfat.com

نہیں اور محمدؐ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ کوئی بھی ہلا تو سر قلم کر دوں گا۔"

اسی وقت پیارے نبیؐ نے انہیں فاروق کا خطاب دیا کہ اللہ نے ان کے ذریعہ حق اور باطل میں فرق کیا۔

یہ نبوت کا چھٹا سال تھا اور ذی الحجہ کا مہینہ۔ حضرت حمزہؓ کو مسلمان ہوئے صرف تین ہی دن ہوئے تھے کہ حضرت عمرؓ بھی اسلام لے آئے۔

لہ اخبار عمرؓ، بحوالہ "تاریخ الخلفاء" و "شرح المواہب"۔

Marfat.com

اَب دن بدن مسلمانوں کا زور بڑھ رہا تھا، اور لوگ اسلام کی طرف تیزی سے کھنچ رہے تھے تو کیا قریش ہاتھ پاؤں مار کر بیٹھ رہے؟ نہیں، وہ برابر اس دھن میں رہے کہ کسی طرح مسلمانوں میں پھوٹ ڈال دیں یا جاں نثاروں کو حضورؐ سے بدگمان کر دیں۔

اسی غرض سے وہ ایک روز سَر جوڑ کر بیٹھے اور سوچنے لگے، کیا تدبیر کی جائے کہ محمدؐ کے عقیدت مندوں کا بادل چھنٹ جائے سارے جاں نثار گرد کی طرح اڑ جائیں اور وہ بے بس ہو کر رہ جائے۔ چنانچہ بہت دیر ہو گئی۔ اور وہ سوچتے رہے اور غور و فکر کرتے رہے۔ پھر آخر میں رائے ہوئی کہ محمدؐ کا بائیکاٹ کیا جائے، مکمل بائیکاٹ۔ یعنی آپؐ سے اور آپؐ کے ساتھیوں سے کوئی تعلق نہ رکھا جائے۔ نہ ان سے کوئی شادی بیاہ کرے، نہ خرید و فروخت کرے نہ انہیں کھانے پینے کا کوئی سامان دے اور نہ کسی طرح کا ان سے کوئی لین دین کرے۔

اس رائے کی سب نے تائید کی۔ پھر مزید اطمینان کے لئے ایک تحریری معاہدہ بھی تیار ہوا، جس میں انہی ناپاک عزائم کا تذکرہ تھا، اور وہ معاہدہ کعبہ میں لٹکا دیا گیا، کہ ہر ایک اس کا احترام کرے۔ نہ کوئی اس کی خلاف ورزی کرے اور نہ اس کو ہاتھ لگانے کی جرأت کرے۔

پھر قریش کے کچھ سردار آلِ مطلب کے پاس گئے، اور بولے:

"اَب بس دو ہی شکلیں ہیں، یا تو محمدؐ کو ہمارے حوالہ کر دو کہ ہم اس کو قتل کر دیں۔ اس طرح تم کو بھی آرام مل جائے

Marfat.com

گا اور ہم کو بھی چین نصیب ہو جائے گا۔ نیز ہم تم کو بہت سا خون بہا بھی دیں گے۔ اگر اس پر راضی ہو جاؤ تو کیا کہنا۔ ورنہ ہم تمہارا بائیکاٹ کر دیں گے۔ پھر نہ تم سے کبھی خرید و فروخت کریں گے اور نہ اور کوئی لین دین۔ نتیجہ کیا ہوگا؟ تڑپ تڑپ کر مر جاؤ گے۔ اب کہو، کیا خیال ہے؟"

آلِ مُطلب کبھی یہ سوچنے کو بھی تیار نہ تھے کہ آپؐ کو ان بے رحم ہاتھوں میں دے دیا جائے اور وہ اپنے دل کے ارمان پورے کریں کہ آپؐ ہی ان کی آنکھوں کا نور، اور دل کا سرور تھے، اور آپؐ ان کو جان سے بھی زیادہ عزیز تھے۔ چنانچہ انہوں قریش کی ان دھمکیوں کا ذرا بھی خیال نہ کیا، اور صاف صاف کہہ دیا کہ:

"ہر بات گوارا ہے، پر محمدؐ کو چھوڑنا گوارا نہیں۔"

مشرکوں نے بھی کہا:

"تب ٹھیک ہے۔ آج سے ہم تمہارے دشمن ہیں،
اور تم ہمارے دشمن، اور اب ہم تمہارا محاصرہ کریں گے۔"

چنانچہ قریش نے ان کا محاصرہ کر لیا، اور بھوکوں مارنے کی مہم شروع کر دی۔ بنی ہاشم چونکہ آلِ مُطلب کے رشتہ دار تھے، اس لیئے وہ بھی ان کے ساتھ تھے، بس ایک اُبُولہب نے بے وفائی کی، یعنی اس نے خاندان کی مخالفت کی اور قریش کی طرف داری کی، کیونکہ یہ خاندان سے بیزار تھا، اور ان کو مصیبت میں دیکھ کر پھولا نہ سماتا تھا۔ حتیٰ کہ یہی وہ شخص اول تھا جس نے آلِ مُطلب کا بائیکاٹ کرنے اور ان سے کسی طرح کا لین دین نہ کرنے پر اُبھارا تھا۔

محرم کا مہینہ اور نبوت کا دسواں سال تھا۔ اُبُوطالب پورے خاندان کے ساتھ ایک درہ میں بند ہو گئے۔ یہی وہ درہ ہے جو بعد میں شعبِ

Marfat.com

اَبی طالب کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ لوگ دن رات یہیں پڑے رہتے نہ کسی سے کچھ تعلق اور نہ کوئی لین دین، گویا یہ ایک جیل خانہ تھا، جس میں وہ ہمیشہ رہتے اور صرف محترم مہینوں میں اس سے باہر آتے جبکہ عرب کی ساری جنگیں رک جاتیں۔ لڑائی جھگڑے بند ہو جاتے۔ ہر طرح کے خطرے جاتے رہتے اور ہر آدمی بالکل آزاد اور بے غم ہوتا۔

انہی مہینوں میں آنحضرت بھی باہر آتے اور پھر دعوتِ دین میں لگ جاتے۔

حاجی انہی دنوں مکہ میں آتے۔ تاجر مکہ کے قریب ہی بازار لگاتے اور تجارت کے سامان لگاتے۔ آپؐ ان سب کے پاس جاتے اور ان کو اسلام کی دعوت دیتے بہت ہی درد اور محبت سے فرماتے:

"خدا کا دین قبول کر لو۔ وہ بہت خوش ہوگا۔ تم پر مہربان ہوگا، اور اچھا بدلہ دے گا، اور اگر کفر و شرک سے چمٹے رہے اور اس دین کو ٹھکرا دیا۔ تو وہ ناراض ہوگا اور بہت سخت عذاب دے گا۔"

جو لوگ حبشہ میں تھے، ان کو اطلاع ملی کہ عمرؓ مسلمان ہو گئے ہیں، اور اس طرح اسلام کے قدم جم گئے ہیں اور اس کی مظلومی اور بے کسی ختم ہو گئی ہے۔ مسلمان اب بے جھجک قریش کو دعوتِ اسلام دے رہے ہیں اور انکو ان کی گمراہی پر متنبہ کر رہے ہیں۔ مکّہ کا کونہ کونہ اب نورِ اسلام سے جگمگا رہا ہے، اور نہ صرف مکّہ، بلکہ بیرونِ مکّہ بھی اس کا ڈنکا بج رہا ہے۔ یہ سُن کر وہ خوشی سے بیتاب ہو گئے۔ اتنے بیتاب کہ انہوں نے حبشہ کو خیرباد کہہ دیا، اور پھر مکہ کا رُخ کیا۔

مگر قریب پہنچے، تو معلوم ہوا کہ مسلمان تو نظر بند ہیں اور قریش کا ان پر انتہائی سخت پہرہ ہے۔ جس کی وجہ سے وہ بڑی تنگی اور بہت

Marfat.com

مصیبت میں ہیں، لہٰذا ایسے میں وہ مکہ کیا جاتے، مجبوراً پھر اُلٹے پاؤں وہ حبشہ لوٹ گئے۔

درہ میں پیارے نبیؐ اور مخلص ساتھی پڑے رہے۔ ایک مہینہ نہیں، دو مہینہ نہیں، سال چھ مہینے بھی نہیں، مسلسل تین سال پڑے رہے۔ بلائیں امنڈ امنڈ کر آتی رہیں اور سب سہتے رہے۔ بالآخر جب پانی سر سے اونچا ہوگیا تو آپؐ نے ان ساتھیوں کو بھی ہجرت کی اجازت دے دی۔ چنانچہ مخلص ساتھیوں نے حبشہ کا رُخ کیا، اور وہاں پہنچ کر انہوں نے اطمینان کا سانس لیا، اور اب مکہ میں صرف گنے چنے مسلمان رہ گئے۔

جو مسلمان رہ گئے، ان پر ایک عرصہ تک دشمنوں کا پہرہ رہا۔ جس کی وجہ سے ایک ایک لمحہ ان کے لیئے عذاب بن گیا۔ لیکن واہ ری غیرت و حمیت! سب کچھ ایک طرف اور آلِ مطلب کا جوش و جذبہ ایک طرف۔ بھوک و فاقہ کی سختیاں وہ سہتے رہے مگر آپؐ پر ذرا بھی آنچ نہ آنے دی اور جی جان سے آپؐ کی حفاظت کی۔ چچا ابُوطالب کی شفقت و محبت بھی قابلِ دید تھی۔ وہ آپؐ کے پیچھے بالکل دیوانے تھے۔ جیسے ایک شفیق ماں اپنے لختِ جگر کے پیچھے۔ ایک لمحہ کے لیئے بھی وہ آپؐ سے غافل نہ ہوتے۔ یہاں تک کہ سوتے بھی تو ساتھ سلاتے۔ اور اگر کبھی کسی مجبوری کی وجہ سے ساتھ چھوڑنا ہی پڑتا تو اپنی جگہ کسی بیٹے کو کر دیتے کہ رات میں جاگ کر وہ آپؐ کی حفاظت کرے۔

کتنا کٹھن مرحلہ تھا یہ! سارا ماحول دشمن، دوست، عزیز سب سے اَن بَن۔ پاس کھانے کے لیئے کچھ نہیں [1] لوگوں سے کوئی لین دین نہیں

---

[1] یہ زمانہ اتنا سخت تھا کہ خدا کی پناہ .... ! پتے کھاکر انہوں نے دن گزارے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ مشہور صحابی ہیں۔ وہ بھی اس وقت مسلمان تھے۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۴ پر)

Marfat.com

گویا ہر وقت موت منہ کھولے کھڑی ہو۔ مگر ایسے میں اللہ نے مدد کی اُور کچھ دلوں کو اُن کے لیئے نرم کر دیا۔ چنانچہ مسلمانوں کی بے بسی دیکھ کر انہیں ترس آنے لگا۔ اُور اَب وہ چھُپ چھُپ کر ان کے پاس آتے اُور کچھُ کھانے پینے کا سامان دے جاتے۔ انہی لوگوں میں ایک حزامؔ کے بیٹے حکیم تھے۔ خدیجہؓ ان کی پھوپھی تھیں۔ یہ اپنی پھوپھی کو روٹی، سالن دے جاتے۔ حضرت خدیجہؓ خود کھاتیں، اَوروں کو بھی کِھلاتیں۔ اِسی طرح عمرؓ کے بیٹے ہشام بھی اُن مسلمانوں کے بڑے ہمدرد تھے۔ وہ اُونٹ پہ بہت سا کھانا کپڑا لاد لیتے۔ پھر رات ہو جاتی، تو ان مظلوموں کے پاس آتے۔ اُونٹ کو گھاٹی کے باہر ہی بٹھا دیتے۔ اُور سارا سامان اندر پہنچا دیتے۔ ہشام برابر ایسا ہی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ کچھُ دنوں میں قریش کو بھی پتہ چل گیا۔ اُور اَب وہ ان کو بھی ستانے لگے۔ لیکن وہ اپنی ہمدردیوں سے باز نہ آئے پھر ہشام نے ایک کام اُور کیا۔ وہ اَبُو امیّہ کے بیٹے زہیرؔ کے پاس گئے۔ جو عاتکہ کا بیٹا تھا اور عبدالمطلب کا نواسہ تھا۔ اس سے جاکر ہشام نے کہا:

"زہیرؔ! تم خوب عیش کرو۔ عمدہ سے عمدہ کھانے کھاؤ! اور اچھے سے اچھے کپڑے پہنو۔ اُور تمہارے ماموں اِس طرح رسوائی اُور بے کسی کے ساتھ دن پورے کریں۔ کیا تمہیں یہ گوارا ہے......! خدا کی قسم اگر یہ لوگ اَبُوالحکم (اَبُو جہل) کے ماموں ہوتے، اور تم اس سے ایسا کرنے کو کہتے"

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۳ کا) اور اس آزمائش سے دوچار تھے۔ ان کا بیان ہے۔ ایک بار رات کو سوکھا ہوا چمڑا ہاتھ آگیا۔ میں نے اس کو پانی سے دھویا۔ پھر آگ میں بھونا۔ اور پانی میں مِلا کر کھایا!

Marfat.com

تو وہ ہرگز نہ تیار ہوتا۔"

زُبیرؓ بولا:

"میں تنِ تنہا کر ہی کیا سکتا ہوں؟ خُدا کی قسم اگر کوئی اور ساتھ دینے والا ہوتا، تو میں تو اس معاہدہ کو توڑ دیتا۔"

ہشام نے کہا:

"کوئی اور مل جائے تو؟"

زُبیر بولا:

"وہ کون؟"

ہشام نے کہا:

"مَیں!"

زُبیرؓ بولا:

"اچھا ایک اور آدمی تلاش کرو، کوئی اور مل جائے تو بڑا اچھا رہے گا۔"

چنانچہ دونوں جوان معاہدہ توڑنے کے لیئے کمربستہ ہو گئے۔ وہ معاہدہ جو سارے قریش کا معاہدہ تھا۔ اور اب کسی تیسرے کو ڈھونڈنے لگے۔ اللہ نے ان کی مدد کی اور نہ صرف ایک، بلکہ تین تین بہادر اُنکے ساتھ ہو گئے۔ اور یہ تینوں قریش کے معزز سردار تھے۔ ایک عَدِیؔ کے بیٹے مُطعِم تھے۔ دوسرے ہشام کے بیٹے اَبُوالبختریؔ۔ اور تیسرے اَسوَدؔ کے بیٹے زَمعہ تھے۔

صُبح ہوئی تو ہشام، مُطعِم، اَبُوالبختریؔ اور زَمعہ گھر سے نکل کھڑے ہوئے کعبہ کے قریب ہی قریش جلسہ جمائے بیٹھے تھے۔ یہ چاروں سردار بھی وہیں جاکر بیٹھ گئے۔ مگر زُبیرؓ گئے۔ اور انہوں نے کعبہ کا طواف کیا۔ پھر آ کر بولے:

Marfat.com

"مکہ والو! ہم تو مزے سے کھاتے پیتے ہیں اور بنی ہاشم ایک ایک نوالہ کو ترس رہے ہیں۔ نہ کسی سے لین دین کر سکتے ہیں، نہ خرید و فروخت۔ کیا یہ مناسب ہے؟ کیا انسانیت اور شرافت کا تقاضا یہی ہے؟ خدا کی قسم میں تو بیٹھ نہیں سکتا، جب تک کہ اس معاہدہ کی دھجیاں نہ اُڑ جائیں"

یہ سنتے ہی ابُوجہل تن کر اُٹھا اور کڑک کر بولا:

"تو نے غلط کہا۔ خُدا کی قسم یہ ہرگز نہ ہوگا!"

اِسی دم زُہیر کے سب ساتھی ایک ساتھ بول اُٹھے:

"ہاں، بالکل ٹھیک ہے۔ یہ ہوگا، ضرور ہوگا، ہو کر رہیگا"

ابوجہل سمجھ گیا کہ یہ سوچی سمجھی اسکیم ہے۔ اور اس میں بولنا بیکار ہے۔ چنانچہ وہ کلیجہ مسوس کر بیٹھ گیا۔

پھر مُطعِم عہدنامہ پھاڑنے کے لیئے آگے بڑھا، مگر دیکھا تو اُس کو دیمک چاٹ گئی تھی اور اَب صرف ایک فقرہ باقی تھا، جو عہدنامہ کے شروع میں تھا۔ وہ فقرہ تھا:

"بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ۔"

"اے اللہ! تیرے نام سے۔"

عہدنامہ چاک ہوگیا تو پیارے نبیؐ اور مخلص ساتھی دَرّہ سے باہر آگئے اور پوری سرگرمی سے پھر دعوت و تبلیغ میں لگ گئے۔

یہ نبوّت کا دسواں سال تھا۔

Marfat.com

سر سے نظر بندی کی بلا تو ٹل گئی۔ لیکن یہیں پر بس نہ تھا۔ جو بلائیں ابھی گھات میں تھیں، وہ اس سے بھی زیادہ سخت اور جاں گسل تھیں۔ کچھ ہی دن گزرے تھے، کہ ابو طالب بیمار پڑ گئے۔ اور حالت بہت نازک ہو گئی۔ یہاں تک کہ قریش کو ان کی موت کا اندیشہ ہونے لگا۔ چنانچہ انھوں نے طے کیا کہ ایک بار پھر ابو طالب کے پاس چلیں۔ اور ان سے کہیں وہ زندگی ہی میں، ہمارے اور محمدؐ کے درمیان کوئی فیصلہ کر دیں۔ کیونکہ اگر موت کے بعد اس کو ستائیں گے، تو اہلِ عرب عار دلائیں گے۔ اور کہیں گے کہ زندگی میں تو ہمت نہ ہوئی۔ اب چچا مر گیا تو یہ شیر بن گئے۔

غرض ابو طالب بسترِ مرگ پر پڑے آخری سانس لے رہے تھے۔ کہ اسی وقت قریش کے کچھ سردار پہنچے اور بولے:

"ابو طالب! ہمارے دل میں آپ کا کیا مقام ہے؟ اس سے آپ بے خبر نہیں۔ ہماری تمنا ہے کہ بھتیجے کے بارے میں آپ انصاف کریں اور اس سے کہہ دیں کہ نہ وہ ہمارے دین کو کچھ کہے اور نہ ہم اس کے دین کو کچھ کہیں"

چنانچہ ابو طالب نے پیارے نبیؐ کو بلوایا اور آپؐ کے سامنے قریش کی بات رکھی۔ سب کچھ سن کر آپؐ نے فرمایا:

"آپ لوگ صرف ایک فقرہ کہہ دیں اور بس۔ میں اور کچھ نہیں چاہتا"

قریش نے کہا:

Marfat.com

"وہ کیا؟"

آپؐ نے فرمایا:

"لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ"

یہ سنتے ہی وہ غصّہ سے تلملا اُٹھے۔ اور آپس میں یہ کہتے ہوئے چل دیئے:

"یہ شخص تو تمہاری بات ماننے کا نہیں۔ اَب اس کے ساتھ جو کچھ کرو، معذور ہو"

پھر آپؐ نے چچا سے فرمایا:

"چچا ایک فقرہ کہہ دیجئے، کہ قیامت کے دن مَیں آپ کے حق میں گواہی دے سکوں۔ میرے مہربان چچا! صرف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ دیجئے"

چچا نے جواب دیا:

"اہلِ عرب طعنے دینگے اور کہیں گے کہ ابُوطالب تو موت سے ڈر گیا۔ بھتیجے! اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا، تو میں تیری بات ضرور مان لیتا"

پیارے نبیؐ کو چچا سے بہت محبت تھی۔ آپؐ کے دل میں اُن کی بڑی چاہ تھی۔ جہاں آپؐ ان کے لیئے دُنیا کی کامیابی چاہتے تھے، وہیں آخرت کی سرخروئی کے بھی متمنی تھے۔ وہ اسلام نہیں لائے، تو آپؐ تڑپ کر رہ گئے۔ دل کو بہت سخت چوٹ لگی۔ اور پھر حسرت وغم میں آپؐ گھُلنے لگے۔ آپؐ کا یہ حال ہوا تو خُدا کی طرف سے وحی ہوئی:

اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ۔ (القصص: ۵۶)

"تم جس کو چاہو، ہدایت نہیں دے سکتے، اللہ ہی جس کو چاہتا

Marfat.com

سے ہدایت دیتا ہے۔"

اس طرح ابُو طالب مر گئے۔ ہاں، وہی ابُو طالب، جو آپؐ کے سہارا اور مددگار رہے تھے۔ آپؐ کے مُونس اور غمگسار تھے۔ اور آپؐ ؟ آپؐ قریش کی بے رحمیوں کا نشانہ بننے کے لیئے تنہا رہ گئے۔[1]

پھر اس سانحہ کو ابھی کچھ ہی دن ہوئے تھے، کہ ایک دوسرا سانحہ آپؐ کا جگر چیر گیا۔ وہ سانحہ کیا تھا؟ بی بی خدیجہؓ ــــ آہ ....بی بی خدیجہؓ کی وفات۔

ہاں، وہی خدیجہؓ، جو آپؐ کی باوفا بیوی اور آپؐ کے دُکھ درد کی شریک تھیں۔

ہاں، وہی خدیجہؓ، جو آپؐ کے لیئے پیار و محبت کا دریا اور شفقت و دلسوزی کا مجسمہ تھیں۔

ہاں، وہی خدیجہؓ، جنہوں نے سدا آپؐ کی شخصیت کو سینے سے لگائے رکھا اور عشق و عقیدت کی آنکھوں میں بٹھائے رکھا۔

ہاں، وہی خدیجہؓ، جنہوں نے پہلے دن سے آپؐ کا ساتھ دیا مایوسی میں ڈھارس بندھائی۔ اُداسی میں سکون پہنچایا۔ اور پھر اسی حال میں جان دے دی۔

ہاں، وہی خدیجہؓ، جو رب پر سب سے پہلے ایمان لائیں۔

ہاں، وہی خدیجہؓ جن کو رب ..... ہاں، خود رب نے سلام کہلایا اور جنت میں موتیوں کے محل کا مژدہ سنایا۔

---

[1] یہ سنہ ۱۰ نبوی کا زمانہ ہے۔ جو اسلام کا سخت ترین زمانہ ہے۔ اس زمانہ میں حضورؐ بہت رنجیدہ اور بے قرار رہتے تھے۔ چنانچہ فرماتے بھی کہ یہ عَامُ الْحُزْنِ ہے۔ یعنی غم کا سال۔

Marfat.com

ابُوطالب اُور خدیجہؓ[1] کی موت تھی ؛ ایک سہارا تھا جو ٹوٹ گیا ایک قلعہ تھا جو ڈھ گیا۔

لیکن اَب نورِ اسلام مکہ سے باہر پھیلنا شروع ہو گیا تھا۔ اَب ناممکن تھا کہ مشرکوں کی پھونکوں سے یہ چراغ گل ہو جاتا۔ چاہے وہ کم ہوں یا زیادہ۔ کمزور ہوں یا زور آور۔ یہ اللہ کا فیصلہ تھا۔ چاہے کافر کتنے ہی چیں بہ جبیں ہوں۔

وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۔

(الصف: ۸)

---

[1] خدیجہؓ کی وفات ماہِ رمضان میں ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر ۶۵ برس تھی۔ مقام حجُوُن میں دفن ہوئیں۔ حضور خود اُن کی قبر میں اُترے۔

Marfat.com

محمدِ عربی

نازک مرحلے

Marfat.com

رحمتِ عالمؐ، ظلم و ستم کے نرغے میں۔
عائشہؓ اور سودہؓ رسولِ پاکؐ کے نکاح میں۔
طائف کا سفر۔
اہلِ طائف کا شرمناک سلوک۔
رسولِ پاکؐ کی پُرسوز فریاد۔
جِنوں کی ایک جماعت اِسلام کے دامن میں۔
قریش کی سازش۔
مُطعِمؔ کے امان میں۔
فرش سے عرش تک۔
ابُوجہل کی شرانگیزی۔
معراج کے اثرات۔
ابُوبکرؓ کو "صدیق" کا خطاب۔
سفرِ معراج کی ایک جھلک۔

Marfat.com

کافروں نے بہت کوشش کی، محمدؐ اسلام کی دعوت دینا بند کردیں لیکن انہیں ذرا بھی کامیابی نہ ہوئی۔ اسلام کا چراغ گل کرنے کی مسلسل کوشش، اور پھر مسلسل ناکامی! دشمنوں کے لیئے یہ ایک المناک سانحہ تھا۔ عقل حیران تھی کہ کیا کریں؟ اور آپؐ کے مقابلے میں کون سی چال چلیں.....!! لیکن .... افسوس، ابُوطالب جا چکے تھے۔ ہاں، وہی ابُوطالب جو آپؐ کے سہارا اور مددگار تھے۔ بلاؤں کے طوفان میں ایک محکم دیوار تھے اور جو پورے قبیلہ کا شیرازہ اور سارے خاندان کا گلدستہ تھے۔ کہ انہی کی بدولت لوگ آپؐ کی تحریک سے وابستہ اور دل وجان سے آپؐ کی حمایت پر کمربستہ تھے۔

اب میدان خالی تھا، راستہ ہموار تھا۔ دل کا بخار نکالنے کیلئے موقع سازگار تھا۔ اب نرمی اور رحمدلی کا کیا سوال تھا۔ اب تو ظلم وستم کے تیز جھونکے تھے۔ اور بغض وعناد کے بھڑکتے ہوئے شعلے۔ اب آپؐ کو ستانے میں ہر ایک شیر تھا۔ اور ذرہ بھی رورعایت سے کام لینے کے لیئے تیار نہ تھا۔ انتہا یہ کہ ایک روز آپؐ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک بدبخت کو شرارت سوجھی اور اس نے آپؐ پر بکری کی اوجھ لاکر ڈال دی۔ رحمتِ عالم کی طرف سے اس بدتمیزی کا کیا جواب تھا؟ کیا اس ظالم کو بُرا بھلا کہا؟ کیا اس کو کوئی بددعا دی؟ نہیں صرف اتنا فرمایا:

"آلِ مناف! پڑوسی کے ساتھ کیسا سلوک ہے یہ؟"

ایک دفعہ آپؐ کہیں جارہے تھے۔ کسی بدبخت نے سر مبارک پر

Marfat.com

خاک ڈال دی۔ آپؐ اسی حال میں گھر آئے۔ بیٹی فاطمہؓ نے یہ دیکھا تو دوڑ کر پانی لائیں۔ اور سر کو دھونے لگیں۔ وہ پانی گرا رہی تھیں، اور اس میں گرم گرم آنسو بھی ملا رہی تھیں۔ باپؐ کی مظلومی ان کا جگر چیر رہی تھی اور قریش کی بدسلوکی دل کو تڑپا رہی تھی۔ اور ...... اور آپؐ ان کو تسلی دے رہے تھے:

"بیٹی! روؤ نہیں۔ خدا تمہارے باپ کی مدد کریگا۔"

اور ابُولہبؔ کا کیا رنگ تھا؟ ابُوطالبؔ کی وفات ہوئی تو وہ کچھ دِنوں تو خاموش رہا۔ پھر پہلے سے بھی زیادہ بے دردی سے ستانے لگا۔ اُس نے اور اس کی بیوی نے تو اتنا تنگ کیا، کہ خُدا کی پناہ! ناک میں دم کر دیا۔

اور ابُوجہل کا کیا انداز رہا؟ وہ تو رات دِن گھات میں رہتا۔ کبھی اوباشوں کو پیچھے لگا دیتا۔ اور وہ خوب ستاتے۔ کبھی غنڈوں کو اشارہ کر دیتا۔ اور وہ اپنی بدتمیزیوں کا مظاہرہ کرتے۔ کبھی کچُھ کمینوں کو لے کر بیٹھ جاتا۔ اور جبؔ آپؐ نماز پڑھنے آتے، یا طواف کا ارادہ کرتے، تو وہ بدبخت آپؐ کو مارنا چاہتے اور آپؐ کے قتل کی اسکیم بناتے۔ حضرت ابُوبکرؓ انکو روکتے اور ان کی حرکتوں پر بیزاری و نفرت کا اظہار کرتے۔ بہت ہی حسرت کے ساتھ کہتے:

"کیا کسی کو محض اس بات پر قتل کرو گے، کہ وہ کہتا ہے،
میرا ربّ اللہ ہے! حالانکہ وہ اللہ کے پاس سے واضح نشانیاں
بھی لے کر آیا ہے!"

نتیجہ میں ابوبکرؓ بھی اُن کی اذیّتوں سے نہ بچ پاتے۔ سب چاروں طرف سے ٹوٹ پڑتے۔ اور بے تحاشا مارتے کہ آئندہ ہونٹ ہلانے کی بھی جرأت نہ کریں۔ اور وہ اپنی ناپاک حرکتوں کو پوری آزادی سے انجام دے سکیں۔ مگر ابُوبکرؓ کبؔ ماننے والے تھے۔ وہ جانتے بوجھتے اپنی جان

Marfat.com

خطرہ میں ڈال دیتے کیونکہ ان کو اپنی جان سے زیادہ آپؐ کی جان پیاری تھی۔ پھر ماننے کا سوال بھی کیا تھا؟ کہ دوست کے لیئے ہر چوٹ انکے لیئے آرامِ جان اور باعثِ تسکین و اطمینان تھی۔

اور آپؐ کا کیا حال تھا؟ آپؐ بہت ہی درد و حسرت کے ساتھ باربار فرماتے:

"خدا کی قسم! جب تک ابُوطالب زندہ رہے، قریش نے مجھ کو کبھی نہ ستایا!"

Marfat.com

"رسولِ خدا اذیتوں کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ زبانوں کے تیر آپ کے جگر میں پیوست ہو رہے ہیں"۔

یہ سوچ کر مخلص ساتھیوں کا دَم گھٹنے لگتا۔ کیونکہ اس طرح آپ دو دو تلخیوں سے دوچار تھے۔ ایک تو چچا ابو طالب اور پیاری خدیجہؓ کی وفات کا صدمہ، اور پھر قریش کی بدسلوکی کا ملال۔ لیکن مکہ میں مسلمان تو بہت تھوڑے تھے۔ بس گنتی کے چند۔ اور مقابلہ میں دشمنوں کا ایک سمندر تھا ٹھاٹھیں مارتا سمندر۔ بھلا ایسے میں وہ بیچارے کر ہی کیا سکتے تھے؟ کہ وہ تو بالکل بے بس تھے۔ چنانچہ وہ صبر کرتے، اور اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے جہاں تک ہو سکتا آپ کا بچاؤ کرتے۔

اور مسلمان عورتیں؟ وہ بھی آپ پر بلاؤں کی یلغار دیکھتیں، تو بہت رنجیدہ ہوتیں۔ اور کلیجہ مسوس کے رہ جاتیں۔ چنانچہ ایک دن حضرت خولہؓ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئیں۔ یہ حکیم کی بیٹی اور عثمان بن مظعونؓ کی بیوی تھیں۔ بولیں:

"کیوں نہیں آپ شادی کر لیتے؟ کوئی خدیجہؓ جیسی نہ ملے نہ سہی۔ لیکن کچھ تو سکون نصیب ہوگا۔ کچھ تو دل کا بار ہلکا ہوگا"۔

پیارے نبیؐ نے فرمایا:

"حکیم کی بیٹی! کس کی طرف اشارہ ہے؟"

خولہؓ بولیں:

Marfat.com

"کنواری بھی مل سکتی ہے اور چاہیں تو شوہر آشنا بھی مل جائے گی۔"

پیارے نبیؐ نے فرمایا:

"کنواری کون؟"

خولہؓ نے فرمایا:

"آپؐ پر سب سے زیادہ حق ابُو بکرؓ کی بیٹی کا ہے۔"

پیارے نبیؐ نے فرمایا:

"اور شوہر آشنا کون؟"

خولہؓ بولیں:

"زمعہ کی بیٹی سودہؓ۔ وہ آپؐ پر ایمان لائی ہیں۔ اور تمام باتیں خوشی خوشی تسلیم کی ہیں۔ مہاجرین حبشہ میں اُنکے شوہر بھی تھے۔ وہاں سے وہ واپس آئے تو اللہ کو پیارے ہو گئے۔"

پیارے نبیؐ نے فرمایا:

"اچھا جاؤ دونوں کے لیئے بات چیت کرو۔"

خولہؓ، سودہؓ کے پاس گئیں۔ بولیں:

"اللہ! اللہ! تمہاری قسمت! کتنی برکتوں کا تم پر سایہ ہے!"

سودہؓ کو بہت تعجب ہوا۔ (بڑی بیتابی سے):

"آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ میں کچھ سمجھ نہیں سکی۔"

خولہؓ بولیں:

"رسولِ خداؐ تم سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔ اِسی کے لیئے بات چیت کرنے آئی ہوں۔"

Marfat.com

سَودہؓ کا چہرہ خوشی سے تمتما اُٹھا۔ بولیں :

"سُبحان اللہ !! ذرا جائیے والد سے بھی تذکرہ کیجئے۔
دیکھیے، وہ کیا کہتے ہیں۔"

خولہؓ سَودہؓ کے والد کے پاس گئیں اور اُن کو یہ مبارک خبر سُنائی۔
والد نے یہ خبر سُنی تو بے اختیار ان کی زبان سے نکلا :

"اس جوڑے کا کیا کہنا !"

پھر خولہؓ اُمّ رُومانؓ کے یہاں گئیں۔ جو عائشہؓ کی والدہ اور ابوبکرؓ کی بیوی تھیں۔ وہاں پہنچتے ہی وہ بولیں :

"زہے نصیب ! یہ برکتوں اور رحمتوں کی بارش ؟ رسولِ خداؐ عائشہؓ سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔"

اُمّ رُومانؓ نے کہا :

"واہ واہ! کتنی مبارک تقریب ہوگی یہ ! ذرا ٹھہرو ابوبکرؓ بھی آجائیں۔"

پھر کچھ ہی دیر میں ابوبکرؓ بھی آگئے۔ اور انہوں نے بڑی خوشی خوشی اس برکت کا خیر مقدم کیا۔

اِس طرح حضرت خولہؓ نے آپؐ کی شادی سَودہؓ اور عائشہؓ سے کرا دی۔ شادی سے ساتھیوں کا تعلق آپؐ سے اور زیادہ استوار ہوگیا۔
دونوں نکاح ہوگئے۔ سَودہؓ رخصت ہوکر آپؐ کے گھر چلی آئیں۔
مگر عائشہؓ ابھی چھوٹی تھیں۔ اس لئے چند سال بعد رخصت ہوئیں۔

Marfat.com

مشرکوں کی زیادتیاں پورے شباب پر تھیں۔ کیونکہ اُبُو طالب کی وفات ہوئی، تو قریش نے عہد کیا تھا:

"محمدؐ کو ہم اس وقت تک ستاتے رہیں گے، جب تک وہ دعوتِ دین سے باز نہ آجائیں۔ یا ہماری تلواریں اُن کے خون سے رنگ نہ جائیں۔ اور ساتھیوں کا بھی ناک میں دَم کیئے رہیں گے، جب تک وہ اسلام سے بیزار نہ ہوجائیں اور پھر آبائی دین کو نہ اپنا لیں۔"

نبوت کا دسواں سال اور جمادی الاُخریٰ یا شوال کا مہینہ تھا۔ محمدؐ جب ان کی سختیوں سے تنگ آگئے اور صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا، تو آپؐ طائف کو روانہ ہوئے۔ اس وقت آپؐ انتہائی بے چین تھے۔ اور پھر اس بے چینی میں تنہائی! مت پوچھو، دل پہ کیا بیتی ہوگی! اور پھر گئے بھی ایسا کہ سَب بے خبر۔ وہاں آپؐ کیوں گئے تھے؟ صرف اس لیئے کہ شاید وہاں والے مدد کریں۔ اور آپؐ اطمینان کا سانس لے سکیں۔

لیکن آپؐ وہاں پہنچے، تو معاملہ برعکس تھا۔ مدد کرنا تو درکنار، انہوں نے اپنے یہاں آپؐ کو ٹھہرانا بھی گوارا نہ کیا۔ پوری ہٹ دھرمی سے نبوت کا انکار کردیا۔ آپؐ کی دعوت کو جُھٹلا دیا۔ اور بڑی بے شرمی سے آپؐ کی طرف سے رُخ پھیر لیا۔ کیونکہ ان کو بھی قریش کی طرح دینِ اسلام سے خطرہ تھا۔ طائف کی آب وہوا اچھی تھی۔ وہاں کی سرزمین بالکل باغِ اِرم تھی۔ انگور اور دوسرے پھلوں کی پیداوار بے انتہا تھی۔ اِس لیئے اشرافِ قریش

Marfat.com

گرمیاں وہیں گزارتے۔ پھر عرب کا مشہور بُت "لات" بھی وہیں تھا۔ جو کعبہ ہی کی طرح زیارت گاہِ خاص و عام تھا۔ ان خصوصیات کی وجہ سے طائف بھی عرب کی بہت خاص اور متبرک بستی تھی۔ ان کو ڈر تھا کہ اگر آپؐ کو امان دے دی، تو سارا قریش دُشمن ہو جائے گا۔ اور پھر طائف کی ساری حیثیت اور مقبولیت خاک میں مل جائے گی۔

اَب آپؐ کو اندیشہ ہوا کہ اگر اہلِ مکہ کو طائف کا ماجرا معلوم ہوگیا، تو وہ اَور زیادہ مذاق اُڑائیں گے اَور ظلم و ستم میں پہلے سے بھی زیادہ بیباک ہو جائیں گے۔ چنانچہ وہاں سے رُخصت ہونے لگے۔ تو ثقیف (طائف کا ایک قبیلہ ہے) کے ایک سردار سے آپؐ نے فرمایا:

"تم لوگوں نے میری بات تو نہیں مانی۔ لیکن کم از کم میرے معاملہ کو پوشیدہ رکھو۔"

لیکن وہ اس پر بھی راضی نہ ہوئے۔ پھر یہی نہیں انھوں نے طائف کے بازاریوں اَور اوباشوں کو بھی اُبھار دیا۔ ان اوباشوں نے پوری بے دردی سے پائے مبارک پر پتھر برسانے شروع کر دیئے۔ یہاں تک کہ جوتیاں خون سے بھر گئیں ......! جب آپؐ زخموں سے نڈھال ہو جاتے اَور پتھر کھاتے کھاتے بے دم ہو جاتے، تو بیٹھ جاتے۔ مگر ظالموں کو اَب بھی ترس نہ آتا۔ وہ ہاتھ پکڑ کر کھڑا کر دیتے اَور جب آپؐ چلنے لگتے تو پھر پتھر برساتے۔ ساتھ ہی گالیاں بھی دیتے اَور تالیاں بھی بجاتے۔ اُف ...... دُنیائے انسانیت کا کتنا عجیب اَور المناک منظر تھا یہ!

وہ ابرِ لُطف جسکے سائے کو گلشن ترستے تھے
یہاں طائف میں اسکے جسم پر پتھر برستے تھے۔

اَے محمدؐ! پیغمبری میں جو جو پریشانیاں اُٹھائیں، دعوت کی راہ میں جو جو سختیاں جھیلیں، ان کے بدلہ میں اللہ آپؐ کا ہو گیا!

Marfat.com

آپؐ چلتے رہے۔ چلتے رہے۔ یہاں تک کہ بستی کے کنارے پہنچ گئے۔ وہاں ایک بہت بڑا باغ تھا۔ جس میں انگور کی بہت سی بیلیں تھیں۔ جگہ جگہ خوشنما خوشے لٹک رہے تھے۔ آپؐ اسی باغ میں داخل ہو گئے۔ اس طرح کہیں جا کر جان چھوٹی!

نگاہیں بے اختیار آسمان کی طرف اُٹھ گئیں۔ آپؐ مولیٰ سے گڑگڑانے اور اپنی بے بسی کی فریاد کرنے لگے، کہ اس کی رحمت کو جوش آئے۔ اور آپؐ کو اپنے دامن میں لے لے۔ زبان مبارک پر یہ الفاظ لرز رہے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِلَیْکَ اشکو ضعف قوتی وَقلۃ حیلتی وَھُوَانی عَلَی النَّاس۔

"خدایا! میں اپنی بے بسی، بے چارگی، اور لوگوں میں بے وقعتی کی فریاد تجھی سے کرتا ہوں۔"

یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔ اَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ وَاَنْتَ رَبِّیْ۔

"اے رحمت کے بادشاہ! تو کمزوروں کا رب ہے۔ تو ہی میرا بھی رب ہے!"

اِلٰی من تکلنی، اِلٰی بعید یتجھمنی، اَو اِلٰی عدوٍّ ملکتہ امری۔

"تو مجھے کس کے حوالہ کر رہا ہے؟ — کیا کسی بیگانے کے؟ — جو مجھے دیکھ کر تیوری چڑھائے — یا کسی دشمن کے؟ جس کو تو نے مجھ پر قابو دے دیا ہو۔"

اِن لم یکن بک عَلَیَّ غضب فلا اُبالی۔

"خدایا! اگر تو مجھ سے ناراض نہیں، تو پھر مجھے کوئی پروا نہیں۔"

وَلکن عَافیتک اوسع لی۔

Marfat.com

"لیکن تیری عافیت میرے لئے زیادہ آرام دہ ہے!"

اَعُوذُ بِنُورِ وَجْهِكَ الَّذِیْ اَشرقت لَهُ الظُّلُمٰتُ وَ صلح عَلَیْهِ اَمرُ الدُّنیا وَالْاٰخِرَۃِ۔

"میں پناہ چاہتا ہوں، تیرے چہرہ کے نور سے، جس سے ساری تاریکیاں کافور ہوگئیں ___ اور جس پر دونوں جہان کا نظام قائم ہے۔"

من ان تنزل بی غضبك او تحل علی سخطك۔

"میں پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ مجھ پر تیرا عتاب ہو۔ یا تو مجھ سے روٹھ جائے۔"

لَكَ العتبی حَتّٰی تَرضیٰ!

"جب تک تو خوش نہ ہو جائے، تجھے منائے جانا ناگزیر ہے۔"

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِكَ۔

"ساری طاقتیں اور ساری تدبیریں تیرے ہی ہاتھ میں ہیں۔"

یہ باغ جس میں آکر آپؐ ٹھہرے تھے، وہ دو آدمیوں کا تھا اور وہ دونوں سگے بھائی تھے۔ ایک کا نام عُتبہ تھا، اور دوسرے کا نام شَیبہ، اور یہ رَبیعہ کے بیٹے تھے۔ دونوں نے اپنی آنکھوں سے ماجرا دیکھا تھا، اور وہ دردناک منظر ان کی نگاہوں میں تھا، جبکہ قوم کے غنڈے آپؐ پر پتھراؤ کر رہے تھے اور آپؐ خون میں نہائے ہوئے ___ بڑی بے کسی اور بیقراری کے عالم میں آگے بڑھ رہے تھے۔ اس وجہ سے دونوں کو بڑا ترس آیا، اور آپؐ کی مظلومی پر ان کا دِل بھر آیا۔ چنانچہ انھوں نے فوراً عیسائی غلام کو آواز دی اور بولے:

"عدّاس! باغ سے انگور کا خوشہ توڑو، اور ایک پلیٹ میں رکھ کر اس غریب کو دے آؤ، کہو، اسے کھالے۔"

عدّاس نے حکم کی تعمیل کی۔ وہ انگور لے کر آپؐ کے پاس آیا اور سامنے

Marfat.com

رکھتے ہوئے بولا:

"اِسے کھا لیجئے"

آپؐ نے بسم اللہ کہتے ہوئے ہاتھ بڑھایا اور کھانے لگے۔ عدّاس ہکا بکا سا ہو گیا۔ حیران ہو کر بولا:

"خدا کی قسم! یہاں تو کبھی کسی زبان سے اس طرح کا فقرہ سُنا نہیں!"

آپؐ نے فرمایا:

"تم کس سرزمین کے ہو اور کس مذہب سے تعلق رکھتے ہو۔ تمہارا نام کیا ہے؟"

عدّاس نے جواب دیا:

"میں نینوا کا رہنے والا، عیسائی مذہب کا پیرو ہوں اور نام میرا عدّاس ہے"

آپؐ نے فرمایا:

"یُونس بن متیٰؑ کی بستی کے؟ وہ تو بہت نیک آدمی تھے"

یہ سُن کر عدّاس کی حیرانی اور بڑھی۔ بڑی بیتابی سے بولا:

"آپؐ کیسے جان گئے، یُونس بن متیٰؑ کیا تھے؟"

آپؐ نے فرمایا:

"یُونس میرے بھائی ہیں۔ وہ بھی نبی تھے۔ میں بھی نبی ہوں"

یہ سُن کر عدّاس بے قابو ہو گیا، اور فوراً اِس نے جھک کر آپؐ کے ہاتھ پیر چومے، اور سر مبارک کو بوسہ دیا۔

عُتبہ اور شَیبہ یہ سب دیکھ رہے تھے اور سخت حیران تھے کہ ماجرا کیا ہے؟ پھر عدّاس لوٹ کر گیا تو وہ بولے:

Marfat.com

”میاں عَدّاس! اس آدمی کے ہاتھ پَیر کیوں چُوم رہے تھے؟“

عَدّاس نے جواب دیا:

”میرے آقا! رُوئے زمین پر اس سے بہتر کوئی آدمی نہیں۔ اس نے ایک ایسی بات بتائی، جس کو بس نبی ہی بتا سکتا ہے!“

یہ سُن کر وہ بولے:

”میاں عَدّاس! اِس کی باتوں میں آکر کہیں اپنا دین مت کھو بیٹھنا۔ تمہارا دین اس کے دین سے بہتر ہے۔“

پیارے نبیؐ ثقیف کی ہدایت سے بالکل مایوس ہو گئے اور ان سے مدد ملنے کی بھی کوئی امید نہ رہی، اس لیئے اَب آپؐ نے طائف کو خیر باد کہا اَور صحرا میں تیز تیز قدم بڑھانے لگے۔ اَب آپؐ کا رُخ مکہ کی طرف تھا۔ وہی مکہ جس کو قوم سے عاجز آکر آپؐ نے الوداع کہا تھا، اور اِس آرزو میں نکلے تھے، کہ اِس کے علاوہ کوئی اَور پناہ گاہ مل جائے، جو یہاں کی مظلومی اَور بے کسی کا بدل بن سکے، لیکن آپؐ کی یہ آرزو بر نہ آئی۔

طائف اَور مکہ کے درمیان ایک مقام ہے نخلہ[۱]۔ چلتے چلتے آپؐ تھک گئے تو وہیں دم لینے کے لیئے ٹھہر گئے۔ پھر جب رات کافی گزر گئی، اَور ہر طرف سناٹا چھا گیا، تو اس پُر سکون تنہائی میں آپؐ نماز کیلئے کھڑے ہو گئے! اَور بڑی شیریں اَور پُر سوز آواز سے قرآن پڑھنے لگے۔ اتفاق سے جنوں کی ایک جماعت کا اِدھر سے گزر ہوا۔ اِس طرح قرآن پڑھنے

۱؎ نخلہ مکہ اور طائف کے بیچ میں ہے۔ مکہ سے ایک دن اور ایک رات کی مسافت ہے۔

Marfat.com

کی آواز ان کے کانوں میں بھی آئی۔ ان کو یہ کلام بہت عجیب معلوم ہوا، اور وہ ٹھہر کر سننے لگے۔ پھر خدا کی توفیق شامل حال ہوئی اور ان کو ہدایت نصیب ہو گئی۔ چنانچہ وہ لوٹ کر اپنی قوم میں آئے اور بولے:

إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ وَلَن نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا ۝ (سورۂ جن ۱:۲)

"ہم نے ایک عجیب قرآن سُنا ہے۔ وہ سیدھا راستہ دکھاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا ساجھی نہیں ٹھہرائیں گے۔"

آپؐ رات کے سناٹے میں قرآن پڑھ رہے تھے اور جنوں کا یہ گروہ بڑی دلچسپی سے سن رہا تھا، اور اثر لے رہا تھا۔ بالآخر وہ ایمان بھی لے آیا۔ اور اپنی قوم کو جا کے ہوشیار بھی کیا۔ لیکن آپؐ بالکل بے خبر رہے۔ یہاں تک کہ اللہ نے خود خبر دی:

وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنصِتُوا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَى قَوْمِهِم مُّنذِرِينَ ۝ (احقاف: ۲۹)

"اور یاد کرو جب ہم نے کچھ جنوں کا رخ تمہاری طرف پھیر دیا کہ وہ قرآن سُن لیں تو جب وہ اس کے پاس پہنچے، تو آپس میں کہنے لگے، چپکے رہو اور کان لگا کر سنو۔ پھر جب قرآن پڑھا جا چکا تو وہ اپنی قوم کو ہوشیار کرنے کے لیئے لوٹے۔"

اِدھر قریش کو طائف کا سارا حال معلوم ہو چکا تھا اور انہیں خبر ہو گئی تھی، کہ آپؐ کو وہاں کس طرح ناکامی ہوئی، اور ثقیف کے اوباشوں نے کس بے دردی سے آپؐ کو تکلیفیں پہنچائیں۔ اِس پر وہ بہت خوش تھے، اور آپؐ کا خوب مذاق اُڑا رہے تھے۔ نیز انہوں نے

Marfat.com

باہم قسمیں کھائیں :

"اگر محمدؐ پھر لوٹ کر مکہ آیا، تو جب تک اس کو مار نہ لیں گے، چین سے نہ بیٹھیں گے۔"

کیونکہ ان کا خیال تھا کہ ثقیف کی ناکامی آپؐ کے حوصلے پست کر دے گی اور سارے جوش و جذبہ کو سرد کر دے گی پھر آپؐ پر قابو پانا آسان ہوگا، اور موت کے گھاٹ اُتارنا بائیں ہاتھ کا کھیل ہوگا۔

قریش کی یہ سازشیں تھیں لیکن آپؐ بالکل بے خبر تھے۔ چنانچہ آپؐ نخلہ سے مکہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ مگر حُسنِ اتفاق! حِراء نامی ایک مقام پر پہنچے تو قریش کے کچھ لوگ مل گئے۔ اِس طرح آپؐ کو سب معلوم ہوگیا کہ قریش کے کیا کیا ارادے اور منصوبے ہیں؟ پھر آپؐ نے انہی میں سے ایک سے فرمایا:

"کیا قریش کو میرا ایک پیغام پہنچا سکتے ہو؟"

آدمی نے کہا:

"جی ہاں، ضرور۔"

آپؐ نے فرمایا:

"شریق کے بیٹے اُخنس کے پاس جاؤ، اور ان سے کہو کہ محمدؐ نے پوچھا ہے کیا آپ مجھے پناہ دے سکتے ہیں؟ کہ میں لوگوں تک رَبّ کا پیغام پہنچا سکوں۔"

وہ جاکر اُخنس سے ملا اور آپؐ کا پیغام سُنایا۔ اُخنس نے کہا:

"میں تو قریش کا حلیف ہوں۔ ان سے میرا معاہدہ ہے بھلا ان کے خلاف میں کیسے پناہ دے سکتا ہوں؟"

وہ لوٹ کر آپؐ کے پاس آیا، اور اُخنس سے جو بات ہوئی تھی آپؐ سے دُہرا دی۔

Marfat.com

آپؐ نے فرمایا:

"کیا دوبارہ زحمت کرو گے؟"

آدمی نے کہا:

"جی ہاں!"

آپؐ نے فرمایا:

"ذرا عمرو کے بیٹے سہیل کے پاس چلے جاؤ اور ان سے بھی یہی پوچھو کہ کیا محمدؐ کو امان دے سکتے ہو کہ وہ آزادی سے رب کا پیغام پہنچا سکے؟"

وہ پیغام لے کر سہیل کے پاس پہنچا، تو سہیل نے جواب دیا:

"قبیلہ عامر بن لؤی آلِ کعب کے خلاف امان نہیں دے سکتا۔"

وہ آدمی پھر لوٹ کر حراء آیا اور سہیل نے جو کچھ کہا تھا آپؐ کو بتا دیا۔

آپؐ نے فرمایا:

"اچھا، ایک بار پھر زحمت اُٹھاؤ گے؟"

آدمی نے کہا:

"جی ہاں، فرمائیے!"

آپؐ نے فرمایا:

"اِس بار عدی کے بیٹے مطعم کے پاس جاؤ اور ان سے یہی درخواست کرو۔"

چنانچہ وہ مطعم[1] کے پاس گیا اور پوچھا:

"کیا آپ محمدؐ کو امان دیں گے؟"

---

[1] مطعم نے غزوۂ بدر سے پہلے وفات پائی۔ اس وقت تک وہ اسلام نہیں لایا تھا۔

Marfat.com

مُطعم نے جواب دیا:

"ہاں، وہ ضرور آئیں۔"

پھر صبح ہوئی تو مُطعم خود تیار ہُوا۔ اور بیٹوں، بھتیجوں کو بھی تیاری کا حکم دیا کہ مکہ میں داخل ہوتے وقت اگر کوئی چھیڑ چھاڑ کرے، تو وہ آپ کی حمایت کر سکے چنانچہ سب نے جنگی لباس تبدیل کر لیئے۔ کمر سے تلواریں لٹکالیں، ہاتھوں میں برچھیاں لے لیں اور کعبہ کی طرف بڑھے۔ اس وقت قریش وہاں موجود تھے ابوجہل بھی وہیں موجود تھا۔ دیکھتے ہی وہ بولا:

"کیوں مُطعم! امان دی ہے یا ایمان لے آئے؟"

مُطعم نے کہا:

"امان دی ہے۔"

ابوجہل بولا:

"جس کو تم نے امان دی، اس کو ہم نے بھی امان دی۔"

اِس طرح رسولِ خُدا مکہ میں داخل ہوئے اور چونکہ مُطعم امان دے چکا تھا۔ کوئی کچھ نہ بولا:

آپ طواف کی غرض سے سیدھے کعبہ گئے۔ اس وقت قریش بھی وہیں جلسہ جمائے بیٹھے تھے۔ اِن میں کچھ ہاشمی بھی موجود تھے۔ ابُوجہل نے آپ کو دیکھا تو ان پر یہ فقرہ چست کیا:

"آلِ مناف! تمہارا نبیؐ ہے یہ!"

رُبیعہ کا بیٹا عتبہ بھی وہیں موجود تھا۔ یہ بھی ہاشمی تھا اور ابھی تک قریش ہی کے مذہب پر تھا۔ جھٹ بولا:

"اگر ہم میں کوئی نبی ہو جائے، یا کسی کو بادشاہت مل جائے، تو اس میں جلنے کی کیا بات ہے؟"

آپ نے یہ باتیں سُنیں، تو قریب آئے اور فرمایا:

Marfat.com

"تعجب ہے عتبہ! خُدا اور رسول کے لیئے تو غیرت نہ آئی پر اپنے لیئے آ گئی"

پھر ابُو جہل سے فرمایا:

"سُن لو ابُو جہل! وہ وقت آ رہا ہے، ہاں بہت تیزی سے آ رہا ہے، جب ساری ہنسی غائب ہو جائے گی اور تم خون کے آنسو روؤ گے"

پھر اوروں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا:

"قریش کے سردارو! تم بھی سُن لو۔ کان کھول کر سُن لو۔ وہ دن دُور نہیں جب تم چارو ناچار بہت ہی ہولناک انجام سے دو چار ہو گے"

اِن باتوں سے قریش کتنا تلملائے ہوں گے؟ اِس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ لیکن مطعم آپؐ کو پناہ دے چکا تھا، اِس لیئے وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ گئے۔

اَب قریش سے آپؐ کی توجہ ہٹ گئی، اور آپؐ نے دوسرے قبیلوں کا رُخ کیا۔ ان کے گھروں پر گئے۔ ان کی چوپالوں میں گئے۔ انکی بستیوں اور بازاروں میں گئے۔ جا جا کر انہیں اللہ کی طرف بلایا، اپنے نبی ہونے کا یقین دلایا۔ ایمان لانے اور پیروی کرنے پر اکسایا، مدد کرنے اور ساتھ دینے پر اُبھارا، تاکہ آپؐ اللہ کا پیغام پہنچا سکیں اور گمراہ انسانوں کو سیدھی راہ پر لگا سکیں۔

Marfat.com

پیارے نبیؐ کی ایک چچیری بہن تھیں، ہند۔ یہ ابوطالب کی بیٹی تھیں اور لوگوں میں اُمِّ ہانی کے نام سے مشہور تھیں۔ نبوت کا دسواں سال اور رجب کا مہینہ تھا۔ ایک رات آپؐ انھی کے گھر سوئے۔ حسبِ معمول طلوعِ فجر سے پہلے آنکھ کھُل گئی۔ آپؐ اسی وقت اُٹھ گئے۔ ساتھ ہی وہ بھی اُٹھ گئیں۔ آپؐ نے وضو کیا۔ نماز ادا کی، پھر ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

"اُمِّ ہانی! عشاء کی نماز مَیں نے یہیں پڑھی تھی، تمہارے ساتھ۔ تم نے تو دیکھا ہی تھا۔ پھر مَیں بیتُ المقدس گیا۔ وہاں نماز پڑھی۔ پھر اس وقت کی نماز تمہارے ساتھ پڑھی۔"

اُمِ ہانی یہ سُن کر حیرت کی تصویر بن گئیں کہ عشاء کی نماز آپؐ نے ہمارے گھر پڑھی۔ پھر درمیانِ شب بیتُ المقدس میں پڑھی! پھر اس وقت کی ہمارے ساتھ پڑھی۔ آخر یہ کیونکر ہوا؟

چنانچہ وہ آپؐ کے پاس آکر بیٹھ گئیں اور بولیں:

"ذرا تفصیل سے بتائیے، کیا کیا ہوا؟ اور کیسے ہوا؟"

آپؐ نے فرمایا:

"اُمِ ہانی! میں سو رہا تھا کہ یکایک محسوس ہوا، جیسے کوئی جگا رہا ہے۔ چنانچہ میری آنکھ کھُل گئی۔ اب جو دیکھا تو چھت شق تھی اور حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس تھے، اور یہ بالکل پہلا اتفاق تھا۔ اس سے پہلے تو وہ کبھی اِسطرح

Marfat.com

آئے نہیں۔ وہ جب کبھی آتے تو سامنے سے آتے۔ غرض
آتے ہی انہوں نے ہاتھ پکڑا، اور مجھ کو لے کر کعبہ کی حطیم کے
پاس آئے۔ پھر وہاں لٹا کر میرا سینہ چاک کیا اور سونے کی
ایک پلیٹ جو ایمان و حکمت سے لبریز تھی۔ میرے سینہ میں
انڈیل دی۔ پھر سینہ بند کر دیا۔ اس کے بعد ایک بہت سفید
جانور آیا، جو خچر سے ذرا چھوٹا اور گدھے سے کچھ بڑا تھا۔
اس پر ہم دونوں سوار ہو گئے اور چشم زدن میں بیت المقدس
پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر میں نے نماز پڑھی۔ میرے پیچھے
سارے نبیوں نے بھی پڑھی۔"

اُمِ ہانی بڑے غور سے یہ عجیب وغریب واقعہ سنتی رہیں اور اس
وقت جہاں انہیں آپ کی عظمت کا احساس ہوا۔ وہیں کچھ خطرہ کا بھی
اندیشہ ہوا، بولیں:

"میرے بھائی! یہ کسی اور سے نہ بیان کیجئے گا۔ ورنہ
جو ایمان لائے ہیں وہ بھی کانوں پر ہاتھ دھر لیں گے۔"

آپ نے فرمایا:

"نہیں نہیں۔ میں تو قریش سے بھی بیان کروں گا۔"

وہ بولیں:

"میرے بھائی! قسم دے کر کہتی ہوں، قریش سے آپ
بالکل نہ بیان کیجئے ورنہ وہ فوراً جھٹلا دیں گے اور اُلٹا
نقصان پہنچائیں گے۔"

آپ نے فرمایا:

"نہیں نہیں، میں تو ان سے بھی بیان کر کے رہوں گا۔"

پھر آپ اُٹھ کر قریش کی مجلسوں میں جانے لگے۔ اس وقت اُمِ

Marfat.com

ہانی سے اَور کچھ تو بن نہ پڑا۔ ہاں اپنی ایک لونڈی کو بھی آپؐ کیساتھ کر دیا، کہ جاکر دیکھے اَور جو کچھ ہو آکر اس کی اطلاع دے۔

آپؐ سیدھے کعبہ پہنچے، دیکھا تو قریش کے کچھ لوگ وہاں بیٹھے ہوئے تھے، جاکر آپؐ بھی ان کے پاس بیٹھ گئے، کہ جو کچھ دیکھا تھا، ان سے بیان کریں۔ لیکن پھر سوچا، تو کچھ تردّد ہوا، اَور آپؐ ایک گہری سوچ میں ڈوب گئے:

"یہ واقعہ بیان کروں گا، تو اِس کا انجام کیا ہوگا؟ کیا لوگ میری باتیں مان لیں گے؟ یا مجھے جُھٹلا دیں گے؟ اَور کیا میں انہیں پورا واقعہ سُنا دوں؟ کیا ان سے کہوں کہ مَیں رات بیتُ المقدس گیا تھا، اَور کیا یہ بھی بتا دوں کہ وہاں سے پھر آسمانی بادشاہت کی سَیر کرنے گیا تھا! یا صرف اتنا ہی بتاؤں جتنا اُمّ ہانی کو بتایا ہے!"

بہت دیر ہوگئی، لیکن آپؐ یوُں ہی بیٹھے رہے۔ اس وقت آپؐ پر دو قِسم کی کیفیات طاری تھیں:

ایک طرف تو آپؐ بہت ہشاش بشاش تھے۔ چہرۂ مبارک خوشی سے دمک رہا تھا، کہ میرے رَب نے مجھے کیسی کیسی نعمتوں سے نوازا ہے اَور میری کتنی عزت افزائی کی ہے! ایک ہی رات میں خانہ کعبہ سے بیتُ المقدس کی سَیر کرائی پھر وہاں سے بلند آسمانوں کی معراج بھی۔ جہاں کہ عرشِ الٰہی ہے اَور جہاں خُدا کی بادشاہت ہے۔ دوسری طرف اندیشوں کا ایک طوفان تھا جو اُمڈا آرہا تھا۔ رہ رہ کر خیال آتا:

"قریش کو جب یہ سناؤں گا، تو وہ میرا مذاق اُڑائیں گے۔ مجھ کو جھوٹا سمجھیں گے۔ حالانکہ میں تو چاہتا ہوں کہ پروردگار کی جس عظمت کا خود مشاہدہ کیا ہے، اسے ان سے بھی بیان کروں اَور

خدا کی جن نشانیوں کو میری آنکھوں نے دیکھا ہے، ان سے ان کو بھی آگاہ کروں۔"

اِس خیال سے آپؐ کے اندر بڑی بے چینی تھی۔ چنانچہ آپؐ سر جھکائے چُپ چاپ بیٹھے رہے۔ حالانکہ کعبہ میں اس طرح آپؐ کبھی نہ بیٹھتے تھے۔ اَوروں نے بھی دیکھا کہ آپؐ عادت کے خلاف چُپ چُپ سے بیٹھے ہیں۔ ابُوجہل بھی وہیں تھا اور عدی کا بیٹا مُطعم بھی۔ ابُوجہل نے چہرہ اترا ہوا دیکھا تو اُٹھ کر قریب آیا، اور بولا:

"محمدؐ! کیا ہوا؟ آج کوئی نئی بات تو نہیں!"

اَب آپؐ کو اپنی بات کہنے کا موقع مل گیا۔ فرمایا:

"ہاں، آج رات مجھے سیر کرائی گئی ہے۔"

ابُوجہل نے کہا:

"کہاں تک؟"

پیارے نبیؐ بولے:

"بیتُ المقدس تک!"

ابُوجہل کی ہنسی پھوٹی پڑ رہی تھی اور قریب تھا کہ وہ زور کا قہقہہ لگاتا، لیکن اس نے ضبط سے کام لیا۔ کیونکہ یہ بات، آپؐ کو ناکام کرنے اور لوگوں کی نظروں میں آپؐ کی باتوں کو مشتبہ بنانے کے لیئے ایک کامیاب ہتھیار بن سکتی تھی۔

اس نے آپؐ کا اور حوصلہ بڑھایا۔ بولا:

"اچھا، اگر اَوروں کو بھی بُلا لوں تو کیا ان سے بھی یہ باتیں بیان کر دوگے؟"

آپؐ نے فرمایا:

"ہاں۔"

Marfat.com

ہاں سُننا تھا کہ ابوجہل نے زور سے آواز لگائی:

"اَے آلِ کعبؑ بن لوی!"

فضاء کو چیرتی ہوئی یہ آواز کانوں سے ٹکرائی، اور آناً فاناً سارے لوگ اکٹھا ہو گئے:

"اَبُوالحکم! کیا بات ہے، کیا بات ہے؟"

اَب اس نے آپؐ کی طرف اشارہ کیا کہ:

"جو ابھی سُنایا ہے، ذرا لوگوں کو بھی سُنا دو۔"

آپؐ نے فرمایا:

"آج رات بُراق نامی ایک جانور آیا۔ اس پر بیٹھ کر مَیں نے بیتُ المقدس کی سَیر کی، وہاں پہنچا تو نبیوں کی جماعت آئی۔ ان میں ابراہیمؑ بھی تھے۔ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ بھی تھے۔ میں نے ان سب کی امامت بھی کی۔"

یہ سُن کر اکثر بے قابو ہو گئے، اَور ایک زور کا قہقہہ بلند ہوا۔ اَبُوجہل بولا (تمسخر کے انداز میں):

"اچھا سارے نبی زندہ کر کے تمہارے پاس لائے گئے تھے؟ ذرا ان کا حلیہ تو بیان کرو۔"

آپؐ نے فرمایا:

"عیسیٰؑ نہ تو پستہ قد ہیں، اَور نہ زیادہ لانبے۔ سینہ چوڑا ہے۔ جسم سے خون ٹپکا پڑتا ہے۔ سَر کے بال سُرخی مائل ہیں۔ موسیٰؑ کا جسم بھاری بھر کم اَور سانولا ہے اور قد لانبا ہے، اَور خُدا کی قسم ابراہیمؑ سَب سے زیادہ مجھ سے مشابہ ہیں۔ صُورت میں بھی، سیرت میں بھی۔"

سب نے دانتوں تلے انگلیاں دبالیں کہ محمدؐ یہ کیا کہہ رہے ہیں!

Marfat.com

کیا یہ واقعی سچ ہے، یا جھوٹ اور من گھڑت ہے۔

اِس طرح کچھ دِلوں پہ تو آپؐ کی عظمت اور بڑائی کا سکہ بیٹھ گیا۔ کچھ لوگوں کی عقلیں حیران اور ذہن پریشان ہو گئے۔ کچھ لوگ آپؐ کو جھٹلانے اور مذاق اُڑانے میں لگ گئے، اور کچھ لوگ آپؐ کے عزیز دوست ابُوبکرؓ کے گھر پہنچے کہ ان کو بھی یہ عجیب و غریب خبر سُناویں! بولے:

"ابوبکرؓ! ذرا اپنے جنابؐ کی تو سنو۔ کہتے ہیں کہ آج رات مجھ کو بیتُ المقدس کی سیر کرائی گئی ہے۔"

ابوبکرؓ نے فرمایا:

"کیا انہوں نے کہا ہے؟"

وہ بولے:

"جی ہاں۔"

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا:

"اگر انہوں نے کہا ہے، تو یقیناً سچ کہا ہے۔"

وہ بولے:

"یہ بھی کوئی یقین میں آنے والی بات ہے! وہ بیتُ المقدس گئے، اور صبح سے پہلے ہی لوٹ آئے؟"

انہوں نے فرمایا:

"بے شک۔ یہی کیا؟ مجھے تو اس سے بھی زیادہ عجیب عجیب باتوں پر یقین ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رات یا دن کا کوئی بھی وقت ہو، آسمان سے میرے پاس ذرا سی دیر میں خبریں آ جاتی ہیں اور مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں۔ بتاؤ، یہ کتنی عجیب بات ہے؟"

پھر ابوبکرؓ پیارے نبیؐ کے پاس آئے۔ اس وقت آپؐ کعبہ میں تھے

Marfat.com

اور مشرکین آپؐ سے کہہ رہے تھے:

"محمدؐ! اب تک تو ہمیں کچھ شبہ تھا۔ لیکن آج پتہ چل گیا کہ تم واقعی جھوٹے ہو اپنی طرف سے گھڑ گھڑ کے ہر بات کہتے ہو ہم اگر تو اونٹوں پر جاتے ہیں، تو ایک مہینہ پہنچنے میں لگتا ہے، اور ایک مہینہ واپسی میں اور تم کہتے ہو کہ ایک ہی رات میں گئے بھی، اور واپس بھی آ گئے؟ لات و عزیٰ کی قسم! ہم کبھی نہیں مان سکتے۔ یہ تو جھوٹ ہے بالکل جھوٹ۔"

ابوبکرؓ بول اُٹھے:

"محمدؐ جھوٹ نہیں بولتے۔ یقیناً آپؐ سچ کہہ رہے ہیں۔"

مُطعم بولا:

"محمدؐ! ذرا بیتُ المقدس کا نقشہ تو بیان کرو۔"

ابُوبکرؓ سمجھ گئے کہ مُطعم آپؐ کو زچ کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ اِن کی خواہش ہوئی کہ آپؐ بیان کر دیں، تاکہ آپؐ کا سچا ہونا ثابت ہو جائے۔ عرض کیا:

"اللہ کے رسولؐ! بیان کر دیجئے۔ میں تو وہاں جا چکا ہوں۔"

آپؐ بے تکلف وہاں کا نقشہ بیان کرنے لگے۔ حالانکہ اس سے پہلے آپؐ وہاں کبھی نہ گئے تھے۔ وہاں جتنے نشانات اور جتنی علامتیں تھیں، آپؐ نے سب بیان کر دیں، آپؐ بیان کر رہے تھے اور لوگ چپ چاپ حیرت کی تصویر بنے سُن رہے تھے۔

لیکن ابھی بات ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ ان کی ہٹ دھرمی پھر جاگ اُٹھی اور وہ شک کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے بولے:

"ضرور کسی نے تم کو یہ سب بتلا دیا ہے۔ کوئی اور روشن دلیل لاؤ۔"

Marfat.com

اَب آپؐ راستے میں جن جن چیزوں سے گزرے تھے، ان کو بیان کرنے لگے۔ فرمایا:

"فلاں فلاں قافلے سے میری ملاقات ہوئی۔ فلاں فلاں بستیوں سے میں گزرا۔ فلاں فلاں اُونٹنیاں مَیں نے دیکھیں۔ اتنے قافلے عنقریب ہی پہنچنے والے ہیں اَور اتنے ابھی کچھ فاصلہ پر ہیں۔ پھر ان قافلوں کے ساتھ یہ یہ سامان ہیں اور ان کے جانور ایسے ایسے ہیں"

مشرکوں نے کہا:

"تمہاری باتوں پر یُونہی کیسے یقین آجائے گا۔ ذرا ٹھہرو قافلوں کو آ لینے دو۔ ان سے بھی پوچھ لیں کہ وہ اس رات کہاں تھے؟ اور جو جو علامتیں تم بتا رہے ہو، ذرا اپنی آنکھوں سے بھی ہم دیکھ لیں"

اِسی وقت اَبُوبکرؓ بول اُٹھے:

"اللہ کے رسولؐ! آپؐ نے سچ فرمایا، سچ فرمایا:

اَب آپؐ نے سَر جُھکا لیا، اَور کچھ دیر یُونہی رہے۔ پھر سَر مبارک اُٹھایا، اَور ابوبکرؓ کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا:

"اَبُوبکرؓ! اللہ نے تم کو "صدیق" کا خطاب دیا ہے"

پھر مجلس برخاست ہوگئی اَور لوگ اِدھر اُدھر پھیل گئے۔ لیکن اَب جہاں دیکھیے یہی چرچا تھا۔ اَور جدھر دیکھیے، اس کا تذکرہ تھا۔ اَب جہاں دو آدمی ملتے اِس طرح کی باتیں کرتے۔

کیا یہ واقعہ صحیح ہے؟ کیا عقل یہ باور کرتی ہے؟ کیا اتنی دیر میں اتنے دُور کی سَیر ممکن ہے؟ کیا خبر، محمدؐ نے جھُوٹ کا پل باندھا ہو!

ابھی چند دن بھی نہ گزرے تھے اَور ہر طرف اِس قِسم کی چہ میگوئیاں ہو

Marfat.com

ہی رہی تھیں کہ وہ قافلے آپہنچے۔ دیکھا گیا، تو سامان وہی تھے، جو آپؐ نے بتائے تھے اور جانور بھی بالکل ویسے ہی تھے۔

تو کیا مشرکوں نے اب آپؐ کے سامنے سر جھکا دیا؟ نہیں۔ اُن کی ہٹ دھرمی کو اور جوش آگیا۔ وہ بولے:

"مُغیرہؓ کے بیٹے وَلید نے کہا تھا کہ محمدؐ جادوگر ہے۔ اس نے کوئی غلط تھوڑی کہا تھا۔ دیکھو، ان باتوں سے اسکی تائید ہوتی ہے۔ واقعی سچی بات کہی تھی اس نے!"

مشرکوں کی مجلس برخاست ہوگئی تو پیارے نبیؐ مخلص ساتھیوں میں بیٹھے، اور اللہ نے جن جن بڑی نعمتوں سے آپؐ کو نوازا تھا، ان کا تذکرہ کرنے لگے۔ آپؐ نے بیتُ المقدس سے آسمان پر جانے کا حال سُنایا۔ وہاں قدرت کے جو جو جلوے دیکھے تھے، ان کو بیان فرمایا۔ آپؐ نے بتایا، کہ اس طرح حضرت جبرائیل مجھے پہلے آسمان پر لے گئے۔ وہاں انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السّلام مِلے۔ حال یہ تھا کہ جب دائیں دیکھتے تو کِھل اُٹھتے اور ہنسنے لگتے۔ اور بائیں طرف دیکھتے تو مارے غم کے آنسو بھر لاتے، کیونکہ دائیں طرف نیک اولاد کے اعمال تھے اور بائیں طرف بد کے۔ حضرت آدمؑ نے آپؐ کو دیکھا تو بولے:

"خوش آمدید اے نیک نبی! اے نیک فرزند!"

آپؐ نے پوچھا:

"جبریلؑ! یہ کون ہیں؟"

انہوں نے جواب دیا:

"یہ آدمؑ ہیں، سارے انسانوں کے باپ!"

پھر آپؐ کو وہ دوسرے آسمان پر لے گئے، پھر تیسرے پر، اسی طرح وہ آگے بڑھتے رہے اور ہر آسمان پر یہ دلنواز فقرے کانوں میں گونجتے

Marfat.com

رہے:

"خوش آمدید اے نیک نبیؐ ! اے نیک بھائی !"

یہاں تک کہ آپؐ ساتویں آسمان پر پہنچ گئے۔ وہاں حضرت ابراہیمؑ ملے۔ دیکھتے ہی وہ بولے:

"خوش آمدید اے نیک نبیؐ ! اے نیک فرزند !"

پھر آگے بڑھے، اور آگے، اور آگے۔ راہ میں جمال کے بھی جلوے دیکھے اور جلال کے بھی۔ ہزاروں فرشتے بھی نظر آئے۔ جو سجدہ و تسبیح میں مصروف تھے۔ بڑھتے بڑھتے آپؐ عرش الٰہی کے قریب پہنچ گئے۔ وہاں آپؐ پر اور امّت پر پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔ پھر واپس ہوئے تو حضرت موسیٰؑ کے یہاں سے آپؐ کا گزر ہوا، دیکھتے ہی انھوں نے پوچھا:

"کہئے، کیا فرض ہوا اُمّت پر؟"

آپؐ نے فرمایا:

"پچاس نمازیں۔"

مُوسیٰؑ نے فرمایا:

"لوٹ کر جائیے اور رب سے کمی کی درخواست کیجئے

چنانچہ آپؐ گئے اور کمی کی درخواست کی اِس طرح اللہ تعالیٰ نے آدھی نمازیں کم کر دیں۔"

واپسی میں پھر حضرت موسیٰؑ سے آپؐ کی ملاقات ہوئی، انھوں نے سُنا تو فرمایا:

"پھر جائیے اور کمی کی درخواست کیجئے، اتنی نمازیں بھی اُمّت پر گراں ہوں گی۔"

آپؐ پھر لوٹ کر گئے، اور کمی کی درخواست کی، اللہ نے درخواست قبول کی اور کچھ نمازیں پھر کم کر دیں۔ موسیٰؑ کو معلوم ہوا، تو فرمایا:

Marfat.com

"ایک بار اور جائیے اور مزید کمی کی درخواست کیجئے۔"

آپؐ پھر تشریف لے گئے تو اللہ نے اس بار پانچ نمازیں کر دیں اور فرمایا:

"یہ پانچ نمازیں ہیں لیکن ثواب ان کا پچاس کا ہے، میرے فیصلے بدلا نہیں کرتے۔"

پوری رات گزر گئی، اور مخلص ساتھی بیٹھے رہے۔ آپؐ نے آسمان پر جو جو مناظر دیکھے تھے اور خدا کی قدرت کے جو جو جلوے نظر آئے تھے پوری دلچسپی سے بیان فرما رہے تھے اور ساتھی مزے لے لے کر سن رہے تھے۔ آپؐ نے جنت میں جو کچھ دیکھا تھا، وہ بھی بیان فرمایا اور نیک ساتھیوں کو مژدہ بھی سنایا، کہ:

"جنت میں یہ یہ نعمتیں ہیں، جو تمہارے انتظار میں ہیں۔"

Marfat.com

محمدِ عربی
صلی اللہ علیہ وسلم

اور ــــــ "کارواں" بنتا گیا!

Marfat.com

واقعۂ معراج اور کمزور انسان۔
رسولِ خدا کی قافلوں سے ملاقات۔
چند سعید رُوحیں اسلام کی روشنی میں۔
عیسائیوں کا ایک وفد اور اس کا تاثر۔
قبائل میں آپؐ کا دورہ۔
اوس و خزرج کی خانہ جنگی۔
اسلام کی کرنیں قبیلۂ خزرج میں۔
بیعت عقبۂ اولیٰ۔
مدینہ میں ماہِ اسلام کی تابانی۔
چچا عباس کی تقریر۔
اہلِ مدینہ کا جوش و ولولہ۔
بیعت عقبۂ ثانیہ۔
مشرکین کی بوکھلاہٹ۔
مدینہ میں نئی زندگی کی صبح۔

Marfat.com

اِدۡفَعۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ فَاِذَا الَّذِیۡ بَیۡنَكَ وَبَیۡنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیۡمٌ ۝ (حٰمٓ السجدہ ۳۴)

"برائی کو نیک برتاؤ سے ٹال دیا کیجیے، پھر یکایک آپ میں اور جس شخص میں عداوت تھی، وہ ایسا ہو جائے گا جیسے کوئی دلی دوست۔"

ظلمتوں کے طوفان میں کیا کرنا چاہیئے؟ دشمنوں سے کیسا برتاؤ ہونا چاہیئے اور بیزار دلوں میں اسلام کو کیسے بسانا چاہیئے؟ یہ آیت ان ہی سوالات کا جواب ہے۔ خدائے دانا نے فرمایا:

"اے نبیؐ! ایسے نازک وقت میں آپؐ کو بہت ہی ہوشیاری اور حکمت سے کام کرنا ہے۔ دشمنوں سے بات کیجیے، تو بہت ہی میٹھے انداز میں۔ اعتراضات کے جواب دیجیے تو بہت ہی سنجیدہ لہجہ میں۔ کچھ سمجھائیے تو انتہائی پیار و محبت کے پیرایہ میں، اور اگر وہ ظلم و ستم کے پہاڑ توڑیں تو صبر کیجیے، کیونکہ جو صبر کرتا ہے، اللہ اس کی مدد کرتا ہے۔"

معراج کا حیرت ناک واقعہ ایسا نہ تھا کہ اسے لوگ سنتے اور بھول جاتے کہ یہ دراصل مومنین کے لیئے ایک عظیم خوشخبری تھی اور مشرکین کے لیئے نہایت زبردست خطرے کی گھنٹی! یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد انھوں نے آپؐ کے خلاف کھلا ہوا اعلانِ جنگ کر دیا، اور طے کر لیا کہ کسی کے ساتھ ذرا بھی رو رعایت نہیں کریں گے۔ مسلمانوں سے ہمیشہ لڑتے رہیں گے اور انھیں گھیر گھیر کر ستاتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ وہ گھبرا کر محمدؐ کا

Marfat.com

ساتھ چھوڑ دیں اور اُن کی دعوت اور تعلیمات سے بیزار ہو جائیں۔

رسولِ خدا ساری اذیتیں جھیلتے رہے، اور ان کے لئے سراپا خیر و رحمت بنے رہے۔ عرب میں تین بہت مشہور بازار تھے۔ بازار عکاظ، بازار مجنہؔ، بازار ذی مجاز۔ حاجی ہر سال مکہ جانے سے پہلے ان بازاروں میں جاتے۔ آپؐ بھی وہاں تشریف لے جاتے اور ان سے ملاقاتیں کرتے۔ منیٰ اور عقبہ جاتے ہوئے بھی حاجیوں کے قافلے جس جگہ ٹھہرتے آپؐ وہاں جاکر ان سے ملتے اور ان کو دین کی دعوت دیتے اور قرآن کی وہ آیتیں سُناتے۔ جن میں شرک کے انجام بد کے ڈراوے اور ایمان کے حسنِ انجام کے وعدے ہوتے، پھر آپؐ ان سے مدد کے لئے کہتے آپؐ کی خواہش تھی کہ قریش کی بدسلوکیوں سے نجات مل جائے تاکہ آپؐ آزاد ہو کر دین کی دعوت دے سکیں اور رب کا بھیجا ہوا پیغام پہنچا سکیں۔

لیکن آپؐ اسی طرح دعوت دیتے اور لوگوں کو دین کی طرف بلاتے رہیں، یہ قریش کو کب گوارا تھا؟ جاں نثاروں کی تعداد بڑھے اور مددگاروں میں اضافہ ہو، یہ انہیں کب برداشت تھا؟ چنانچہ آپؐ کہیں جاتے تو ابُو لہبؔ یا دوسرے غنڈے بھی پیچھے ہو لیتے اور کسی کو دعوت دیتے، تو یہ فوراً تردید کرتے اور ہونٹ چباتے ہوئے کہتے:

"بھائیو! یہ تو جھوٹا ہے، جادوگر ہے۔ خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔ دیکھو، اس کی باتوں میں ہرگز نہ آنا۔ اس کی ایک نہ سُننا"

چنانچہ قافلے والوں نے کانوں پر ہاتھ دھر لیئے۔ بُرا بھلا کہا، اور پھرے پھیر لیئے۔ سینکڑوں انسانوں میں بس چند ہی ایسے تھے، جنہوں نے آپؐ کی باتیں سنیں اور تسلیم کیں۔ انہی خوش نصیبوں میں طفیل دوسی رضؓ بھی تھے۔ یہ بہت اُونچے گھرانہ کے شاعر تھے۔ عقل و خرد سے بھی بہرہ ور تھے۔

Marfat.com

حج کی غرض سے کعبہ آئے تو قریش نے کان بھر دیئے اور آپؐ سے دور رہنے کی تاکید کی، ان کو قریش کی باتوں پر یقین آگیا اور طواف کرنے چلے، تو کان بند کر لیئے کہ مبادا آپؐ کی کوئی بات سُن لیں۔ وہاں آئے تو آپؐ نماز پڑھ رہے تھے۔ طواف کے دوران پاس سے گزر ہوتا تو کانوں میں کوئی نہ کوئی آیت پڑ ہی جاتی۔ غور کیا، تو وہ آیتیں بہت بھلی لگیں۔ دل میں سوچا:

"اُف، میری نادانی!! میں تو ایک نامور شاعر ہوں۔ عقل و ہوش سے مالا مال ہوں۔ خوب و ناخوب میں خوب تمیز کر سکتا ہوں۔ پھر اس کی باتیں نہ سننے کے کیا معنی، اچھی ہوئیں تو بہتر ہے ورنہ ٹھکرا دوں گا!"

چنانچہ آپؐ گھر آنے لگے تو وہ بھی ساتھ ہو لیئے اور انہوں نے آپؐ کو اپنی پوری داستان سُنائی۔ پھر آپؐ نے قرآن سنایا۔ قرآن سُننا تھا کہ دِل پگھل گیا اور انہیں ایک قسم کی ٹھنڈک اور راحت محسوس ہوئی۔ پھر آپؐ نے اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے بڑی جرأت مندی اور حق پسندی کا ثبوت دیا۔ فوراً دعوت پر لبیک کہا، اور عرض کیا:

"اللہ کے رسولؐ! قبیلہ کا دل میرے ہاتھ میں ہے۔ ہر ایک مجھ پر جان دیتا ہے، اور کوئی بات کہوں، تو اسے ماننا اپنے لیئے فخر سمجھتا ہے، جاتا ہوں، میں ان کو بھی اسلام کی دعوت دوں گا۔"

چنانچہ وہ لوٹ کر گھر آئے اور گھر والوں کو اسلام کی دعوت دی۔ سب کو ان پر اطمینان تھا ہی۔ وہ لوگ فوراً تیار ہو گئے اور اسلام لے آئے بعد میں قوم بھی مسلمان ہو گئی۔

سارے عرب میں آپؐ کا چرچا ہو گیا۔ عیسائیوں کو معلوم ہوا، تو انہوں

Marfat.com

نے آپؐ کے پاس چھان بین کے لیئے ایک وفد بھیجا۔ آپؐ نے انکو قرآن کی چند آیتیں سُنائیں۔ سنتے ہی ان کے دل دہل گئے اور آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اب ایک لمحہ کی بھی تاخیر گوارا نہ تھی۔ وہ فوراً ایمان لے آئے اور جو کچھ آپؐ نے کہا، اس کو تسلیم کیا اور مسلمان ہو کر واپس ہوئے۔

راستہ میں ابوجہل اور کچھ قریش مل گئے۔ دیکھتے ہی وہ غرائے:

"اللہ تمہیں غارت کرے۔ قوم نے بھیجا تھا کہ حقیقت کی چھان بین کرو، اور صحیح بات کا سُراغ لگاؤ۔ لیکن تمہارا یہ حال! بیٹھے بھی نہیں کہ اس کے جادو میں آ گئے۔ ارے، اپنا دین کھو بیٹھے۔"

مگر وفد نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ کی اور سب سُنی ان سُنی کر دی۔ ایمان کی دولت پا کر ان کا دل خوشی سے معمور تھا اور وہ بے تابانہ بڑھے چلے جا رہے تھے، کہ قوم کو نئے دین کی خوشخبری سُنائیں۔

آپؐ کی خبر سُن کر جو لوگ اسلام کی طرف مائل ہوئے، اور پھر اس دولت سے خوب مالا مال ہوئے، ان میں صامت کے بیٹے سوید بھی ہیں یہ مدینہ کے بہت معزز لوگوں میں تھے۔ شاعری میں ماہر اور بہادری میں طاق تھے۔ خاندانی اعتبار سے بھی اونچا درجہ رکھتے تھے۔ اس لیئے قوم کے لوگ ان کو "کامل" کہتے۔ یہ حج کی غرض سے مکہ آئے۔ آپؐ کو خبر ہوئی، تو ان کے پاس تشریف لائے۔ ان کے سامنے اسلام کی تعلیمات رکھیں اور خدا پرستی کی دعوت دی۔ سوید نے کہا:

"شاید جو میرے پاس ہے، وہی آپؐ کے پاس بھی ہے۔"

پیارے نبیؐ نے فرمایا:

"کیا ہے آپؐ کے پاس؟"

Marfat.com

سوَید نے کہا:

"حکیم لقمان کی حکمتیں!"

پیارے نبیؐ نے فرمایا:

"ذرا کچھ سنایئے تو"

سوَید کو جتنی حکمتیں معلوم تھیں، سب سُنا دیں۔ آپؐ غور سے سُنتے رہے۔ پھر فرمایا:

"یہ تو بہت اچھی ہیں۔ لیکن جو میرے پاس ہے، وہ اور بہتر ہے۔ میرے پاس قرآن ہے، خُدا کی آخری کتاب۔ جو سراپا نور و ہدایت ہے۔"

پھر آپؐ نے ان کو قرآن سُنایا اور نئے دین کی دعوت دی۔ سوَید بہت متاثر ہوئے۔ بے اختیار ان کی زبان سے نکلا:

"یہ تو بہت عمدہ ہے۔"

اس کے بعد سوَید مدینہ لَوٹ آئے جو کچھ سُنا تھا وہ ذہن میں محفوظ تھا۔ اسے وہ بار بار سوچتے رہے۔ پھر بعد میں قتل ہوئے تو مسلمان تھے قصہ یہ ہوا کہ مدینہ میں یہود بھی آباد تھے۔ یہ لگانے بجھانے اور چالیں چلنے میں ماہر تھے۔ اسی کا کرشمہ تھا کہ اوس و خزرج باہم ایک دوسرے کے دشمن ہوگئے اور ان میں بہت زوروں کی خانہ جنگی ہوئی۔ سُوَیدؓ اسی میں کام آ گئے۔

مدینہ سے آکر جو لوگ اسلام لائے، ان میں ایاس بھی ہیں۔ یہ معاذ کے بیٹے تھے اور ابھی کم سن تھے۔ اوس خزرج میں جنگ تو چل ہی رہی تھی۔ ہر ایک کی کوشش تھی کہ عرب کے جتنے قبیلے مل سکیں، ان کو وہ اپنا حلیف بنالے۔ اور اس طرح فریق مخالف پہ غالب آجائے۔ چنانچہ اوس کے کچھ لوگ آئے، کہ قریش کو اپنا حلیف بنائیں۔ انہی میں ایاس بھی تھے

Marfat.com

آپؐ کو خبر ہوئی، تو ان کے پاس آئے اور اسلام کی دعوت دی۔ نیز قرآن کی کچھ آیتیں سنائیں۔ ایاس نے سنا تو بولے:

"میری قوم! خدا کی قسم، جس کے لیئے آپ لوگ آئے ہیں، اس سے یہ بہتر ہے۔"

لیکن ان کو تو جنگ کی دُھن تھی، اور رات دن اسی کی فکر، قافلہ کا سردار ابوالحیس تھا۔ اس نے زمین سے کنکریاں اُٹھائیں اور ان کے منہ پر پھینک ماریں۔ پھر بڑی لاپروائی سے بولا:

"چپ بھی رہ۔ ہم کوئی اس لیئے تھوڑی آئے ہیں۔"

لیکن ایاس[1] اسی وقت اسلام لے آئے۔ پھر کچھ ہی دن گزرے کہ اوس و خزرج میں جنگ کے شعلے بھڑک اُٹھے۔

بہت سے قبیلوں میں آپؐ خود گئے اور ان کو اسلام کی دعوت دی۔ نیز بڑی دلسوزی سے مدد کی درخواست کی، لیکن ان کے کانوں پہ جوں تک نہ رینگی اور ہر ایک نے سُنی اَن سُنی کر دی۔ اس کی کئی وجہیں تھیں۔ کسی نے تو سوچا کہ ہمارا شہر ہر ایک کو عزیز ہے۔ اگر ہم نے محمدؐ کا ساتھ دیا تو اندیشہ ہے کہ لوگوں کو ناگوار ہوگا، اور پھر یہاں آنا دل پہ بار ہوگا۔ قبیلۂ ثقیف کے لیئے یہی رکاوٹ تھی۔ طائف کی آب و ہوا بہت خوشگوار تھی۔ ہر ایک کو پسند آتی۔ چنانچہ گرمیاں آتیں، تو وہاں رئیسوں کی چہل پہل ہوتی۔ ثقیف کو خطرہ تھا کہ اگر محمدؐ کا ساتھ دیا۔ تو وہ طائف کا "طواف" کرنا چھوڑ دیں گے۔ عرب کا مشہور بُت "لات" بھی وہیں تھا۔ جو عام و خاص کی زیارت گاہ تھا۔ ایمان لانے سے اس کیلیئے

---

[1] ایاس حضورؐ کی ہجرت سے پہلے ہی انتقال کر گئے۔ لوگوں نے دیکھا، مرتے وقت ان کی زبان پر تکبیر جاری تھی۔

Marfat.com

بھی خطرہ تھا۔

کچھ قبیلے ایسے بھی تھے، جن کو سرداری کی ہوس تھی۔ قبیلۂ بنو عامر کا یہی حال تھا۔ انہوں نے آپؐ سے کہا:

"ہم ایمان تو لے آئیں گے۔ لیکن آپؐ کے بعد حکمران ہم ہوں گے۔"

آپؐ نے فرمایا:

"حکومت اور سرداری تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے، اس سے نوازتا ہے۔"

انہوں نے سُنا، تو یہ کہتے ہوئے گردنیں پھیر لیں کہ ہم تو آپؐ کے لئے گردنیں کٹوائیں، پھر غلبہ نصیب ہو جائے تو سرداری دوسرے کریں۔ جائیے! آپؐ کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں۔

کِندہ، کلبؔ، بنو حَنیفہ، بنو مضر عربؔ کے مشہور قبیلے تھے۔ یہ اور ان کے علاوہ نہ جانے کتنے قبیلے تھے۔ سَب نے کانوں پر ہاتھ دھر لیئے اور کسی نے بھی آپؐ کی مدد نہ کی۔ وہ کہتے کہ آدمی کا حال گھر والے ہی بہتر جانتے ہیں۔ اگر اس میں ذرا بھی خیر ہوتا، تو گھر والے کیوں بھگاتے؟ غرض ہر جگہ ناکامی ہوئی اور کسی نے بھی آپؐ کی حمایت نہ کی۔ بہتوں نے تو بڑی بے دردی کا سلوک کیا اور سختی سے انکار کر دیا اور اگر کچھ قبیلے انسانیت سے پیش آتے بھی، اور شرافت سے آپؐ کی باتیں سننے کے لئے تیار ہوتے، تو اَبُولہبؔ آپہنچتا، اور ان کو آپؐ کے خلاف بھڑکاتا ہُوا کہتا:

"بھائیو! یہ چاہتا ہے کہ تم لات وعزیٰ کو چھوڑ دو، اور اس کی خرافات میں پھنس جاؤ۔ تو دیکھو، اس کی باتیں ہرگز نہ ماننا۔ اس کے فریب میں کبھی مت آنا۔"

Marfat.com

اس طرح اُبُولہب کی باتیں سُن کر وہ لوگ بھی بِدک جاتے اُور پھر ان کے بھی تیور بگڑ جاتے۔

Marfat.com

اَوس و خزرج مدینہ کے دو مشہور قبیلے تھے۔ ان میں ایک زمانہ سے اَن بَن تھی۔ آپؐ نبیؐ ہوئے تو یہ اَن بَن پورے شباب پر تھی اَور پہلے سے زیادہ اونچے پیمانہ پر تھی۔ آپس میں تو تھی ہی۔ پڑوسی یہودیوں سے بھی ہو گئی۔ اِسی لیئے ان میں ہمیشہ جنگ رہتی۔ کبھی اَوس و خزرج میں، کبھی اَوس اَور یہود میں، کبھی خزرج اَور یہود میں، اِس طرح مدینہ میں کسی نہ کسی رنگ میں جنگ جاری ہی رہتی تھی۔ ایک کی آگ نہ بجھنے بھی نہ پاتی کہ دوسری بھڑک اُٹھتی۔

لیکن یہودی بڑے مکار اور چالوں کے بادشاہ تھے۔ انہوں نے سوچا کہ اَوس و خزرج عموماً ایک ہو کر لڑتے ہیں۔ اس میں تو ہمارے لیئے بڑا خطرہ ہے۔ سارے آدمی کٹے جا رہے ہیں۔ ساری دولت ڈوبتی جا رہی ہے۔ مدینہ کے ہم سردار تھے۔ اَب یہ سرداری بھی دم توڑ رہی ہے اَب کوئی ایسی چال چلنی چاہیئے کہ دونوں کے دِل بالکل ہی پھٹ جائیں کہ وہ ایک دوسرے سے کٹ جائیں اَور جڑنے کا نام نہ لیں۔ آپس ہی میں لڑتے رہیں اَور ہماری طرف مڑ کر نہ دیکھیں۔ چنانچہ یہی ہوا۔ دونوں ایک دوسرے کے نام سے جلنے لگے اَور باہم ایک دوسرے کو مٹانے کے درپے ہو گئے۔ اَب ذرا سی بات پر جنگ کے شعلے بھڑک اُٹھتے، اَور پھر بجھتے بجھتے ماہ و سال بیت جاتے۔ نتیجہ کیا ہوا؟ رشتۂ اخوت پارہ پارہ ہو گیا اَور پھر ان کے اعضاء تھک کر چور ہو گئے۔ بے پناہ دولت تباہ ہو گئی۔ اَور نہ جانے کتنے انسان ضائع ہو گئے پھر بھی وہ نہ مانے اَور خون

Marfat.com

کی ہولی کھیلتے رہے۔

اِس وقت یہودیوں کی پالیسی بھی کتنی گہری تھی! وہ ہارے ہوئے کی مخالفت کرتے اور جیتتے ہوئے کی پیٹھ ٹھونکتے۔ تاکہ ایک دوسرے کے مقابلہ میں بالکل ہی کمزور ہو جائے اور اس طرح ان کی قوت و شوکت بڑھے۔ ساتھ ہی وہ دونوں پر اپنی سرداری قائم رکھنے کی بھی کوشش کرتے۔ خود تو اُونچے اُونچے کام چُن لیتے، اور تجارتی منڈیوں پر قبضہ کر لیتے اَور ان کے لئے چھوٹے چھوٹے کام چھوڑ دیتے۔ پھر یہ لوگ موسیٰ علیہ السّلام کے ماننے والے تھے۔ کتاب و شریعت کے حامل تھے اَور اَوس و خزرج بُت پرست تھے، اس لیئے ان کو اس پر بھی بڑا ناز تھا۔ چنانچہ یہ اپنی بڑائی جتانے کے لیئے انہیں عار دلاتے اَور ان کے سامنے انجام کی نہایت بھیانک تصویر کھینچتے۔ حضورؐ کے سِلسلہ میں اپنی کتابوں کی پیشین گوئیاں سُناتے اور کہتے :

"ایک نبی آنے والا ہے۔ اس کا وقت بس قریب ہے ذرا وہ آجائے، تب دیکھنا۔ ہم کس طرح تمہارے چھکے چھڑاتے ہیں۔ ہم اس کے ساتھ ہو جائیں گے اَور پھر عادِ ارم کی یاد تازہ کریں گے۔"

عرصہ تک مدینہ والوں کا یہی حال رہا۔ اِس وقت بھی یہی حالات تھے، جبکہ اَوس کا وفد قریش کو اپنا حلیف بنانے آیا تھا۔ اِسی موقع پر آپؐ کی اس سے ملاقات ہوئی تھی۔ اَور آپؐ نے اِسے اِسلام کی دعوت دی تھی۔ اَیاس بن معاذ نے اسی دم لبیک کہا تھا اَور بقیہ نے ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ کیونکہ اس وقت انہیں بس جنگ کی دھن تھی، اَور وہ اسی کے نشہ میں چُور تھے۔ لیکن اس وقت اَوس نے اگرچہ آپؐ کی باتوں میں کوئی دلچسپی نہ لی اَور بڑے رُوکھے پن سے انکار کر دیا لیکن گھر لوٹے، تو

Marfat.com

دل پر کافی اثر تھا اور ذہن میں بار بار وہ باتیں گونج رہی تھیں۔
پھر...... اوس و خزرج میں جنگ کے تیز اور ہولناک شعلے بھڑک اُٹھے۔ قریب تھا، کہ پوری آبادی ان کی لپیٹ میں آجاتی اور سب کے سب بھسم ہو جاتے، لیکن حسنِ اتفاق کہ یہودی اوس سے مل گئے۔ اس طرح اِن کی فتح ہو گئی۔ اور جنگ کا فیصلہ ہو گیا۔ اب دونوں نے اپنی اپنی حالت پر نظر ڈالی اور جنگ کے اثرات و نتائج کا جائزہ لیا۔ انجام سامنے آیا تو دونوں کے اوسان جاتے رہے۔ یہ دیکھ کر ان کے ہوش اُڑ گئے، کہ اس میں بے شمار جانیں ہلاک ہو گئیں۔ بے پناہ مال تباہ ہو گیا۔ ساری قوت برباد ہو گئی اور جاہ و شوکت کا محل زمین پر آرہا۔ نیز انھوں نے محسوس کیا کہ اب تو ہم یہودیوں کے غلام اور محکوم ہیں۔ جو ہارے ہیں وہ بھی اور جو جیتے ہیں وہ بھی۔
یہی وہ ہولناک جنگیں ہیں جو جنگِ بعاث کے نام سے مشہور ہیں۔ جن کی تباہیوں اور بربادیوں کے قصے اب تک دُنیا کو یاد ہیں۔
جنگ کا خوفناک انجام دیکھ کر دونوں قبیلے چونک گئے اور دونوں نے مل کر عزم کیا کہ اب ہم اتحاد اور محبت سے رہیں گے اور وقت پر ایک دوسرے کے دست و بازو بنیں گے۔
غرض ان میں صلح ہو گئی اور دونوں نے طے کیا کہ اوس و خزرج کا سردار ایک ہی ہو۔ اِس کے لیئے ان کی نظریں عبداللہ بن ابی پر پڑیں۔ یہ خزرج کا آدمی تھا۔ دانائی اور ہوشیاری میں مشہور تھا۔ حُسنِ تدبیر میں ہر طرف اس کا چرچا تھا۔ اثر و رسوخ میں بھی وہ سب سے آگے تھا۔ چنانچہ سب نے تائید کی اور بات طے ہو گئی۔ نیز جشنِ تاج پوشی کے لیئے تاریخ بھی پڑ گئی، لیکن اچانک حالات کا رُخ بدلا۔ اور یہ کام ہوتے ہوتے رہ گیا۔ کیونکہ غیب سے عزت و سربلندی کے لیئے کچھ اور ہی سامان ہو

Marfat.com

رہا تھا۔ جو ان کے لیئے زیادہ بہتر بھی تھا اور اس تدبیر سے زیادہ کارگر بھی۔

Marfat.com

نبوت کا دسواں سال تھا۔ جنگِ بُعاث کے بعد محترم مہینے آئے، تو خزرج کے چھ آدمی حج کے ارادہ سے نکلے۔ ساتھ میں قبیلۂ بنو نجار کے بھی دو آدمی تھے۔ یہ رشتہ میں عبد المطلب کے ماموں تھے۔ وہی عبد المطلب، جو پیارے نبیؐ کے دادا تھے۔ یہ لوگ مکہ جا رہے تھے۔ عُقبہ نامی ایک مقام پر پہنچے، تو آپؐ سے ملاقات ہوگئی۔ دیکھتے ہی آپؐ نے پوچھا:

"کون ہیں آپ لوگ؟"

انہوں نے جواب دیا:

"خزرج۔"

آپؐ نے فرمایا:

"یہودیوں کے ہمسایہ؟"

انہوں نے کہا:

"ہاں۔"

آپؐ نے فرمایا:

"ذرا بیٹھیں گے نہیں، کچھ باتیں کریں؟"

انہوں نے کہا:

"جی ہاں، ضرور۔"

چنانچہ وہ آپؐ کے پاس بیٹھ گئے۔ پھر آپؐ نے ان کو دین کی دعوت دی اور اسلام کی باتیں بتائیں۔ کچھ قرآن بھی پڑھ کر سنایا۔ اور بتایا کہ میں اللہ

Marfat.com

کا رسول ہوں۔ آپؐ کی باتیں سُن کر وہ بہت حیران ہوئے۔ اور دل پر بڑا اثر ہوا۔ آپس میں انہوں نے کہا:

"خدا کی قسم! یہ وہی نبیؐ ہیں، جن کی یہودی دھمکی دے رہے تھے۔ خُدا کی قسم! اب وہ ایمان میں ہم سے بازی نہ لے جائیں"

چنانچہ اُسی وقت وہ ایمان لے آئے اور جو کچھ آپؐ نے فرمایا، کانوں نے سُنا، اور دلوں نے محفوظ کر لیا۔ پھر انہوں نے عرض کیا:

"اللہ کے رسولؐ! ہماری قوم میں جتنی بدی اور عداوت ہے، کسی بھی قوم میں نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ آپؐ کی برکت سے دلوں کو جوڑ دے اور سب آپؐ کے گرد اکٹھا ہو جائیں کیونکہ آپؐ سے زیادہ ہر دلعزیز تو کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا۔"

اسلام لا کر اُن لوگوں نے خوشی خوشی حج کیا۔ پھر قوم کی طرف پلٹے۔ کہ ان کو نئے نبیؐ کی خوشخبری سُنا دیں۔ وہی نبیؐ، جس کی آمد کی یہود دھمکیاں دے رہے تھے۔ مگر وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ اوس تو پہلے ہی یہ مژدہ سُن چکے ہیں۔ یہ بھی دیکھا کہ نہ جانے کتنے دل نئے دین کے لئے بیتاب ہیں۔ اور نہ جانے کتنے سینے اس کو جگہ دینے کے لئے سراپا انتظار ہیں۔

دوسرے سال حج کے دن آئے، تو اوس و خزرج کے بارہ آدمی مکہ کے لئے گھر سے نکلے۔ عقبہ میں آپؐ سے ملاقات ہوئی۔ اور وہیں پر اُن لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ بیعت کی۔ اور عہد کیا کہ اب شرک نہیں کریں گے۔ چوری سے دور رہیں گے۔ اولاد کو قتل نہیں کریں گے۔ اور کسی پر بہتان نہیں لگائیں گے۔

آپؐ نے فرمایا:

"اگر اس عہد کو نباہا، تو اللہ جنت دے گا۔ اور اگر ان میں

Marfat.com

سے کوئی بُرائی سرزد ہوگئی، تو مولیٰ کی مرضی پر ہوگا۔ چاہے گا تو معاف کر دے گا۔ اور چاہے گا تو عذاب دے گا۔"

یہی بیعت "بیعتِ عقبۂ اُولیٰ" کے نام سے مشہور ہوئی۔ اور یہ نبوت کے گیارہویں سال ہوئی۔

پھر وہ لوگ مدینہ لوٹے، تو آپؐ نے مُصعبؓ بن عُمیر کو بھی ساتھ کر دیا کہ وہ اہلِ مدینہ کو قرآن پڑھائیں اور انہیں دین کے احکام سکھائیں۔ اِس طرح مدینہ میں اِسلام بہت تیزی سے پھیلا۔ لوگ پہلے ہی سے حق کے پیاسے تھے۔ اور مدّت سے اس کے لیئے تڑپ رہے تھے۔ اِسلام کو پاکر اُن کی پیاس بُجھی۔ اور دل کی بے چینی دُور ہوئی۔ اِسی لیئے حضرت مُصعبؓ کو اشاعتِ اِسلام میں کوئی خاص زحمت نہ ہوئی لوگ پروانہ وار دین پر ٹوٹے پڑ رہے تھے۔ اور حضرت مُصعبؓ پورے جوش اور ولولہ سے ان کو علمِ دین سکھا رہے تھے۔ یہاں تک کہ کچھ لوگ اندھی غیرت اور حمیت سے سرشار ہوتے اور اسلام کی طرف دیکھنا بھی عار سمجھتے۔ لیکن جونہی دین کی برکتیں دیکھتے، اور قرآن کی چند آیتیں سنتے، پتھر سے موم ہوجاتے۔ خود بھی اِسلام میں آجاتے۔ اوروں کو بھی اسکی دعوت دیتے۔

حضرت مُصعبؓ مدینہ والوں کو دین سکھاتے اور نمازیں پڑھاتے رہے۔ یہاں تک کہ گھر گھر دین کا چراغ روشن ہوگیا اور گلی گلی اِسلام کا ڈنکا بجنے لگا۔ بس کچھ ہی بدنصیب تھے، جو شرک پر اڑے رہے۔ اور آبائی دین چھوڑنے پر تیار نہ ہوئے۔

اللہ اہلِ مدینہ کا بھلا کرے! ایک ہی سال میں وہاں اتنے مسلمان ہوئے، کہ مکہ میں برسوں میں نہ ہوئے!

انہوں نے محمدؐ کے نام کا جھنڈا لہرایا اور ہر طرف آپؐ کا بول بالا

Marfat.com

کیا۔ ٹھیک اِس وقت جبکہ قوم آپؐ کو مٹا دینے کے درپے تھی! اِسلئے کوئی حیرت کی بات نہیں، اگر مسلمانوں کے دل اہلِ مدینہ کی محبت سے لبریز ہو گئے۔ اُن سے قریب ہونے کے لیئے بیتاب ہو گئے۔ اور اُن تک پہنچنے کے لیئے اِس طرح تڑپنے لگے، جیسے پنجرے میں ایک پرندہ۔

حضورؐ بھی اِس سلسلہ میں کافی فکر مند تھے۔ کیونکہ اب ایسے جانباز مل گئے تھے، جو آپؐ کا ساتھ دینے کے لیئے تیار تھے! ایسے مددگار مل گئے تھے، جو آپؐ کی حمایت کے لیئے سراپا انتظار تھے! اور ایسے انصار مل گئے تھے، جو آپؐ پہ نثار ہونے کے لیئے بیقرار تھے!

پھر لگاتار ایسی خبریں آ رہی تھیں، جو آپؐ کے لیئے انتہائی مسرت بخش تھیں۔ اور جو ایک نہایت حسین اور تابناک مستقبل کا پتہ دے رہی تھیں۔

مدینہ والوں نے دل و جان سے آپؐ کی باتیں قبول کی تھیں اور انہوں نے عزم کیا تھا کہ آپؐ کی مدد کریں گے اور جان پر کھیل کر آپؐ کی حفاظت کریں گے۔ چنانچہ ان کی شدید خواہش ہوئی کہ کسی طرح آپؐ کی حمایت کا شرف انہیں حاصل ہو جائے۔ ایک روز آپس میں وہ بولے:

"رسولِ خداؐ مکہ میں پریشان ہیں۔ مدد کے لیئے پکارتے ہیں، لیکن کوئی نہیں سنتا۔ آخر یہ شرمناک منظر ہم کب تک دیکھتے رہیں گے؟"

پھر انہوں نے طے کیا کہ اب کی حج کے دن آئے تو مکہ جائیں گے اور رسولِ خداؐ کو مدینہ بُلائیں گے نیز آپؐ سے ہر طرح کی حفاظت اور مدد کا عہد کریں گے۔

حضرت مُصعبؓ بھی مکہ لوٹ آئے۔ اِس طرح جو جو باتیں آپؐ جاننا

Marfat.com

چاہتے تھے، وہ سب اُن سے جان گئے۔ پھر محترم مہینے آئے، تو مدینہ سے بہت بڑا قافلہ حج کے لیئے روانہ ہوا۔ قافلہ میں مسلمان بھی تھے اور غیر مسلم بھی۔ مسلمانوں کی تو نیت تھی، آپؐ سے ملیں گے اور وفاداری اور جاںنثاری کا عہد کریں گے۔ مگر یہ ایک راز تھا جس سے مشرک ساتھی بالکل بے خبر تھے۔

نبوت کا بارہواں سال تھا۔ کعبہ میں ان کی آپؐ سے مُلاقات ہوئی۔ اور وہیں پر عہد و بیعت کے لیئے مناسب جگہ بھی تجویز ہوئی۔

رات کا تہائی حصہ گزر گیا۔ ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔ سارے ہنگامے خاموش ہو گئے۔ قریش نیند کے نشہ میں مست ہو گئے۔ بیرونی حاجی بھی محوِ خواب ہو گئے۔ اس وقت مدینہ کے مسلمان چپکے سے اُٹھے ان میں بہتّر مرد تھے۔ اور دو عورتیں۔ یہ لوگ چھُپ چھُپا کر وہاں سے چل کھڑے ہوئے اور مکہ سے کچھ فاصلہ پر عَقَبہ پہنچ گئے۔ وہاں وہ ٹیلوں اور چٹانوں کی آڑ میں دبک گئے۔ اور آپؐ کا انتظار کرنے لگے۔ کچھ دیر میں آپؐ بھی آ گئے۔ ساتھ میں چچا عباس بھی تھے۔ یہ ابھی تک قومی ہی دین پر تھے۔ لیکن آپؐ کے رازدار تھے۔ اس لیئے ان کی بھی خواہش ہوئی کہ اِس اہم موقع پر موجود رہیں اور مدینہ والوں کے کیا اِرادے اور کیا عزائم اور حوصلے ہیں؟ اس کا خوب اندازہ کر لیں چنانچہ انہی نے کاروائی کا آغاز کیا۔ بولے:

"گروہ خزرج! محمدؐ کا ہم میں جو مقام ہے، اس سے تم سب واقف ہو۔ انہیں ہم نے دشمنوں سے بچایا اور ہمیشہ ڈٹ کر ان کی طرف سے مقابلہ کیا ہے۔ سُن لو، یہ وطن میں بالکل محفوظ ہیں۔ دشمنوں سے انہیں کوئی خطرہ نہیں۔ مگر یہ تمہارے ہی یہاں جانے کیلیئے بیتاب اور تمہارے ہی

Marfat.com

پاس رہنے کے آرزومند ہیں تو اگر تم میں اپنے وعدوں کو وفا کرنے اور انہیں دشمنوں سے بچانے کا حوصلہ ہو، تو ٹھیک ہے، خوشی سے لے جاؤ۔ لیکن کوئی پریشانی ہوئی تو ہم ذمہ دار نہیں ہوں گے۔ اور اگر بیوفائی کا خیال ہے۔ تو بھائی ابھی سے چھوڑ دو۔ یہ یہاں عزت سے ہیں اور سارے اندیشوں سے محفوظ ہیں۔"

چچا عبّاس تقریر سے فارغ ہوئے، تو اہلِ مدینہ بولے:

"آپؐ کی باتیں ہم نے سُن لیں۔ اللہ کے رسولؐ! اب آپؐ کچھ فرمائیں اور جس بات پر چاہیں، ہم سے قسمیں لے لیں۔"

آپؐ نے قرآنِ پاک کی چند آیتیں پڑھیں۔ پھر فرمایا:

"جن چیزوں سے تم اپنے بال بچوں کو بچاتے ہو، کیا مجھ کو بھی بچاؤ گے؟ میں بس اتنا ہی اطمینان چاہتا ہوں۔"

اہلِ مدینہ میں ایک شخص بَراء تھے۔ یہ مَعرُور کے بیٹے تھے۔ اور قوم کے بہت بڑے سرداروں میں تھے۔ سارے لوگ ان کی عزت کرتے تھے بے تکلف انہوں نے ہاتھ بڑھایا۔ اور یہ کہتے ہوئے دستِ مبارک پر بیعت کی:

"ہاں، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ ہم آپؐ کو بچائیں گے۔ اللہ کے رسولؐ! ہم سے آپؐ بیعت لے لیں۔ بخدا ہم تو لڑائی کے شہسوار ہیں۔ آپؐ جب چاہیں، جنگ کے لئے تیار ہیں۔ جنگ سے بھاگنا تو ہمارے لئے عار ہے کہ یہی باپ دادا کا شعار ہے۔"

بَراء نے ابھی بات ختم بھی نہ کی تھی، کہ تیہان کے بیٹے اَبُوالہَیثم بول

Marfat.com

اُٹھے۔ یہ بھی مدینہ کے معزز لوگوں میں تھے۔ عرض کیا:

"اللہ کے رسولؐ! ہمارے یہود سے کافی تعلقات ہیں۔ بیعت کے بعد یہ تعلقات ٹوٹ جائیں گے۔ ایسا تو نہ ہو کہ اللہ آپؐ کو فتح عطا فرمائے تو آپؐ ہم کو چھوڑ کر اپنی قوم میں لوٹ آئیں۔"

یہ سُن کر آپؐ بے اختیار مسکرا پڑے۔ پھر فرمایا:

"نہیں، میرا خون تمہارا خون ہے۔ میری آبرو تمہاری آبرو ہے۔ میری اَمان تمہاری اَمان ہے۔ تم میرے اور مَیں تمہارا ہوں۔ جس کو تم معاف کرو گے، اس کو مَیں بھی معاف کروں گا۔ جس سے تمہاری جنگ ہوگی، اِس سے میری بھی جنگ ہوگی اور جس سے تمہاری صلح ہوگی، اِس سے میری بھی صلح ہوگی۔"

اِس کے بعد لوگ بیعت کے لیئے بڑھنا ہی چاہتے تھے۔ کہ ایک صاحب بول اُٹھے۔ یہ عُبادہؓ کے بیٹے عباس تھے۔ انہوں نے کہا:

"اَوس و خزرج کے بھائیو! تمہیں خبر بھی ہے، کس بات پر بیعت کرنے جا رہے ہو؟! (آوازیں، ہاں، خوب معلوم ہے) سُن لو، اِس شخص پر بیعت کرنا ساری دنیا سے جنگ مول لینا ہے۔ تو اگر یہ خیال ہے، کہ مال و دولت کو خطرہ ہوا، یا قوم کے سردار مارے گئے، تو ساتھ چھوڑ دو گے، تو بھائی ابھی سے چھوڑ دو، کیونکہ بعد میں چھوڑو گے، تو نہ ہی دُنیا کے رہو گے، نہ آخرت ہی کے۔ اور اگر مالی نقصان اُٹھانے اور سرداروں کی ہلاکت پر صبر کر لینے کی ہمت ہے، تب ضرور لے چلو۔ دُنیا و آخرت دونوں میں بامراد ہو گے۔"

Marfat.com

سب ایک ساتھ بول اُٹھے:

"مالی نقصان ہمیں گوارا ہے۔ سرداروں کا قتل ہونا بھی گوارا ہے۔ پر رسول خدا کو چھوڑنا گوارا نہیں۔ اللہ کے رسول! عہد پر قائم رہیں، تو ہمارا کیا اجر ہوگا؟"

ارشاد ہوا:

"جنت ملے گی، جنت۔"

سب نے کہا:

"تو اپنا ہاتھ لائیے۔"

آپؐ نے ہاتھ بڑھا دیا۔ اور سب نے باری باری بیعت کرلی۔ یہی بیعت ہے، جو بیعتِ عقبۂ ثانیہ" کے نام سے مشہور ہوئی۔

ٹھیک اسی وقت یکایک ایک زور کی چیخ بلند ہوئی۔ اور خاموشی کو چیرتی ہوئی ساری فضا میں پھیل گئی!

قریش کے لوگو! یہ اوس و خزرج تم سے جنگ کے منصوبے بنا رہے ہیں۔ دیکھو، یہ محمدؐ سے جاں نثاری کی قسمیں کھا رہے ہیں۔

یہ آواز کیا تھی؟ دراصل ایک خطرہ کی گھنٹی تھی۔ لیکن یہ بھی مسلمانوں کے عزم و حوصلہ کو نہ ہلا سکی۔ فکر و تشویش تو درکنار، عُبادہ کے بیٹے عباس کو اور جوش آگیا۔ وہ بولے:

"اللہ کے رسولؐ! قسم ہے اس ذات کی، جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، اجازت ہو، تو کل ہم اہلِ منیٰ پر چڑھائی کر دیں۔"

آپؐ نے فرمایا:

"ہمیں اس کا حکم نہیں۔ جلدی سے تم سب اپنے اپنے خیموں میں چلے جاؤ۔ چنانچہ مسلمان فوراً اپنی اپنی خوابگاہوں

Marfat.com

پر جا پہنچ گئے۔ اور آنکھیں بند کر کے سو رہے۔"

صبح ہوئی تو قریش نے اہلِ مدینہ کے خیموں کا رُخ کیا اور وہاں پہنچ کر انہیں سخت سُست کہا۔ آنکھیں لال پیلی کرتے ہوئے وہ بولے:

"مدینہ والو! خُدا گواہ ہے کہ ہر قبیلہ سے جنگ کرنا ہمیں گوارا ہے پر تم سے کرنا گوارا نہیں۔ پھر تم یہ کیا منصوبے بنا رہے ہو؟ محمدؐ کو اپنے یہاں کیوں لے جانا چاہتے ہو؟ کیوں ہمارے مقابلہ میں تلواریں تولنا چاہتے ہو؟"

مدینہ کے مشرکوں کو تو رات کی کاروائی معلوم نہ تھی۔ اس لیے سرداران قریش کی یہ باتیں سُن کر وہ بہت چکرائے اور بڑی بڑی قسمیں کھانے لگے کہ محمدؐ کی ہم سے تو کوئی بھی بات چیت نہیں ہوئی۔

مگر مسلمان اس بارے میں کچھ نہ بولے۔ البتہ وہ کوشش کرتے رہے کہ کسی طرح بات کا رُخ بدل جائے اور کوئی دوسری گفتگو چھڑ جائے۔

قریش نے یہ صورت دیکھی، تو سخت حیران ہوئے، کہ ماجرا کیا ہے؟ وہ لوٹ آئے، لیکن ذہن پریشان تھے۔ وہ بار بار سوچتے:

"کیا سچ مچ رات کو ایسا واقعہ ہوا ہے؟ کیا مخبر نے ہم کو صحیح خبر دی ہے؟ اور مدینہ والے جھوٹ بول رہے ہیں؟ یا یہ خبر ہی غلط ہے، اور مدینہ والے سچے ہیں!"

اب انہیں صحیح صُورتِ حال جاننے کی دُھن تھی اور بس۔ چنانچہ انہوں نے حقیقت کی چھان بین شروع کر دی اور اس میں اپنی ساری قوت اور ذہانت لگا دی۔

اِدھر اہلِ مدینہ نے جھٹ رختِ سفر باندھا۔ اور اپنے وطن کا رُخ کیا، کہ کہیں قریش کو پتہ چل گیا، تو ان سے جان چھڑانا دشوار ہو گا۔

Marfat.com

انصار کا اندازہ صحیح نکلا۔ قریش بہت جلد ساری بات جان گئے۔ اور رات میں جو کچھ ہوا تھا، سب خبر پا گئے۔ اب جیسے ان کے ہوش اُڑ گئے۔ غصہ سے وہ بوکھلا گئے۔ اور فوراً انصار کا پیچھا کیا، کہ وہ ہاتھ سے جانے نہ پائیں۔

لیکن ناکامی ہوئی۔ اور انصار کسی طرح ہاتھ نہ آئے۔ البتہ ایک انصاری گھر گئے۔ یہ عُبادہؓ کے بیٹے سَعدؓ تھے۔ اب کیا تھا۔ ظالموں نے خوب خوب دل کی بھڑاس نکالی۔ ان کی مشکیں باندھ دیں۔ اور مارتے پیٹتے، بالوں کے بل گھسیٹتے مکہ لائے اور وہاں پہنچ کر انہیں مسلسل ستاتے رہے

مکہ ہی میں دو آدمی تھے۔ جُبیرؓ اور حارِثؓ۔ یہ دونوں سوداگر تھے۔ اس لیئے شام بھی جایا کرتے تھے۔ راستہ میں مدینہ سے گزرتے، تو سعدؓ ہی اُن کو پناہ دیتے اور اُن کا مالِ تجارت لُٹنے سے بچاتے۔ اس احسان کے بدلہ میں دونوں نے سَعدؓ کو پناہ دے دی۔ اس طرح کہیں جا کر ان بیچارے کی جان چھوٹی۔

قریش نے جلسے پر جلسے کیئے۔ وہ گھنٹوں سر جوڑ کر بیٹھتے رہے۔ اور باہم مشورہ کرتے رہے کہ محمدؐ کے سلسلہ میں کیا کیا جائے! کس طرح اسے ناکام کیا جائے۔

اب تک محمدؐ ہمارے درمیان تھا۔ لیکن ہم عاجز آ گئے۔ اُلٹا ہم کو نقصان ہی پہنچا۔ اب کیا ہو گا، اب تو اَوس و خزرج بھی اس کے ساتھ ہیں!

Marfat.com

کیا محمدؐ ہم پر غالب آجائے گا؟ اس کا دین مدینہ میں تو پھیل گیا، کیا اَور قبیلوں میں بھی پھیل جائے گا! اور کیا اس طرح وہ ہم کو فنا کر دے گا، ہمارے محبُوب شہر کو ویران کر دے گا، ہمارے سارے بتوں کو مسمار کر دے گا، جبکہ ہم اسی کے لیئے بَرسوں لڑتے رہے، جان لڑا کر بَرسوں مقابلہ کرتے رہے۔

قریش کے جلسے ہوتے رہے۔ نشست برخاست ہوتی رہی۔ لیکن ...... بے فائدہ۔ یہ مسئلہ ان کو سَتاتا رہا۔ لیکن حل ...... نامعلوم تھا۔

اَور مدینہ کے مسلمان ؟ ان کا کیا حال تھا ؟ اَب ان کا عالم ہی اَور تھا۔ مکہ کی بَیعَت ان کے لیئے اِک نئی زندگی کا آغاز تھی۔ اَب سینوں میں سکون و اطمینان کی ٹھنڈک تھی۔ اَور دِلوں میں یقین کی کیفیت۔ اَب اُن کی رُوحانیت بڑھ رہی تھی۔ اَور عزم میں پختگی آ رہی تھی۔ اَب وہ اِسلام کے پُرجوش مجاہد تھے۔ جہاں ہوتے، اِسلام کے نعرے لگاتے۔ اَور جس سے ملتے اسی کے گُن گاتے۔

پھر ان کی دینی غیرت کو اور جوش آیا۔ اَور اخلاص و یقین میں اَور برکت ہوئی۔ یہاں تک کہ گھر گھرانہ کے جو لوگ اَب تک شرک پر تھے، ان کے بتوں پر انہوں نے دست درازی شروع کر دی۔ موقع پا کر اُن کو وہ توڑ پھوڑ دیتے۔ یا رات میں لوگ سو جاتے، تو انہیں غلاظت میں ڈال آتے۔ پھر صبح ہوتی اَور مشرک مُورتیوں کی یہ گت دیکھتے، تو تلملا کر رہ جاتے۔ اَور ان کو دھو دھا کر پھر وہیں رکھ دیتے۔ مسلمان موقع پا کر پھر وہی کرتے۔ یہی تماشہ ہوتا رہتا، یہاں تک کہ مشرکوں کو ہوش آجاتا اَور وہ سوچتے:

”جن کو ہم نے دیوتا بنایا ہے، وہ کتنے بے بس اَور حقیر ہیں۔ اپنے نفع، نقصان پر بھی تو قادر نہیں!“

Marfat.com

چنانچہ کچھ عقلوں پر سے پردے ہٹ جاتے، اور وہ توبہ کر کے دینِ اسلام میں آجاتے۔

اس طرح مدینہ کی فضاء بالکل تیار ہو گئی کہ،

پیارے نبیؐ جائیں، تو سر آنکھوں پہ بٹھائے جائیں۔

پاک ساتھی جائیں، تو ہاتھوں ہاتھ لیئے جائیں۔

اور پھر؟

وہاں اِک نئے دَور کا آغاز ہو سکے۔

لہٰذا اَب خُدا کا حکم آگیا اور آپؐ نے سَب کو ہجرت کی اجازت دے دی۔ فرمایا:

"تم لوگ ہوشیاری کے ساتھ مدینہ چلے جاؤ۔ اور ایک، ایک، دو، دو کر کے جاؤ۔ قافلوں کی شکل میں نہ نکلو، کہ خواہ مخواہ قریش کی نظریں اُٹھیں اور وہ تمہارے ارادوں کو بھانپ لیں۔"

اِس طرح بہت سے مسلمان کُوچ کر گئے۔ اَور قریش بالکل بے خبر رہے۔ لیکن یہ بات چھپنے والی کب تھی؟ آخر کار وہ بھی جان گئے اَور ساری صُورتِ حال بھانپ گئے۔ اس سے ان کا غصّہ اَور بڑھا۔ اَور سینہ جوشِ انتقام سے کھولنے لگا۔ چنانچہ اَب وہ ہاتھ دھو کر مسلمانوں کے پیچھے پڑ گئے۔ اور دن رات گھات میں رہنے لگے، کہ کوئی مکہ سے باہر نہ جا سکے۔ اَور ہجرت کی ساری اسکیم فیل ہو جائے۔

حضرت عمرؓ نے ہجرت کی، تب بھی یہی حالات تھے۔ ان کیساتھ دو آدمی اَور تھے۔ ایک رَبیعہ کے بیٹے عیاش تھے اور دوسرے عَاص کے بیٹے ہِشَام تینوں نے طے کیا کہ جس کو جب موقع مِلے، مکہ سے نکل جائے۔ پھر ایک جگہ سب اکٹھا ہو جائیں اور اگر کوئی نہ آئے،

Marfat.com

تو سمجھ لیں کہ وہ قریش کی گھات میں آگیا۔ پھر بقیہ دونوں سفر کو آگے بڑھائیں۔

متعینہ جگہ پر عمرؓ اور عیاش پہنچ گئے۔ لیکن ہشامؓ نہ آئے۔ اس طرح دونوں سمجھ گئے کہ ہشامؓ مشرکوں کے پنجے میں آگئے اور پھر دونوں مدینہ کے لیئے روانہ ہو گئے۔

ادھر ہشام کی جان پر بن گئی۔ مشرکوں نے خوب خوب دل کا بخار نکالا۔ اتنا ستایا، کہ دین پر قائم رہنا ان کے لیئے دشوار ہو گیا۔

قریش کا یہی انداز رہا۔ دن رات کا یہی برتاؤ رہا۔ بدقسمتی سے جو بھی ان کے ہاتھ لگ گیا، بے دردی سے اسے پیس کر رکھ دیا گیا۔ بالآخر تڑپ تڑپ کر اس نے دم توڑ دیا۔ اسی طرح کتنی ہی عورتیں بیوہ ہو گئیں۔ اور کتنے ہی بچے یتیم!

لیکن اس پر بھی ان کو اطمینان نہ تھا۔ وہ محمدؐ کی طرف سے سخت فکر مند تھے۔ خود سوچتے اور جس سے ملتے، یہی سوال کرتے:

"محمدؐ نے ساتھیوں کو تو مدینہ بھیج دیا، لیکن......

کیا وہ خود بھی .... وہیں جائے گا؟"

کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ خود یہیں رہے۔ اور ساتھی مدینہ میں۔ حبشہ کی ہجرت میں تو یہی ہوا تھا۔

قریش کے ذہن و دماغ پر یہ سوالات چھائے ہوئے تھے۔ اور وہ بڑی بیتابی سے باہم چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔ لیکن ہوگا کیا؟ اس سے بالکل بے خبر تھے۔

تو کیا قریش باہم چہ میگوئیاں ہی کر کے رہ گئے؟ نہیں ایسا نہ تھا۔ وہ برابر فکر مند رہے اور مسلسل سوچتے رہے کہ محمدؐ کے مقابلہ میں کون سی انوکھی چال چلی جائے؟ اور کون سی تیر بہدف تدبیر کی جائے؟

Marfat.com

کہیں ایسا نہ ہو کہ ساتھیوں کی طرح وہ بھی ہاتھ سے نکل جائے، کہ پھر تو بڑی آفت ہوگی۔ سارا مدینہ تو اُس کا جاں نثار ہے ہی، مکہ کے سب مسلمان بھی وہیں ہیں۔ ان سب کو لے کر وہ ہم پر چڑھائی کر دے گا۔

مسلمانوں پر قریش کی بڑی سخت نگرانی تھی۔ ہر آن سخت پہرہ تھا۔ لیکن اس کے باوجود مکہ خالی ہوگیا۔ اور سارے مسلمان ایک ایک کر کے مدینہ چلے گئے۔ حمزہؓ، عثمانؓ، زُبیرؓ بن عوّامؓ سبھی چلے گئے۔ اور اب پیارے نبیؐ کے ساتھ صرف علیؓ اور ابو بکر صدیقؓ رہ گئے۔ اور مکہ میں صرف وہ مسلمان رہ گئے۔ جو بدقسمتی سے دھر لیئے گئے تھے اور تڑپ تڑپ کر مظلومی کے دن کاٹ رہے تھے۔

آخر میں ابو بکرؓ بھی جنابِ رسولؐ میں حاضر ہوئے۔ اور ہجرت کی اجازت چاہی۔ آپؐ نے فرمایا:

"جلدی نہ کرو۔ شاید خدا کسی ساتھی کا انتظام کر دے"

ابو بکرؓ سمجھ گئے کہ آپؐ کی بھی ہجرت قریب ہے۔ بس اب حکمِ الٰہی کا انتظار ہے۔ چنانچہ خوشی خوشی وہ گھر آئے۔ اور سفر کی تیاریوں میں لگ گئے۔

Marfat.com

محمدِ عربی
صلی اللہ علیہ وسلم

الوداع اے وطن!

Marfat.com

رسولِ پاکؐ کو ہجرت کا حکم۔
ایک سازشی کانفرنس۔
خونِ اطہر میں ہاتھ رنگنے کی ناپاک اسکیم۔
گھر کا محاصرہ۔
امینِ قریش کی بے مثال امانتداری۔
غارِ ثور میں قیام۔
قریش کی بوکھلاہٹ۔
آپؐ کو پا لینے کی ناکام کوشش۔
مدینہ کے لیئے روانگی۔
قریش کی مایوسی اور ملال۔
سراقہ کی آنکھیں کھُل گئیں۔
حضرت علیؓ کی بیتابیٔ شوق۔
قُبا میں قیام۔
مدینہ میں انتظار کا عالم۔
مدینہ کی گلیوں نے کبھی ایسا نظارہ نہ دیکھا۔
انصار و مہاجرین میں بھائی چارہ۔
یہودیوں کا جوڑ توڑ۔

Marfat.com

ہجرت کا حکم آگیا۔ اِسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دُعا بھی سکھائی۔ بہت ہی پیاری اَور شیریں دُعا:

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ۝ (بنی اسرائیل : ۸۰)

"اور دُعا کرو، پروردگار! مجھ کو جہاں بھی تو لے جا، سچائی کے ساتھ لے جا اور جہاں سے بھی نکال، سچائی کے ساتھ نکال اور اپنی طرف سے ایک اقتدار کو میرا مددگار بنا۔"

مسلمان مظالم سہتے سہتے تنگ آچکے تو حضورؐ نے انہیں مدینہ ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ انہوں نے چوری چھپے مدینہ کا رُخ کیا۔

لیکن خود حضورؐ جو ظالموں کا اصل نشانہ تھے، اپنے لیئے حکم خدا کا انتظار کرتے رہے کہ آقا کی اجازت ہو، تو مکہ کو خیر باد کہیں۔ اَور ان مخلص ساتھیوں سے جا ملیں جنہوں نے صرف اللہ کے لیئے اپنا وطن چھوڑا تھا۔ اور انصار کے شوق مُلاقات میں نہ مال کی پروا کی تھی۔ نہ اولاد کی۔ انصار کون؟ وہی خوش نصیب جنہوں نے آپؐ کی مدد کی تھی، آپؐ کو حفاظت کی خدمات پیش کی تھیں۔ اور جنہوں نے دستِ مبارک میں ہاتھ دے کر راہِ خدا میں سرفروشی کا عہد کیا تھا۔

اللہ مہاجروں کا بھلا کرے۔ انہوں نے صرف خدا کے لیئے کن

Marfat.com

کن نعمتوں سے ہاتھ دھویا اور کیسی کیسی چیزوں پر صبر کرلیا۔ انصار کا بھی بھلا کرے، کہ انہوں نے دینی بھائیوں کو اپنے یہاں بلاکر انہیں اپنے گھروں میں ٹھہرایا۔ صرف اللہ کی خوشی کے لیئے!

بالآخر ہجرت کا حکم آگیا اور آپؐ نے مدینہ کا ارادہ کرلیا۔ اس وقت قریش کی بھی سازش مکمل تھی اور سارا خاکہ تیار تھا۔ بات کیا تھی؟ مسلمانوں نے ہجرت کی تو انہیں دعوت کے لیئے ایک وسیع میدان ہاتھ آگیا۔ لوگ اسلام کی برکتیں دیکھ کر بہت متاثر ہوئے اور بہت تیزی سے اس کی طرف بڑھنے لگے۔ ہر طرف اسلام کا چرچا ہونے لگا۔ اور مسلمانوں کا زور بڑھنے لگا۔ قریش نے یہ دیکھا، تو بہت گھبرائے۔ انہیں محسوس ہوا کہ اب شامت سر پر منڈلا رہی ہے۔ اور طرح طرح کے خطرے سر اُٹھا رہے ہیں قریش و انصار میں نہایت زوردار جنگ کے بھی آثار نمایاں تھے۔ اس سے ان کے اور ہوش اُڑ گئے۔ سوچا کہ اس طرح تو ہمارا شام جانا بھی بند ہو جائے گا۔ تجارت بالکل ٹھپ ہو جائے گی۔ اور ہم دانہ، دانہ کو ترس جائیں گے۔ چنانچہ وہ دارالندوہ میں جمع ہوئے، کہ یہی ان کا "مشاورت گھر" تھا۔ یہاں سب لوگ سر جوڑ کر بیٹھے اور کوئی تدبیر سوچنے لگے، جس سے اسلام کا سیلِ رواں رُک جائے۔ اور چمنستان دین میں خاک اُڑنے لگے۔ لوگوں نے مختلف رائیں پیش کیں:

ایک نے کہا:

"محمدؐ کے ہاتھ پاؤں میں زنجیریں ڈال دیں۔ پھر کسی مکان میں بند کردیں۔"

دوسرا بولا:

"خدا کی قسم! اگر قید کیا، تو ہر طرف چرچا ہو جائے گا پھر تو بہت بُرا ہوگا۔ مسلمان فوراً چڑھائی کردیں گے۔ اور جب

Marfat.com

تک ہم سے اسے چھین نہیں لیں گے، دم نہیں لیں گے۔"

تیسرا بولا:

"محمدؐ کا یہاں رہنا اچھا نہیں۔ کہیں دُور دراز علاقہ میں چھوڑ آیا جائے۔ پھر وہ جہاں چاہے جائے، اور جس جگہ چاہے، رہے۔"

چوتھا بولا:

"یہ رائے تو بڑی بودی ہے۔ دیکھتے نہیں، وہ کیسی میٹھی میٹھی باتیں کرتا ہے۔ کتنے سلیقہ کی گفتگو کرتا ہے منٹوں میں دل موہ لیتا ہے۔ ایسا کرنے میں تو خطرہ ہی خطرہ ہے۔ یا تو وہ کسی دوسرے قبیلہ میں پہنچ جائے گا۔ اور اپنی جادو بیانی سے انہیں ہمنوا بنالے گا۔ ورنہ مدینہ پہنچ جائے گا۔ اور وہاں پہنچنا تو اور زیادہ خطرناک ہوگا۔ جاتے ہی وہ ساتھیوں کو ساتھ لے گا اور ہم کو پیس کر رکھ دے گا۔"

پھر آخر ہم کیا کریں؟ سب ایک ساتھ بول اُٹھے۔ آوازوں سے گھبراہٹ اور مایوسی ٹپک رہی تھی۔

اُبوجہل بولا ایک شکل ہے، جو اب تک کسی نے نہیں سوچی۔

سب نے پوچھا (بڑی بیتابی سے):

"ارے، وہ کیا اُبُوالحکم؟"

اس نے کہا:

"میری رائے یہ ہے کہ پہلے ہم ہر قبیلہ سے ایک پہلوان اور شیر دل جوان چنیں۔ پھر ہر ایک کے ہاتھ میں تلوار دیں۔ اور سب ایک ساتھ محمدؐ پر ٹوٹ پڑیں۔ اِس طرح اس کا کام تمام ہو جائے گا۔ اور ہم کو ہمیشہ کے لئے آرام مل

Marfat.com

جائے گا۔ کیونکہ اس طرح خون تمام قبیلوں میں بٹ جائے گا اور ظاہر ہے کہ بنی ہاشم تمام قبیلوں کا مقابلہ تو نہ کر سکیں گے مجبوراً خون بہا (یعنی سو اونٹ) پر ہی راضی ہو جائیں گے۔"

یہ رائے سب کو پسند آئی۔ سب خوشی سے اچھل پڑے اور سب نے ابو جہل کو مبارکباد دی۔

ابو الحکم! صحیح رائے تو اسے کہتے ہیں۔

پھر مجلس برخاست ہو گئی۔ اور اب ہر ایک خوشی سے ناچ رہا تھا، گویا محمدؐ دنیا سے چلے گئے۔ آپؐ کی دعوت کا نام و نشان مٹ گیا آپؐ کی یاد بھی ذہنوں سے محو ہو گئی۔ آپؐ کی دعوت سے دنیا نا آشنا ہو گئی۔ اور اس پر گردش زمانہ کی تہیں پڑ گئیں۔ لوگ گئے۔ اور ان جوانوں کا انتخاب کرنے لگے، جو محمد کا کام تمام کریں گے۔ اور ان تلواروں کا انتظام کرنے لگے، جنہیں وہ جسم اطہر پر چلائیں گے۔

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ۔ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ۔ (انفال: ۳۰)

"اور وہ وقت یاد کرو جب کافر تمہارے بارے میں چالیں چل رہے تھے۔ کہ تمہیں قتل کر دیں یا تمہیں جلا وطن کر دیں وہ اپنی چالیں چل رہے تھے۔ اور اللہ اپنی چال چل رہا تھا اور اللہ سب سے عمدہ چال چلنے والا ہے۔"

مشرکوں نے قتل کی اسکیم بنالی اور اس کے لئے ہر ایک نے کمر کس لی۔ کیونکہ اب تو خون سارے قبیلوں میں بٹ رہا تھا۔ اور چونکہ سارے قبیلے اس میں شریک ہو رہے تھے، آل ہاشم بدلہ بھی نہیں لے سکتے تھے

ادھر

خُدا کا نور خندہ زن تھا باطل کی لیاقت پر

اللہ کا فیصلہ تھا کہ آپؐ پر ذرا بھی آنچ نہ آئے۔ چنانچہ قریش کی تدبیر اُلٹی ہو گئی اور وہ خود اپنی سازش کا نشانہ بن گئے۔ اللہ نے آپؐ کی رہنمائی فرمائی اور وہ اپنا سا منہ لیئے رہ گئے۔

Marfat.com

وہ بھیانک رات آگئی، جس میں مشرکوں نے محمدؐ کی گھات میں بیٹھنے کا عزم کیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے گھر کو گھیر لیا۔ اُف! کتنا بھیانک منظر تھا وہ! آنکھوں میں چنگاریاں تھیں اور ہاتھوں میں نہایت تیز تلواریں جن کی باڑھوں میں موت چھپی بیٹھی تھی۔ عرب میں زنانہ مکان کے اندر گھسنا معیوب تھا۔ اس لیئے وہ باہر ٹھہرے رہے۔ اور موقع کی تاک میں لگے رہے کہ محمدؐ نکلیں اور وہ آپؐ کی تکہ بوٹی کر دیں۔

اِدھر اللہ نے آپؐ کو خبر کر دی۔ حضرت علیؓ بھی ساتھ ہی تھے۔ ان سے آپؐ نے فرمایا:

"مجھ کو ہجرت کا حکم ہو چکا ہے۔ دُشمن آج گھر کو گھیرے ہوئے ہیں۔ اور میرے قتل کے لیئے بیتاب ہیں"

پھر فرمایا:

"علی! میں آج مدینہ روانہ ہو جاؤں گا۔ تم میرے بستر پر سو رہو اور میری سبز چادر بھی اوڑھ لو۔ اللہ نے چاہا تو کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔ صبح جا کر سب امانتیں واپس کر دینا۔ پھر تم بھی چلے آنا"

بات کیا تھی؟ قریش اگر جان کے دُشمن تھے۔ لیکن آپؐ ہی ان کے "امین" بھی تھے۔ جس کو کوئی امانت رکھنی ہوتی، آپؐ ہی کے پاس رکھتا۔ اس وقت بھی آپؐ کے پاس بہت امانتیں تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ آپؐ حضرت علیؓ کو ساتھ نہ لے گئے۔ امانتیں واپس کرنے کے لیئے مکہ ہی میں چھوڑ

Marfat.com

گئے۔

اللہ! اللہ! شاید زمین و آسمان نے ایسا نظارہ کبھی نہ دیکھا۔ ایک طرف خون کے پیاسے دشمن ہیں۔ ہاتھوں میں خوں آشام تلواریں ہیں۔ گھر وہ گھیرے ہوئے ہیں، کہ آپؐ باہر نکلیں۔ اور وہ جسم مبارک کے پُرزے اُڑا دیں۔ اور دوسری طرف "امینِ قریش" کی ایمانداری ہے! امانتوں کا اس کے پاس انبار ہے۔ یہ امانتیں کس کی ہیں؟ انہی ظالموں کی، جو آپؐ کے خون کے پیاسے ہیں۔ چاہیں، تو ساری امانتیں لے کر آپؐ چلے جائیں۔ نہ کوئی آپؐ کا کچھ کر سکے۔ اور نہ آپؐ کو کچھ کہہ سکے۔ پھر اس وقت آپؐ نادار بھی ہیں۔ دولت کے شدید حاجت مند بھی ہیں۔ لیکن یہ سب کچھ ایک طرف "امینِ قریش" کی امانتداری ایک طرف اس میں سے ایک حبّہ لینا بھی گوارا نہیں۔ پھر یہ نہیں۔ پیارے بھائی کو بھی وہیں چھوڑ دیتے ہیں۔ ہاں خطرات کے نرغہ میں۔ کیوں؟ صرف اس لئے کہ ان ظالموں کی امانتیں اُن تک پہنچا دیں۔

حضرت علیؓ نے فی امان اللہ کہا۔ اور آپؐ روانہ ہو گئے۔ جُدا ہوتے وقت دونوں نے انتہائی شوق و محبت کے لہجہ میں کہا:

"اللہ کو منظور ہوا، تو پھر مدینہ میں ملیں گے۔"

پھر حضرت علیؓ بسترِ مرگ پر لیٹ گئے۔ اور سبز چادر اوڑھ کر سو رہے۔ دُشمنوں کو آپؐ کا انتظار تو تھا ہی۔ ایک ایک لمحہ اُن پر بار ہو رہا تھا۔ دیر ہو گئی، تو روزن سے وہ اندر جھانکنے لگے۔ بسترِ مبارک پر نظر پڑی، تو آپس میں بولے:

"وہ دیکھو، محمدؐ سو رہا ہے۔ جسم پر چادر بھی پڑی ہے۔"

پھر وہ سونے والے کا انتظار کرنے لگے، کہ وہ باہر آئے، اور سب ایک ساتھ اس پر ٹوٹ پڑیں۔ اس سے پہلے ہوا یہ کہ رات زیادہ گزر گئی،

Marfat.com

تو اُن پر غفلت سی طاری ہوگئی اور آپؐ ان کو چھوڑ کر باہر چلے آئے۔

اِس سے دو ہی تین دن پہلے آپؐ ابوبکرؓ کے گھر گئے تھے۔ دوپہر کا وقت تھا۔ دروازہ پر دستک دی۔ تو حضرت ابوبکرؓ باہر آئے، نظر پڑتے ہی بے ساختہ بولے؛

"شاید کوئی خاص بات ہے، کہ حضرت نے اس وقت زحمت فرمائی!"

پھر اجازت کے بعد آپؐ گھر میں تشریف لے گئے۔ اور فرمایا؛

"یہاں کون لوگ ہیں؟ ذرا دیر کے لئے انہیں ہٹا دو۔ کچھ مشورہ کرنا ہے۔"

حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا؛

"یہاں آپؐ کی حرمؓ کے سوا اور کوئی نہیں (عائشہؓ سے شادی ہو چکی تھی)۔"

آپؐ نے فرمایا؛

"ہجرت کی اجازت مل گئی ہے۔"

حضرت ابوبکرؓ (نہایت بیتابی سے)؛

"میرا باپ آپؐ پر فدا۔ کیا...... مجھ کو بھی رفاقت کا شرف حاصل ہوگا؟"

آپؐ نے فرمایا؛

"ہاں۔"

یہ سُننا تھا کہ آنکھوں میں خوشی کے آنسو تیرنے لگے۔ عرض کیا؛

"اللہ کے رسولؐ! مَیں نے کچھ سامان تیار کیا ہے، جو جہاد میں کام آئے گا۔ سفر کے لیئے دو اونٹنیاں بھی تیار کر لی ہیں۔ اور عبداللہ بن ارقطؔ سے بھی بات کر لی ہے۔ سفر میں اس سے

Marfat.com

سہولت رہے گی۔"

آپؐ نے فرمایا:

"ابھی اونٹنیوں کی ضرورت نہیں۔ پہلے تو ہم جنوب کا رُخ کریں گے اَور غارِ ثور میں کچھ دن ٹھہریں گے۔"

حضرت ابوبکرؓ سمجھ گئے کہ اس میں کیا مصلحت ہے؟ اس سے پہلے بھی وہ بارہا آپؐ کی حیرت انگیز سُوجھ بُوجھ کا تجربہ کر چکے تھے۔ اَور جانتے تھے کہ آپؐ کتنی باریک تدبیریں کرتے ہیں، کہ دُشمن اپنا سا منہ لے کر رہ جاتے ہیں۔

غارِ ثور مکہ سے جنوب میں ہے، تین میل کی مسافت پر۔ اَور یمن کے راستہ میں ہے۔ آپؐ سمجھتے تھے کہ ہر شخص جو سُنے گا کہ محمدؐ مکہ سے چلے گئے وہ یہی سمجھے گا کہ محمدؐ مدینہ ہی کے راستے میں ہوں گے اَور شمال کیطرف دوڑے گا کیونکہ مدینہ مکّہ سے شمال میں ہے۔ چنانچہ آپؐ نے ایسا نقشہ بنایا، کہ پیچھا کرنے والے ناکام ہوکر لوٹ جائیں اور ان کو پتہ بھی نہ چلے کہ آپؐ کدھر گئے؟ اَور کہاں گئے؟

مکہ کی آخری رات جبکہ دُشمنوں نے گھر کو گھیر لیا تھا، سیدھے آپؐ ابوبکرؓ کے گھر پہنچے۔ ان کو ساتھ لیا اور گھر کے عقب میں ایک کھڑکی تھی۔ اس سے نکل کر باہر آئے اَور رات کے پُرسکون اور تاریک سناٹے میں تیز تیز قدم بڑھانے لگے۔ پھر مکہ سے باہر پہنچے، تو جنوب کا رُخ کیا۔ اَور غارِ ثور کی طرف تیزی سے بڑھے۔

ادھر صبح تڑکے ہی حضرت علیؓ کی آنکھ کھُل گئی۔ اَور وہ بستر چھوڑ کر اُٹھ گئے۔ آہٹ ہوئی، تو دُشمن بھی چوکنّے ہو گئے، کہ اب کام کرنے کا وقت آگیا۔

لیکن ..... یہ محمدؐ کے بستر سے کون اُٹھا؟

Marfat.com

لوگ بار بار بیتابی کے ساتھ رَوزن سے اندر جھانکتے۔ اور حیران ہو کر وہاں سے ہٹ جاتے۔

یہ سو کر اٹھنے والا محمدؐ تو نہیں! یہ تو اَبُوطالبؑ کا لڑکا علیؓ ہے۔

اُف! اُف! یہ کیا ماجرا ہے؟

یہ وہ الفاظ تھے، جو بے اختیار اُن کی زبانوں سے نکلے۔ وہ بالکل حیرت کی مُورت بن گئے تھے۔

کیا ہم رات بھر علیؓ کے لیئے بیٹھے رہے؟ کیا ہم نے علیؓ کو محمدؐ سمجھ لیا تھا؟

علیؓ آج محمدؐ کے بستر پر کیوں سویا؟ اور محمدؐ کہاں ہے؟"

ہر ایک بدحواسی میں ایک دوسرے سے پوچھ رہا تھا۔ لیکن جواب دینے والا کوئی نہ تھا۔ پھر کچھ ہی دیر میں ان کے آدمی بھی آپہنچے۔ اور اب دیکھتے ہی دیکھتے لوگوں کی ایک بھیڑ تھی، لوگ بیتابی سے چلے آرہے تھے کہ دیکھیں محمدؐ کا کیا حشر ہوا؟ لیکن یہاں پہنچے تو معلوم ہُوا کہ محمدؐ تو کہیں چھُپ گئے!

سب حیران رہ گئے۔ غم و غصہ سے بدحال ہو گئے۔ گھر میں گھُس کر علیؓ سے پوچھا:

"تمہارا ساتھی کہاں ہے؟"

جواب ملا:

"مجھے نہیں معلوم!"

اب وہ علیؓ کو پکڑ کر باہر لائے اور بے تحاشا انہیں پیٹتے رہے، کہ محمدؐ کا پتہ چل جائے۔ لیکن علیؓ بار بار یہی کہتے رہے:

"مجھے معلوم نہیں!"

پھر جب وہ بالکل مایوس ہو گئے تو علیؓ کو لے جا کر کعبہ میں بند کر

Marfat.com

دیا۔ مگر وہاں بھی ان کو رحم نہ آیا اور وہ برابر ستاتے رہے۔ یہاں تک کہ کچھ رشتہ دار بیچ میں پڑے۔ اور اس طرح کہیں جاکر ان کی جان چھوٹی۔

جس روز مشرکوں نے قتل کی اسکیم بنائی۔ اسی روز آپؐ ہاتھ سے نکل گئے۔ اس کا مشرکوں کو سخت صدمہ ہوا۔ چنانچہ غصہ سے وہ دیوانے ہوگئے۔ اور بدحواسی کے عالم میں آپؐ کو ادھر اُدھر ڈھونڈنے لگے۔ کوئی تو مدینہ کی سمت دوڑا۔ اور کچھ لپک کر ابوبکرؓ کے گھر گئے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ابوبکرؓ آپؐ کے گہرے دوست ہیں اور آپؐ کو اُن سے خاص لگاؤ ہے۔ انہی لوگوں میں ابوجہل بھی تھا۔ کُنڈی کھٹکھٹائی، تو بڑی بیٹی اسماءؓ نکلیں۔ دشمنوں نے پوچھا:

"باپ کہاں ہیں؟"

اسماءؓ نے جواب دیا:

"کچھ پتہ نہیں وہ کہاں گئے۔"

دشمن سمجھ گئے کہ ابوبکرؓ بھی محمدؐ کے ساتھ ہی فرار ہوگئے۔ ابوجہل غصہ سے بیتاب تو تھا ہی۔ بدبخت سے برداشت نہ ہوا۔ اور اس نے اتنی زور سے معصوم گال پر ایک چانٹا رسید کیا کہ کان سے بالی چھٹک کر دُور جا گری۔ پھر دشمن لَوٹ آئے۔ اور کوئی ایسا شخص تلاش کرنے لگے، جو پیروں کے نشان پہچانے اور ان کی رہنمائی کرے۔

تلاش کے بعد ایک آدمی مل گیا۔ جو پیروں کے نشان پہچاننے میں ماہر تھا۔ نام اُس کا سُراقہ بن مالک تھا۔ وہ رسولؐ اور عاشقِ رسولؓ کے پیروں کے نشانات دیکھتا ہوا چلا۔ پیچھے پیچھے قریش کا ایک مجمع تھا۔ چلتے چلتے وہ مکہ سے باہر آگئے۔ اب سُراقہ نے جنوب کا رُخ کیا اور کوہِ ثور کی طرف بڑھا۔ لوگ سخت حیران تھے۔ ہر ایک تعجب سے کہہ رہا تھا:

Marfat.com

"آخر محمدؐ کدھر گیا؟ جنوب کی طرف یا شمال کی طرف۔"

دشمنوں کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔ لیکن وہ سُراقہ کے ساتھ چلتے رہے کہ شاید وہ کامیاب ہو جائے۔ سُراقہ ریت پر پیروں کے نشان دیکھ دیکھ کر چلتا رہا۔ پھر...... پھر وہ کوہِ ثور پر چڑھنے لگا۔

اللہ! اللہ! خدا نے رسولؐ سے وعدہ کیا تھا کہ

"وہ دشمنوں کی سازش کو ناکام کر دے گا۔ اور آپؐ پر ذرا بھی آنچ نہ آنے دے گا۔"

بھلا اُس سے بڑھ کر سچا کون ہو سکتا ہے؟

سُراقہ پہاڑ پر چڑھ گیا۔ دشمنوں کا قافلہ بھی ساتھ تھا۔ پھر اچانک وہ رُک گیا۔ چہرہ اُداس اُداس تھا۔ اور انتہائی حیرانی اور گھبراہٹ کا پتہ دے رہا تھا اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کہاں جائے، اور کدھر جائے! دشمنوں نے یہ کیفیت دیکھی، تو پوچھا:

"کیا بات ہے؟"

سُراقہ نے سامنے ایک پتھر کی طرف اشارہ کیا۔ اور کہا:

"اس پتھر تک تو وہ دونوں آئے، پھر نہیں معلوم، کدھر گئے؟"

یہ کہنا تھا کہ ایک قہقہہ بلند ہوا:

"ارے سُراقہ! آج تمہیں کیا ہو گیا؟ خُدا کی قسم، اِس طرح تو تم کبھی نہیں بھٹکے!"

پھر کچھ فاصلہ پر ایک چرواہا دکھائی دیا، جو اپنی بکریاں چرا رہا تھا دشمنوں نے پوچھا:

"کیا اس پہاڑ پر دو آدمیوں کو چڑھتے ہوئے دیکھا ہے؟"

Marfat.com

جواب مِلا:

"مَیں نے تو کسی کو نہیں دیکھا۔ لیکن دیکھ لو، ہو سکتا ہے کہ غار میں ہوں"

اَب قریش تیزی سے پہاڑ پر چڑھے۔ پھر بے تحاشا غار کی طرف لپکے۔ تیر، تلوار اَور لاٹھی سَب سے وہ مسلح تھے اَور ہر ایک کی تمنا تھی کہ محمدؐ کو مارنے کا سہرا اُسی کے سَر بندھے!

واہ رے محمدؐ...... محمدؐ اُس وقت غار میں کھڑے نماز میں مصروف تھے۔ اَور یارِ غار پاس ہی بیٹھے تھر تھر کانپ رَہے تھے۔ دل دھک دھک کر رَہا تھا، کہ کہیں ظالموں کی نظر آپؐ پر نہ پڑ جائے۔

دُشمنوں کی آوازیں بھی کانوں میں آرہی تھیں۔ اُن کے رُخ کا بھی اندازہ ہوگیا تھا۔ اَور اَب تو پیروں کی آہٹ، لاٹھیوں کی کھٹ کھٹ اَور چیخ پکار کی خوفناک آوازیں قریب تر ہوتی جارہی تھیں ــــ اَبُوبکرؓ چُپ چاپ تھے۔ نگاہیں آپؐ پر گاڑے ہوئے۔ رہ رہ کے ان کا دل چاہتا کاش میں محمدؐ کو دِل کے اندر چھپا سکتا۔ کاش میں آپؐ کو اپنا جسم اُوڑھا سکتا

پھر حضورؐ نماز سے فارغ ہوگئے۔ حضورؐ کی جان خطرہ میں دیکھ کر ابوبکرؓ خوف و گھبراہٹ سے بَدحال تھے۔ چہرہ اُترا ہوا تھا۔ اَور دل بیٹھا جارَہا تھا۔ آپؐ سَب بھانپ گئے۔ فوراً ڈھارس بندھائی اَور فرمایا:

"گھبراؤ نہیں، خدا ہمارے ساتھ ہے۔ (لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا) (توبہ: ۴۰)"

قریش کا ایک جوان تیزی سے غار کی طرف بڑھا۔ ابھی کچھ دُور ہی تھا کہ اچانک رُک گیا۔ پھر اُلٹے پاؤں لَوٹ پڑا۔ حسرت و افسوس سے چہرہ زرد تھا۔ یاس و نا اُمیدی میں غرق تھا۔

اِس کے ساتھی بھی پیچھے پیچھے تیزی سے بڑھ رَہے تھے۔ اِس کو

Marfat.com

دیکھ کر وہ بھی ٹھہر گئے اور بولے:

"کیا بات ہوئی؟ غار میں جھانکے بغیر کیوں لوٹ پڑے؟"

اس نے کہا ——— اور مایوسی سے اُس کا دل ڈوبا جا رہا تھا:

"ابھی محمدؐ پیدا بھی نہ ہوا تھا، اُس وقت سے اس پر مکڑی کا ڈیرہ ہے۔ غار کے منہ پر دو جنگلی کبوتروں کا گھونسلہ بھی ہے۔ راستہ میں درخت بھی کھڑا ہے۔ اس سے مجھے اندازہ ہوا کہ اس کے اندر کوئی نہیں ہو سکتا۔"

یہ آواز ابو بکرؓ نے بھی سُنی۔ سمجھ گئے کہ اللہ اپنے رسولؐ کو بچانا چاہتا ہے اسی کے یہ سارے انتظامات ہیں۔ دُشمن غار کے منہ تک پہنچ گئے تھے۔ اور وہیں اِدھر اُدھر ٹہل رہے تھے۔ اُبو بکرؓ اُن کے پیروں کو بھی دیکھ رہے تھے۔ لیکن خدا کا کرنا، کسی نے جھانک کر بھی غار کے اندر نہ دیکھا۔ اُبو بکرؓ نے آپؐ کے کان میں آہستہ سے کہا:

"ان میں سے کسی کی اپنے پاؤں پر نظر پڑ جائے، تو ہم کو دیکھ لے۔"

آپؐ نے فرمایا:

"ابو بکرؓ! ان دو کے بارے میں تمہارا خیال ہے، جن کا تیسرا اللہ ہے؟"

پھر دُشمن، غار کے پاس سے چلے گئے۔ اور اَب وہ پہاڑ سے نیچے اُترنے لگے۔ کہ جا کر دوسری جگہیں بھی دیکھیں۔ اتنی دوڑ دھوپ اور تلاش و جستجو کے باوجود ناکامی ہوئی۔ پھر بھی اُن کے حوصلے ویسے ہی بلند رہے اور وہ ویسے ہی دوڑ دھوپ میں لگے رہے۔ کیونکہ قریش نے اعلان کیا تھا کہ، جو محمدؐ کو پکڑ کر لائے گا، سو اُونٹ انعام پائے گا۔ ہر ایک چاہتا تھا کہ یہ سو اُونٹ اسی کو ملیں۔ اس لالچ کے پیچھے وہ دیوانے تھے۔ کیسی

Marfat.com

تکان، اور کیسی زحمت؟ سب سے بیگانہ تھے۔

پیارے نبیؐ اور حضرت ابوبکرؓ تین دن اسی غار میں ٹھہرے رہے۔ ابوبکرؓ کے بیٹے عبداللہؓ دن بھر پتہ لگاتے کہ قریش کیا کیا منصوبے بنا رہے ہیں؟ پھر جو کچھ خبر ملتی، رات کو آکر سُنا جاتے۔ ساتھ میں ان کی بہن اَسماءؓ بھی ہوتیں یہ گھر سے کھانا پکا کر لاتیں۔ کچھ رات گئے، ابوبکرؓ کا غلام عامر بن فہیرہؓ بکریاں چرا کر لے آتا۔ آپؐ اور حضرت ابوبکرؓ ان کا دُودھ پی لیتے۔ پھر تینوں مکہ واپس چلے جاتے۔ عبداللہ اور ان کی بہن آگے آگے ہوتیں اور عامر بن فہیرہؓ اور اس کی بکریاں پیچھے پیچھے۔ تاکہ ان دونوں کے پیروں کے نشانات مٹتے جائیں۔

اِس طرح تین دن گزر گئے۔ پیارے نبیؐ اور ابوبکرؓ کی تلاش اَب رُک گئی اور جو لوگ آپؐ کو ڈھونڈنے نکلے تھے، وہ مایوس ہو کر گھروں کو لوٹ آئے۔ کیونکہ انہوں نے سوچا کہ اَب تو سفر کا بیشتر حصہ طے ہو چکا ہو گا۔ اور اور اَب تو محمدؐ نہ جانے کہاں پہنچ گیا ہو گا۔ لہٰذا اَب پیچھا کرنا فضول ہے۔

عبداللہؓ روزانہ پیارے نبیؐ اور پیارے باپؓ کو قریش کی ساری خبریں سُنایا ہی کرتے تھے، قریش کی مایوسی کا بھی حال سُنایا۔ ابوبکرؓ نے سُنا، تو عبداللہ سے کہا:

"مَیں نے جو دو اُونٹنیاں تیار کی ہیں، انہیں لیتے آنا لیکن دیکھو، کسی کو پتہ نہ چلے۔ ساتھ میں عبداللہ بن اَرقط کو بھی بلاتے لانا۔"

یہ ایک کافر تھا مگر حضرت اَبُوبکرؓ کو اس پر اعتماد تھا۔ اس لئے انہوں نے اسے اُجرت پر طے کر لیا تھا، کہ کسی غیر آباد راستہ سے وہ مَدینہ پہنچا دے۔

شام ہوتے ہی عبداللہؓ غارِ ثَور کے لئے روانہ ہو گئے۔ ساتھ میں

Marfat.com

اِن کی بہن اَسمَاءؓ اور عامر بن فُہَیرَہ بھی تھا۔ پیچھے پیچھے عبداللہ بن اَرَقط بھی تھا۔ جو حضرت ابوبکرؓ کی دونوں اُونٹنیاں اور اپنی ایک اُونٹنی لے کر آ رہا تھا۔

کچھ دیر میں یہ لوگ اونٹنیوں کے ساتھ غار پر آ پہنچے۔ دونوں میں جو زیادہ اچھی تھی، اسے ابوبکرؓ نے آپؐ کو پیش کیا اور عرض کیا:

"اللہ کے رسولؐ! اس پر سواری فرمایئے۔"

محسنِ عالمؐ کو کسی کا احسان لینا کب گوارا تھا۔ فرمایا:

"مَیں دوسرے کی اُونٹنی پر نہیں بیٹھتا۔"

حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا:

"یہ اَب آپؐ کی ہے اللہ کے رسولؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر فِدا ہوں۔"

آپؐ نے فرمایا

"نہیں جتنے میں خریدا ہے، اتنی ہی قیمت پر۔"

ابوبکرؓ کو مجبوراً تیار ہونا پڑا۔ حضرت اَسمَاءؓ نے سفر کا سامان کیا۔ گھر سے وہ ایک ناشتہ دان میں کھانا، اور پانی سے بھرا ہوا ایک مشکیزہ لائی تھیں۔ ان دونوں کو اُونٹنی پر رکھنا تھا۔ مگر باندھنے کے لیئے کوئی بندھن نہیں تھا۔ اِس لیئے پریشان ہوئیں کہ کیا کریں؟

پھر ایک ترکیب سمجھ میں آگئی۔ نِطَاق[1] کو پھاڑ کر انہوں نے دو ٹکڑے کیئے اور ایک سے ناشتہ دان اور مشکیزہ کو باندھ دیا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ذَاتُ النِّطَاقَین (دو نطاقوں والی) کے لقب سے مشہور ہوئیں۔

پھر آپؐ اور ابوبکرؓ دونوں اونٹنیوں پر سوار ہو گئے۔ عبداللہ بن اَرَقط

---

[1] اس کو عورتیں کمر سے لپیٹتی ہیں۔

Marfat.com

بھی اپنی اُونٹنی پر بیٹھ گیا۔ ابوبکرؓ نے پیچھے غلام کو بھی بٹھا لیا کہ راستہ میں کوئی ضرورت پیش آئے، تو زحمت نہ ہو۔ پھر یہ قافلہ عبداللہ بن اَرقَط کی رہنمائی میں روانہ ہو گیا۔ اور ساحلی راستے سے ہوتا ہوا چلا، جو بالکل سنسان اور غیر آباد تھا۔

Marfat.com

قریش کی حسرتوں کا خون ہوگیا۔ اور دل کے ارمان دل میں ہی رہ گئے۔ اس کا ان کو سخت صدمہ ہوا۔ چنانچہ اب وہ جہاں کہیں اکٹھا ہوتے، اسی کا رونا روتے۔ پیارے نبیؐ ہاتھ سے نکل گئے تھے۔ اس پر وہ ہاتھ ملتے قریش اپنی ایک مجلس میں بیٹھے اسی طرح رنج وغم کا اظہار کر رہے تھے کہ ایک آدمی اندر داخل ہوا۔ یہ کسی سفر سے لوٹ کر ابھی ابھی آیا تھا۔ اس نے کہا:

"میں ساحلی راستہ سے آ رہا تھا کہ تین آدمی میرے سامنے ہی سے گزرے۔ میرا خیال ہے کہ وہ محمدؐ اور ان کے ساتھی ہی تھے۔"

وہاں سُراقہ نامی ایک آدمی بھی تھا۔ یہ جُعشُم کا بیٹا تھا۔ بہت ہی دُور رس اور سمجھدار آدمی تھا۔ یہ بات سُنی تو سمجھ گیا کہ اس آدمی کا اندازہ بالکل صحیح ہے۔ لیکن اس کی تمنا تھی کہ محمدؐ کو پکڑنے کا فخر مجھ کو حاصل ہو اور انعام کے سو اونٹ بھی میرے ہی دروازہ پر بندھیں۔ چنانچہ اس نے لوگوں کو بہکانے کے لیئے فوراً تردید کی۔ بولا:

"نہیں جی۔ اب وہ یہاں کہاں بیٹھے ہیں۔ ابھی ابھی کچھ آدمی میرے سامنے ہی تو اس طرف گئے ہیں۔ میں تو ان سے اچھی طرح واقف ہوں۔"

سب کو سُراقہ کی بات صحیح معلوم ہوئی۔ اور کسی نے اس آدمی کیطرف دھیان نہ دیا۔ اس کے بعد سُراقہ کچھ دیر تو وہاں بیٹھا رہا۔ پھر اُٹھا اور گھر

Marfat.com

کی طرف روانہ ہو گیا۔

گھر پہنچتے ہی وہ ہتھیار سج کر تیار ہو گیا۔ پھر اس نے اپنے ایک نوکر سے کہا اور اس نے گھوڑے پر زین کس کے اسے مکہ سے باہر پہنچا دیا۔ کچھ ہی دیر میں سُراقہ بھی نظریں بچا کر وہاں پہنچ گیا۔ کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ مکہ سے باہر جاتے ہوئے اسے کوئی نہ دیکھنے پائے پھر مکہ سے باہر پہنچ کر وہ گھوڑے پر سوار ہو گیا اور لگام چھوڑ دی۔ اب گھوڑا ٹاپیں مارتا، دھول اُڑاتا، تیزی سے ساحل کی طرف بڑھا۔

کیا یہ ممکن ہے کہ سُراقہ محمدؐ کو پالے، جبکہ اللہ نے غار پر منڈلانے والے خطرات سے آپؐ کو بچا لیا! نہیں ہرگز نہیں۔ اللہ محمدؐ کی طرف سے اپنی نظر نہیں پھیر سکتا، جبکہ وہ وعدہ کر چکا ہے، ساری سازشیں ناکام کرنے کا۔

گھوڑا ابھی کچھ ہی دُور بڑھا تھا، کہ اس نے ٹھوکر کھائی اور قریب تھا کہ وہ سُراقہ کو زمین پر پھینک دے۔ لیکن سُراقہ جلدی سے سنبھلا، اور پھر اس کو ایڑ لگائی۔ اب گھوڑا ہوا میں تیرنے لگا۔ مگر زیادہ دُور وہ نہیں گیا تھا، کہ پھر ٹھوکر لگی۔ لیکن سُراقہ کی ہمت پست نہ ہوئی اور اس نے دوبارہ گھوڑے کو سنبھالا اور پھر ایڑ لگائی۔ اگرچہ اب وہ کچھ مرعوب تھا۔ کچھ خوفزدہ اور ہراساں تھا۔ کچھ مایوسی کا بھی شکار تھا۔ ادھر گھوڑا پھر سرپٹ بھاگا چلا جا رہا تھا۔

قافلہ ایک دن، رات برابر چلتا رہا۔ راستے میں نہ کسی دُشمن کا سامنا ہوا۔ اور نہ کوئی پیچھا کرنے والا نظر آیا۔ لہذا ابوبکرؓ کو اب بالکل اطمینان تھا اور دل کی گھبراہٹ اور پریشانی دُور ہو چکی تھی۔ حضورؐ کے بارے میں اب کسی بھی خطرہ کا اندیشہ نہ رہ گیا تھا۔ پھر چونکہ یہ دوسرے دن دوپہر کا وقت تھا اور دھوپ کی گرمی سے جسم بھنا جا رہا تھا۔ اس لیئے ابوبکرؓ

Marfat.com

کی خواہش ہوئی کہ حضرتؐ کچھ آرام فرمالیں۔ چنانچہ ہر طرف نظر دوڑائی تو ایک چٹان کے نیچے سایہ نظر آیا وہ وہیں جاکر اُتر گئے۔ پھر جلدی سے آپؐ کے لئے جگہ ٹھیک کر کے بکری کی کھال بچھائی اور کھانا پیش کیا۔ سب نے ایک ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا۔ پھر آپؐ نے تھوڑی دیر کیلئے آنکھ بند کرلی۔ اور آرام فرمانے لگے۔

سورج اب ڈھل چکا تھا اور اس وقت پاس ہی ایک چرواہا بکریاں چرا رہا تھا۔ ابوبکرؓ نے جاکر اُس سے دودھ دوہنے کو کہا۔ پھر حضرت کے پاس آئے اور دودھ میں تھوڑا سا پانی مِلاکر پینے کے لئے پیش کیا۔ آپؐ نے پی کر فرمایا:

"کیا ابھی چلنے کا وقت نہیں ہوا؟"

پھر آپؐ وہاں سے روانہ ہونے لگے۔ چنانچہ اچانک ابوبکرؓ کی نظر جنوب کی طرف پڑی۔ دیکھا تو ایک سوار بہت تیزی سے لپکا چلا آرہا تھا۔ ابوبکرؓ کا دل دھک دھک کرنے لگا۔ عرض کیا:

"اللہ کے رسولؐ! اب تو ہم دھر لیئے گئے!"

مگر آپؐ کے اطمینان کا وہی حال تھا۔ بہت ہی سکون کے ساتھ فرمایا:

"ابوبکرؓ! گھبراؤ نہیں۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔"

اللہ سچ مچ ان کے ساتھ تھا! سُراقہ کا گھوڑا اب بہت قریب آچکا تھا اب وہ بالکل نظروں کے سامنے تھا اور اُس کی ٹاپوں کی آواز کانوں میں آ رہی تھی۔ لیکن یکایک بہت زور کی ٹھوکر لگی اور اس بار اس کے پاؤں گھٹنوں تک زمین میں تھے۔ اور سوار لڑھک کر زمین پر۔ اس کا چہرہ ریت سے بالکل اَٹ گیا۔ اور ہمت نے بھی جواب دے دیا۔ سُراقہ کو اب یقین ہوگیا، کہ آثار اچھے نہیں۔ اور میں نے جس کام کا بیڑا اُٹھایا ہے، خُدا اس سے راضی نہیں۔ چنانچہ وہ وہیں رُک گیا۔ اور دور سے آپؐ کو اور

Marfat.com

ساتھیوں کو آواز دی:

"مَیں جُعشُم کا بیٹا سُراقہؓ ہوں۔ ذرا ٹھہر جاؤ۔ کچھ باتیں کروں گا۔ بخُدا مَیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ اطمینان رکھو، مَیں کچھ بھی نہیں کروں گا۔"

محمدؐ نے فرمایا:

"ابوبکرؓ! پوچھو، وہ کیا چاہتا ہے؟"

ابوبکرؓ نے پوچھا:

"کہو، کیا چاہتے ہو؟"

سُراقہ نے جواب دیا:

"امن کی تحریر۔"

رحمتِ عالمؐ نے درخواست قبول کی۔ اور ابوبکرؓ کو لکھنے کا حکم دیا۔ چمڑے کا ایک ٹکڑا تھا۔ آپؐ نے جو کچھ فرمایا، ابوبکرؓ نے اس پر لکھ دیا۔ پھر سُراقہؓ کو دے دیا۔ سُراقہؓ نے اُس کو لیا۔ اور گھوڑے پر سوار ہو کر مکہ لوٹ آیا۔

یہ سب ہوا تھا، لیکن سُراقہؓ نے کسی سے کچھ نہ کہا۔ البتہ اَب اس کو آپؐ سے بے حد محبت تھی۔ اور بے انتہا الفت و ہمدردی۔ چنانچہ اَب اگر وہ دیکھتا کہ کوئی آپؐ کا پیچھا کرنے جا رہا ہے۔ یا تلاش کی غرض سے نکل رہا ہے، تو اُسے وہ بہکاتا۔ اور جس طرح بن پڑتا، روکنے کی کوشش کرتا۔

Marfat.com

حضورؐ کی ہجرت ہوئی، تو مکہ میں علیؓ کے لیئے کچھ نہ رہا۔ ایک تو جان کا خطرہ تھا۔ پھر آپؐ سے دُوری کا صَدمہ۔ اِس لیئے وہاں کی ایک ایک چیز انہیں کاٹنے لگی۔ اَور ذاتِ گرامیؐ کی یاد بُری طرح ستانے لگی۔ اَب وہ بے قرار رہتے اَور آپؐ سے جا ملنے کے لیئے بیتاب۔ امانتوں کی واپسی سے چھٹی ملی تو موقع پاتے ہی وہ مکہ سے روانہ ہو گئے۔ سواری کے لیئے نہ کوئی اُونٹنی تھی، نہ خچر لیکن آپؐ سے جا ملنے کے شوق میں وہ پیدل ہی چل پڑے اَور بڑی بے تابی سے تیز تیز قدم بڑھانے لگے۔

سُبحان اللہ! یہ تھی علیؓ کی وفاداری اَور سعادت مندی! کتنے اونچے انسان تھے وہ! اور کتنی نیک طبیعت تھی ان کی!

اِس زمانہ کا لمبا سفر..... وہ بھی تنہائی اَور بے سرو سامانی کی حالت میں..... اَور وہ بھی پیدل! کِتنی بلند تھی ان کی ہمت، اَور کیسا محکم تھا ان کا عزم!

رَاستہ بھی کیسا؟ لق ودق ریگستان، ہرطرف ویران اَور سنسان، نہ سَایہ کی آس نہ پانی کا امکان۔ اوپر سے چلچلاتی ہوئی دھوپ۔ نیچے سے تپتی ہوئی ریت، جیسے آگ کی چنگاریاں۔ لیکن یہ سَب چیزیں ایک طرف۔ رسولِ خدا کی محبت ایک طرف۔ حضرت علیؓ بے اختیار خطرات میں کُود پڑے۔ راستہ کی پریشانیاں جھیلتے رہے۔ دشوار گزار نشیب وفراز طے کرتے رہے اَور رات دن آگے بڑھتے رہے۔ ان کو بس ایک ہی دُھن تھی، ایک ہی آرزو تھی۔ ایک ہی تمنا تھی۔ پیارے بھائی کا قربٗ،

Marfat.com

مخلص دوستوں کی ملاقات اَور بس۔

وہ چلتے رہے، چلتے رہے یہاں تک کہ تلوے لہولہان ہوگئے پیر بے جان ہوگئے اَور چلنے کی طاقت نہ رہی۔ لیکن حوصلے ابھی جوان تھے ایک دُھن تھی، جو انہیں بے اختیار کھینچے لیئے جارہی تھی، اَور اُن کے پیر ــــ خون میں نہائے ہوئے پیر تیزی سے بڑھے چلے جا رہے تھے۔ اُن کو یہ گوارا نہ تھا کہ ذرا ٹھہر کر دم لے لیں اور تکان سے چُور جسم کو کچھ آرام دے لیں۔ وہ درد کی ٹیس اور تکان کی تکلیف پر صبر کرتے رہے۔ اَور بے تابی کے ساتھ کعبۂ مقصود (آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف دَوڑتے رہے۔

مَدینہ کے تین میل کے فاصلہ پر ایک چھوٹی سی آبادی تھی۔ یہ ذرا اونچائی پر واقع تھی اَور عَالیہ اَور قُباء کے نام سے مشہور تھی۔ یہاں مسلمانوں کے کئی اُونچے گھرانے تھے۔ رسولِ خدا اُنکے مہمان ہوئے۔ اَور چودہ دن وہیں ٹھہرے رہے۔ وہاں کے دورانِ قیام میں خود دستِ مبارک سے ایک مسجد کی بنیاد بھی ڈالی۔ جو "مسجدِ قباء" کے نام سے مشہور ہوئی۔ یہیں پر علیؓ کی آپؐ سے مُلاقات بھی ہوئی۔ اَور پھر چھوٹا مجاہد بڑے مجاہد کے ساتھ ہوگیا۔ اَب خوشی کا کیا ٹھکانہ تھا۔ ایک ہی ساتھ تین، تین خوشیاں اکٹھا تھیں۔ مُلاقات کی خوشی، دشمنوں سے نجات کی خوشی، اَور پھر جاں نثار ساتھیوں میں پہنچنے کی خوشی۔ چودہ دن گزر گئے، تو آپؐ نے ساتھیوں کے ساتھ شہر کا رُخ کیا۔

مَدینہ میں آپؐ کی آمد کی خبر پہنچ چکی تھی۔ اَب کیا تھا! ہر طرف عجیب وغریب منظر تھا۔ مسلمان، مشرک اَور یہودی سَب خوشی سے اُچھل رہے تھے اَور مسرت کے گیت گا رہے تھے۔ سارے ہی لوگ شوق و محبت سے بیتاب تھے۔ ہر طرف ایک ہماہمی تھی۔ ہر طرف

Marfat.com

آپؐ کی آمد آمد تھی۔ سب پر انتظار کا عالم تھا۔ ننھے ننھے بچے تک خوشی سے ناچ رہے تھے۔ اور گلیوں میں کہتے پھرتے تھے:

"پیارے نبیؐ آ رہے ہیں"

لوگ ہر روز صبح تڑکے ہی شہر سے باہر نکل جاتے، اور بے تابی کے ساتھ اُفق پر نظریں جما دیتے۔ اسی طرح وہ پہروں آپؐ کا راستہ دیکھتے رہتے۔ اور پھر مایوس ہو کر حسرت کے ساتھ لوٹ آتے۔ ایک دن وہ انتظار کر کے واپس جا چکے، کہ ایک اُونچے ٹیلے سے ایک آواز بلند ہوئی۔ اور ساری فضا میں گونج اُٹھی:

"لوگو! جس کا انتظار تھا، وہ آ گیا"

یہ ایک چھوٹا سا جملہ تھا، جس پر سارا مدینہ بے تاب ہو اُٹھا۔ اور سب کے دل بلیوں اُچھلنے لگے۔ مردوں کے سینے خوشی سے اُمنڈ آئے اور بچوں اور عورتوں کے چہرے پھول کی طرح کھل اُٹھے۔ یہ آواز ایک یہودی کی آواز تھی، جو مسلمانوں ہی کی طرح بے تابی سے محمدؐ کے انتظار میں تھا۔ اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ہر مسلمان محمدؐ کے انتظار میں خوشی سے بے قابو ہے۔ ہر ایک کے گھر عید کا سماں ہے۔ ہر سو ایک عجیب دھوم دھام اور چہل پہل ہے۔ کیوں؟ محمدؐ آ رہے ہیں! اس سے وہ بہت متاثر ہوا۔ اور اب اس پر بھی ایک انتظار کا عالم تھا۔ آج اس نے دیکھا کہ ایک چھوٹا سا قافلہ آ رہا ہے۔ فوراً سمجھ گیا کہ یہ وہی ہر دلعزیز مہمان ہے۔ اور خوشی سے پکار اُٹھا:

"لوگو! جس کا انتظار تھا وہ آ گیا"

تمام بوڑھے اور جوان بے تابانہ گھروں سے بہرِ استقبال نکل آئے اکثر لوگ آپؐ کو پہچانتے نہ تھے۔ کیونکہ انہوں نے کبھی دیکھا نہ تھا۔ لیکن ان کے دل آپؐ کو خوب جانتے تھے۔ ان کے سینہ میں محبت و شوق

Marfat.com

کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔

کھجور کے درخت کے نیچے پیارے نبیؐ کی اپنے ساتھیوں سے مُلاقات ہوئی۔ لوگ شوق سے بیتاب تھے۔ لیکن آپؐ کو پہچان نہ سکتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے دھوپ سے بچانے کے لیئے سَر پر چادر تانی، تب لوگوں کو معلوم ہوا کہ یہی اللہ کا پیارا رسولؐ ہے۔

• یہ جمعہ کا دن تھا۔ راستہ ہی میں نماز کا وقت ہوگیا۔ اس وقت آپؐ بنی سالم کے محلہ میں تھے۔ اس لیئے جمعہ کی نماز آپؐ نے یہیں اُدا فرمائی۔ آپؐ کے ساتھ ان جاں نثاروں نے بھی نماز ادا کی، جو آپؐ کو دیکھنے سے پہلے ہی مسلمان تھے۔

اِس کے بعد رسولِؐ خُدا مَدینہ میں داخل ہوئے ـــــ اِس پاک سرزمین میں جس نے آپؐ کو ہاتھوں ہاتھ لیا، جبکہ وطن نے آپؐ کا ساتھ نہ دیا۔ آپؐ کے ننھیالی رشتہ دار بنونجّار بھی ہتھیار سج سج کر آ گئے۔ اس طرح قُبا، سے مَدینہ تک آپؐ کے دونوں طرف جاں نثاروں کی قطاریں تھیں۔

ایک عجیب و غریب منظر تھا۔ برسہا برس گزر گئے تھے، خوشی و غم کے ہزار ہا واقعات پیش آ چکے تھے۔ بڑے سے بڑے میلے اور جشن منائے جا چکے تھے لیکن ..... لیکن مَدینہ کی گلیوں نے کبھی ایسا نظارہ نہ دیکھا تھا۔

مَدینہ کے ہر خاندان کی تمنا تھی کہ رسولِؐ خُدا کو اپنا مہمان بنائے۔ ہر قبیلہ سامنے آ کر عرض کرتا:

"اللہ کے رسولؐ آپؐ ہمارے یہاں ٹھہریں۔ دیکھیئے،
یہ گھر ہے، یہ مال ہے، یہ جان ہے۔"

رسولِؐ خُدا مسکراتے ہوئے شکریہ ادا فرماتے۔ اور ان کیلیئے دُعائے

Marfat.com

خیر کرتے۔ اس وقت آپؐ اونٹنی پر سوار تھے۔ آپؐ نے اس کی مہار ڈھیلی کر دی اور فرمایا:

"میں وہاں ٹھہروں گا، جہاں اللہ ٹھہرائے گا۔"

اُونٹنی مدینہ کی گلیوں میں چل رہی تھی۔ اور صحابہؓ آپؐ کے ارد گرد تھے۔ لوگوں کا ایک انبوہ تھا، جو جوش میں نعرہ لگا رہا تھا:

"اللہ اکبر، محمدؐ آ گئے۔ اللہ اکبر، رسولِ خُدا آ گئے۔"

ننھے ننھے لڑکے اور معصوم بچیاں دَف بجا رہی تھیں۔ اور خوشی میں گاتی جا رہی تھیں:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا	مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
چودھویں کا چاند ہمارے سامنے نکل آیا	وَداع کی گھاٹیوں سے
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا	مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعِ
ہم پر خُدا کا شکر واجب ہے	جب تک دعا مانگنے والے دعا مانگیں
اَيُّهَا الْمَبْعُوثُ فِينَا	جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ
اے ہم میں آنے والے!	یہاں تیری باتیں سُنی جائیں گی۔

عورتیں گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئی تھیں، اپنے معزز مہمان کو ایک نظر دیکھ لینے کے لیے۔ مرد بھی اُونچی اُونچی جگہوں پر چڑھ گئے تھے۔ اور اس طرح خراجِ عقیدت پیش کر رہے تھے۔

پیارے نبیؐ کی اُونٹنی چلتی رہی، چلتی رہی۔ پھر ایک جگہ آ کر ٹھہر گئی۔ اور وہیں بیٹھ گئی۔ یہ خاندان نجّار کے دو یتیموں کی زمین تھی۔ اس میں کچھ قبریں تھیں۔ کچھ کھجور کے درخت تھے۔

اُونٹنی بیٹھی تو پیارے نبیؐ اُتر آئے۔ پھر فرمایا:

"یہ زمین کس کی ہے؟ (آپؐ یہاں مسجد بنانا چاہتے تھے۔)"

Marfat.com

عفراء کے بیٹے معاذؓ آگے بڑھے۔ عرض کیا:

"رسولِ خدا! سہل اور سہیل دو بچے ہیں۔ یہ زمین انہی کی ہے۔ باپ کا سایہ سر سے اُٹھ چکا ہے اور اب وہ دونوں میری ہی پرورش میں ہیں۔ آپؐ خوشی سے یہاں مسجد بنوائیں میں انہیں راضی کر لوں گا۔"

لیکن آپؐ نے خود ان یتیموں کو بُلا بھیجا۔ اِن دونوں نے سُنا تو یہ زمین مُفت دینی چاہی۔ مگر آپؐ نے یہ پسند نہ فرمایا اور قیمت دے کر خرید لی پھر زمین برابر کی گئی۔ اور مسجد بننی شروع ہوگئی۔

آپؐ حضرت ابُو ایُوبؓ انصاریؓ کے مہمان ہوئے۔ اب کیا تھا! وہ خوشی سے نہال ہو گئے۔ حضرت ابُو ایوبؓ آپؐ کا بہت خیال رکھتے اور ہر طرح کا آرام پہنچانے کی کوشش کرتے۔ سات مہینے آپؐ یہیں ٹھہرے رہے۔ اس مُدّت میں مسجد بن کر تیار ہوگئی۔ پھر مسجد کے قریب ہی اُمّہات المؤمنینؓ کے لیئے کچھ کوٹھریاں بنیں، جن کو حُجرہ کہتے ہیں۔ اِس کے بعد آپؐ یہیں چلے آئے۔

رسولِ خدا قبیلۂ نجّار میں ٹھہرے، تو قبیلہ والوں کو کتنی خوشی ہوئی، اس کا اندازہ کون کرے؟ نجّار کی لڑکیاں خوشی سے اُچھلتی تھیں اور بے خود ہوکر یہ گیت گاتی تھیں:

نَحْنُ جَوَارٍ مِّنْ بَنِی النَّجَّارِ

ہم خاندانِ نجار کی لڑکیاں ہیں

یَا حَبَّذَا مُحَمَّدًا مِّنْ جَارٍ

اے ہے، محمدؐ ہمارے پاس رہیں گے

Marfat.com

پیارے نبیؐ مدینہ میں رہنے لگے۔ رہتے رہتے کافی دن ہو گئے۔ یہ دن بہت سکون سے گزرے۔ ہر طرح کا آرام تھا۔ کسی طرح کا خوف اور خطرہ نہ تھا۔ پیارے نبیؐ نے اُمہات المؤمنین کو بھی بُلا لیا۔ پیاری صاحبزادیاں رضؓ بھی آ گئیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے بیٹے عبداللہؓ کو لکھ دیا۔ وہ بھی ماں، بہنوں کو لے کر مدینہ آ گئے۔ دوسرے ساتھیوں نے بھی اہل و عیال کو بُلا لیا۔ جو مسلمان مکہ میں رہ گئے تھے، وہ بھی مدینہ چلے آئے۔ ساتھ میں بیوی بچوں کو بھی لائے۔ مگر یہ لوگ مدینہ آئے تو بالکل خالی ہاتھ تھے۔ ساتھ میں کچھ بھی نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انصار اگرچہ ان کی بہت مدد کرتے اور ان کے آرام کا پورا خیال رکھتے۔ لیکن پھر بھی بڑی تنگی سے گزارا ہوتا تھا۔

اللہ اکبر! حضورؐ کے حُسنِ تدبیر کو کیا کہئے! بس سُنیئے اور داد دیجئے! آپؐ نے انصار اور مہاجرین کو جمع کیا پھر انصارؓ سے فرمایا:

"یہ مہاجرینؓ تمہارے بھائی ہیں"

اس کے بعد آپؐ ایک انصاری کو بُلاتے۔ پھر ایک مہاجر کو بُلاتے اور فرماتے:

"یہ اور تم بھائی بھائی ہو"

اَب وہ سچ مچ بھائی بھائی تھے۔ انصار اپنے بھائیوں کو گھروں پر لے گئے۔ انہیں اپنے یہاں ٹھہرایا۔ رہنے کے لیئے گھر دیا۔ مال و جائیداد میں ان کا حصّہ لگایا۔ اور ہر طرح کا آرام بہم پہنچایا۔ اَب

Marfat.com

مدینہ ان کا اپنا وطن تھا۔ جہاں ان کے لیئے ہر طرح کی سہولت تھی۔ غرض اس بھائی چارہ نے انصار اور مہاجرین کے تعلقات بہت مضبوط ہو گئے اور دونوں میں گہری محبت اور الفت ہو گئی۔ ہر ایک دوسرے کو دل سے چاہنے لگا۔ ہر ایک جو اپنے لیئے پسند کرتا، وہی بھائی کے لیئے بھی پسند کرتا اور جو چیز خود ناپسند ہوتی، وہ بھائی کے لیئے بھی ناپسند ہوتی۔ یوں سمجھیئے، اب وہ ایک جان دو قالب تھے۔

مہاجرین تو ہاتھ پیر مارنے کے عادی تھے، موقع پاتے ہی کاروبار میں لگ گئے۔ کوئی تجارت میں لگ گیا اور کوئی انصار کی زمین میں کاشت کرنے لگا۔

حرکت میں برکت تو ہوتی ہی ہے۔ اللہ نے کاروبار میں برکت دی اس طرح بہت جلد اپنے پیروں پر کھڑے ہو گئے اور پھر سے اپنے گھر بسا لیئے۔

کچھ مسلمان ایسے بھی تھے، جو بہت زیادہ مفلس تھے ان کے رہنے کے لیئے کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ کسی کاروبار کے بھی وہ لائق نہ تھے۔ اسطرح دو، دو، تین، تین دن ان کے فاقہ میں گزر جاتے۔ حضورؐ ان کا بہت خیال رکھتے اور بیت المال سے انہیں وظیفہ بھی دیتے۔ مسجد نبویؐ کے ایک کنارہ پر ایک چبوترہ[1] تھا، رات میں یہ بیچارے وہیں پڑ رہتے۔

مدینہ میں یہودیوں کی بھی اچھی خاصی آبادی تھی۔ اور یہی عرب کے مہاجن تھے۔ اس لیئے مدینہ پر انہی کی حکومت تھی۔ ایسی حالت میں وہاں امن کی صرف ایک ہی صورت ہو سکتی تھی۔ یہ خوش رہیں۔ اور تعلقات ان سے خوشگوار رہیں۔ اس لیئے پیارے نبیؐ نے سوچا کہ ان سے سمجھوتہ

---

[1] عربی میں چبوترہ کو "صُفّہ" کہتے ہیں۔ اس لیئے یہ اصحاب صُفّہ کہلائے۔

Marfat.com

ہو جائے اور مدینہ میں مسلمان، یہودی سب آزادی سے رہیں۔ کوئی کسی کے مذہب کی توہین نہ کرے۔ کوئی کسی کے مال کو ہاتھ نہ لگائے۔ کوئی دشمن شہر پر حملہ کرے تو مقابلہ میں دونوں ایک ہوں۔ مالِ غنیمت ملے، تو اس میں بھی برابر کے شریک ہوں۔ چنانچہ آپؐ نے یہودیوں سے بات چیت کی۔ اور وہ خوشی راضی ہو گئے۔ پھر سب ایک جگہ جمع ہوئے۔ اور ایک معاہدہ تحریر ہو گیا۔ مگر یہ معاہدہ زیادہ دنوں قائم نہ رہ سکا۔ کیونکہ یہودیوں کی باطل آرزوؤں کے بے بنیاد قلعے زمین پر آرہے۔ اور انہوں نے ذاتِ گرامیؐ سے جو توقعات وابستہ کی تھیں، وہ پوری ہوتی نظر نہ آئیں۔

یہودی مُدت سے ایک نبی کے منتظر تھے۔ چنانچہ جہاں انہیں "نبی" کے آنے کی اُمید تھی، وہاں وہاں وہ جاکر بستے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ آنے والا نبی ہمارے ہی مذہب کا پیرو ہو گا۔ اور جب وہ آئے گا، تو ہمارے مذہب کے پیر جم جائیں گے۔ اور ہر طرف اسی کا بول بالا ہو گا اور عیسائی مذہب دنیا سے مِٹ جائے گا۔ کوئی نام لیوا بھی نہ ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ شروع میں آپؐ کے مدینہ تشریف لانے سے بہت خوش تھے اور خوشی خوشی معاہدے پر بھی راضی ہو گئے تھے۔ مگر آپؐ نے بالکل ہی نیا دین پیش کیا اور نئی نئی باتیں بتائیں۔ جو یہودیوں کے بالکل خلاف تھیں۔ بھلا اب برداشت کی کہاں تاب تھی؟ اب صبر و سکوت کا کیا سوال تھا؟

اب آپؐ ان کے لیے حلق کا کانٹا بن گئے۔ معاہدہ کا انہوں نے کوئی خیال نہ کیا اور مخالفت میں سارا زور لگا دیا۔ لگانے بجھانے میں تو وہ ماہر تھے ہی۔ "دوسروں کو لڑاؤ، پھر اپنا کام بناؤ" یہ ان کا اصول تھا۔ اسی اصول سے یہاں بھی کام لیا اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش

Marfat.com

کی۔ لیکن ناکامی ہوئی۔ پھر بھی وہ مایوس نہ ہوئے۔ اور ایک دوسری چال چلی۔ یعنی اب وہ مدینہ کے مشرکوں کے کان بھرنے لگے۔ چنانچہ وہ ان کی باتوں میں آ گئے۔ اور ان کے ساتھ ہو گئے لیکن جو مسلمان تھے، وہ تو ایک دوسرے پر جان دیتے۔ خود دکھ اٹھاتے، مگر اپنے بھائی کو آرام پہنچاتے۔ وہ بھلا ان بدبختوں کی باتوں میں کیسے آتے۔ بری طرح انہیں پھٹکار دیا اور نفرت سے منہ موڑ لیا۔ اور اسلام پھیلانے میں تن من سے لگے رہے۔

محمد عربی
صلی اللہ علیہ وسلم

دعوتِ حق
تلواروں کی چھاؤں میں

Marfat.com

مسلمانوں کے لئے جنگ کی اجازت۔
مسلمانوں کی دفاعی سرگرمیاں۔
ابوسفیان کا سفرِ شام۔
عاتکہ کا خواب۔
ضمضم کی آتش نوائی۔
قریشؓ کی جنگی تیاریاں۔
لشکرِ قریش کی روانگی۔
ابوسفیان کا قاصد۔
ابوجہل کی خود رائی۔
ابوسفیان کو ملال۔
حضورؐ کا صحابہؓ سے مشورہ۔
صحابہؓ کی سرفروشانہ تقریریں۔
مدینہ سے اِسلامی فوج کی روانگی۔
میدانِ کارزار میں حضورؐ کا تاریخی خطبہ۔
قریش کے جاسوس اور ان کا تاثر۔
میدانِ بدر میں حق و باطل آمنے سامنے۔
ایوانِ باطل میں صفِ ماتم بچھ گئی۔
حضورؐ کے قتل کی دوبارہ سازش اور پھر ناکامی۔

Marfat.com

أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ﴿الحج : ۳۹﴾

"جن سے لڑائی کی جاتی ہے (مسلمان) ان کو بھی اَب لڑنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ کیونکہ اُن پر ظلم کیا جا رہا ہے۔ اور خدا اُن کی مدد پر یقیناً قادر ہے۔"

مَدینہ پہنچ کر مسلمان زور پکڑنے لگے۔ یہ دیکھ کر مشرکوں کے دل جلنے لگے۔ چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کا زور توڑنے کا فیصلہ کر لیا اور مَدینہ پر چڑھائی کے منصوبے بنانے لگے۔ اس وقت اللہ نے مسلمانوں کو بھی جنگ کی اجازت دے دی۔ اور حکم ہوا کہ اَب طاقت کا جواب طاقت سے دو۔ سختی کے مقابلہ میں سختی کرو۔ دُشمن تمہاری طرف بڑھیں، تو انکے دانت کھٹے کر دو۔

ادھر مَدینہ میں بھی ایک نیا گروہ پیدا ہو گیا تھا۔ یہ تھا منافقوں کا گروہ ——— مسلمانوں کا کٹر دُشمن ——— ان کے ایمان کے لیئے سخت خطرہ! یہ کبھی کھُل کر سامنے نہ آتا۔ اندر ہی اندر اِسلام سے کُڑھتا اور دوست بن کر مسلمانوں کو وَرغلاتا۔ اللہ نے اِس کے ساتھ بھی سختی کرنے کا حکم دیا۔

مکہ پیارے نبیؐ کا وطن تھا۔ بہت سے مسلمانوں کا بھی وطن تھا۔ اور اپنے وطن سے انہیں بے پناہ محبت تھی۔ لیکن وہاں کی سرزمین ان پر تنگ ہو گئی۔ اور سانس لینا تک ان کے لیئے دوبھر ہو گیا۔ مجبوراً اُن کو

Marfat.com

بے وطن ہونا پڑا۔ اُور دولت اور جائیداد سب سے ہاتھ دھونا پڑا۔ حد یہ ہے کہ کعبہ بھی چھن گیا اُور حج اُور طواف پر پابندی لگ گئی۔ اِس کا پیارے نبیؐ کو بہت رنج تھا۔ مسلمانوں کو بھی سخت صدمہ تھا۔ لہذا اَب ان کی نظریں مکہ کی طرف اُٹھنے لگیں۔

ظالموں سے جنگ کرنے کا حکم تو آ ہی چکا تھا۔ اِس لیئے مسلمانوں نے عزم کیا کہ اَب ظلم کی آگ بجھائیں گے۔ مشرکین اور منافقین کیطرف سے دین کو جو خطرہ در پیش ہے۔ اس خطرے کو دبائیں گے۔ کعبہ کو آزاد کریں گے۔ اُور حج کی پابندی کو ختم کریں گے۔

چنانچہ مکہ والوں میں کیا باتیں ہو رہی ہیں؟ ان کے کیا ارادے ہیں؟ یہ معلوم کرنے کی مسلمانوں نے دوڑ دھوپ شروع کر دی۔ وہ ٹولیاں بنا بنا کر مدینہ سے باہر نکل جاتے اُور جہاں کہیں قریش کے قافلے ملتے، اُن سے چھیڑ چھاڑ کرتے۔

یہ ٹولیاں سو سو، پچاس پچاس آدمیوں کی ہوتیں۔ جن میں پانچ زیادہ مشہور ہیں۔ ایک کے تو امیر حمزہؓ تھے۔ دوسری کے حضرت عُبَیدہؓ بن حارِثؓ، تیسری کے حضرت سعدؓ بن اَبی وَقاص، چوتھی کے حضرت عبد اللہ بن جحشؓ اُور پانچویں میں خود پیارے نبیؐ شریک تھے۔ ان ٹولیوں سے قریش کا کبھی جم کر مقابلہ نہ ہوا۔ ہمیشہ یا تو بچ بچاؤ ہو گیا۔ یا وہ بچ کر نکل گئے۔ پھر ان ٹولیوں نے ایک کام اُور کیا۔ انہوں نے آس پاس کے قبیلوں سے دوستی کر کے ان سے امن و امان کے معاہدے کر لیئے۔ کیونکہ ان کے بگڑ جانے سے مدینہ میں بدامنی پھیل جانے کا اندیشہ تھا۔ ان قبیلوں نے آسانی سے معاہدے کر لیئے اُور ضرورت پڑنے پر مدد کرنے کے بھی وعدے کیئے۔

ہجرت سے پہلے قریش کو خبر ملی کہ انصار نے عقبہ میں پیارے

Marfat.com

نبیؐ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور آپؐ کے لیئے جان کی بازی لگا دینے کی قسمیں کھائی ہیں۔ یہ سُن کر وہ لرز گئے۔ اور سمجھ گئے کہ اَب شامت آ گئی ہے۔ بس جلد ہی ایک ہولناک جنگ کا سامنا ہے۔ وہ جنگ اَب سر پر منڈلا رہی تھی۔

پیارے نبیؐ نے ہجرت کی تو قریش کے کان کھڑے ہو گئے اور وہ سمجھ گئے کہ اَب بُرے دن آنے والے ہیں۔ وہ بُرے دن آج سامنے تھے۔

قریش کو اپنی شامی تجارت کے بارے میں خطرہ تھا۔ وہ خطرہ بھی اَب سَر اٹھا چکا تھا۔

قریش کا ایک بہت بڑا سردار تھا! اَبُوسفیان۔ یہ حرب کا بیٹا تھا۔ ہجرت کے دوسرے سال وہ تجارت کے ارادے سے شام گیا۔ قریش کے اَور لوگ بھی ساتھ تھے۔ پھر لوٹا تو دولت کا ٹھکانہ نہ تھا۔ سامان بھی بے انتہا تھا۔

اِسلامی دستے قافلوں سے چھیڑ چھاڑ تو کیا ہی کرتے تھے۔ ابوسفیان کو اندیشہ ہوا کہ مال وافر ہے اور آدمی تھوڑے ہیں۔ کہیں مسلمانوں کا کوئی دستہ چھاپہ نہ مار دے۔ چنانچہ اس نے قریش کے پاس ایک آدمی دوڑایا۔ یہ تھا عمرو کا بیٹا ضمضم۔ ابوسفیان چاہتا تھا کہ قریش کو اس خطرہ کی خبر ہو جائے تاکہ وہ مدد کے لیئے آ جائیں۔ ضمضم کو بھیجتے ہوئے اس نے کہا:

> "مکہ پہنچتے ہی اونٹ کے دونوں کان کاٹ دینا۔ پھر کجاوے کا رُخ بدل دینا۔ اور اپنی قمیض کو آگے پیچھے سے چاک کر دینا۔ پھر بے تحاشا چیخنا، مَدد، مَدد!"

مکہ میں یہی دستور تھا۔ جب بھی کوئی خطرے کی بات ہوتی لوگ ایسا

Marfat.com

ہی کرتے۔ اس طرح پورے شہر میں کھلبلی مچ جاتی اور دیکھتے دیکھتے سارے آدمی جمع ہو جاتے۔

Marfat.com

ہجرت کا دوسرا سال اور شعبان کا مہینہ تھا۔ مکہ میں عبدالمطلب کی بیٹی عاتکہؓ نے ایک خواب دیکھا۔ خواب اس قدر ڈراؤنا تھا کہ عاتکہؓ گھبرا گئیں اور خوف سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک آدمی اونٹ پر سوار ہے اور وہ تیزی سے بڑھا چلا آ رہا ہے۔ پھر ابطح پہنچ کر وہ رک گیا۔ اور زور سے چیخا:

"قریش کے لوگو! تین دن کے اندر اندر اپنی قتل گاہوں پر پہنچ جاؤ۔"

یہ سن کر سب لوگ جمع ہو گئے۔ پھر وہ آدمی خانہ کعبہ میں داخل ہو گیا۔ لوگ بھی پیچھے گئے۔ سارے لوگ اس کے اردگرد کھڑے تھے کہ اچانک اسے لے کر اونٹ کعبہ کی چھت پر چڑھ گیا۔ پھر وہ زور سے چیخا:

"قریش کے لوگو! تین دن کے اندر اندر اپنی قتل گاہوں پر پہنچ جاؤ۔"

پھر اس کا اونٹ ایک پہاڑ پر چڑھ گیا۔ ابوقبیس نامی پہاڑ پر۔ وہاں پہنچ کر وہ آدمی پھر زور سے چیخا:

"قریش کے لوگو! تین دن کے اندر اندر اپنی قتل گاہوں پر پہنچ جاؤ۔"

پھر اس نے ایک چٹان اٹھائی۔ اور پوری طاقت سے زمین کیطرف پھینک ماری۔ چٹان زمین پر گرتے ہی پاش پاش ہو گئی اور اسکے ٹکڑے چھٹک کر مکہ کے سارے گھروں میں پہنچے، کوئی بھی اس سے محفوظ نہ رہا۔

Marfat.com

صبح ہوئی تو عاتکہؓ نے اپنے بھائی عباسؓ کو بلایا اور ان کو اپنا خواب سُنایا۔ خواب سن کر وہ بولے:

"دیکھو بہن! اب کسی اور سے نہ بیان کرنا۔ یہ خواب کسی سے کہنے کا نہیں۔"

لیکن عباسؓ سے خود ہی نہ رہا گیا اور انہوں نے اپنے کسی دوست سے بیان کر دیا۔ دوست سے کہنا تھا کہ آندھی کی طرح یہ بات پورے مکہ میں پھیل گئی۔ ابوجہل اور اُس کے ساتھیوں کو بھی معلوم ہوگئی۔ انہوں نے سُنا تو عاتکہؓ کا خوب خوب مذاق اُڑایا۔ ابوجہل نے تمسخر کے انداز میں عباسؓ سے کہا:

"اخاہ! اب تک تو تمہارے یہاں کے آدمی ہی نبی ہو رہے تھے۔ اب عورتیں بھی نبی ہونے لگیں؟"

لیکن عاتکہؓ کا خواب سچا نکلا۔ ضمضمؔ تین دن کے بعد مکہ پہنچ گیا۔ مکہ پہنچ کر اس نے اونٹ کے دونوں کان کاٹ دیئے۔ پھر اپنی قمیص پھاڑ ڈالی۔ اور کجاوے کا رُخ بدل دیا۔ پھر چیخا:

"قریش کے لوگو! لوئیؔ بن غالب کے فرزندو! تمہارا قافلہ آرہا ہے۔ مشک اور خوشبوئیں لا رہا ہے۔ اور بھی بہت سا سامان لا رہا ہے۔ بڑھ کر اسے بچاؤ۔ محمدؐ اور اسکے ساتھی اسے لوٹ نہ لیں۔ دوڑو! دوڑو! مدد کے لیئے دوڑو! اپنے سامان کو بچاؤ!"

Marfat.com

عرب کی غیرت وحمیت کا حال کسے معلوم نہیں ؟ کسی قبیلہ کا کوئی آدمی کسی کے ہاتھ سے قتل ہو جاتا، تو ایک ہنگامہ برپا ہو جاتا اور دیکھتے دیکھتے جنگ کے شعلے بھڑکنے لگتے۔ دونوں طرف سے ٹڈی دَل اُمنڈ آتا اور خون کی ندیاں بہہ جاتیں۔ پھر یہ لڑائیاں سالہا سال قائم رہتیں۔ قبیلے کے قبیلے کٹ جاتے۔ کنبے کے کنبے ویران ہو جاتے لیکن وہ بند ہونے کا نام نہ لیتیں۔ عرب میں لکھنے پڑھنے کا رواج نہ تھا۔ لیکن مقتول کا نام کاغذ پر درج ہوتا۔ اور پشتہا پشت تک بچوں کو یاد کرایا جاتا، کہ وہ بڑے ہوں، تو اُس کا بدلہ لیں۔ داحس اور بسوس کی قیامت خیز لڑائیاں کون نہیں جانتا ؟ چالیس برس تک قائم رہیں۔ اور ہزاروں لاکھوں جانیں ان کی نذر ہو گئیں۔ وہ بھی اسی بنا پر ہوئیں۔

رجب ۲ھ کا واقعہ ہے۔ حضورؐ نے بارہ آدمیوں کو نخلہ کی وادی میں بھیجا، کہ وہاں ٹھہر کر قریش کے ارادوں کا پتہ لگائیں۔ اتفاق سے قریش کا ایک مختصر سا قافلہ اِدھر سے گزرا۔ ان لوگوں نے اُسے لوٹ لیا۔ اور ایک آدمی کو قتل اور دو کو قید کیا۔ قتل ہونے والا آدمی عمرو بن حضرمی تھا جو عامر بن حضرمی کا بھائی تھا۔ پیارے نبیؐ کو خبر ملی، تو آپؐ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا :

"میں نے تمہیں اِس لیے تو نہیں بھیجا تھا"

اُدھر قریش کو خبر ہوئی، تو وہ غصہ سے بے خود ہو گئے۔ اور جذبۂ انتقام سے سرشار۔ اب انہیں جنگ کی دُھن تھی۔ اور رات دن اِسی کی

Marfat.com

نکر ضمضم کی پکار نے زخم پر نمک چھڑکا۔ اور آتش غضب کو اور بھڑکا دیا اب وہ جوش سے بیتاب ہو گئے۔ اور جنگ کی تیاریوں میں لگ گئے۔ جلدی جلدی انہوں نے بہادر سپاہیوں کو جمع کیا اور جس قدر ممکن تھا، اونٹ گھوڑوں کا انتظام کیا۔ جسے دیکھئے، غصہ سے بیتاب تھا اور محمدؐ سے ٹکر لینے پر دوسروں کو اُبھار رہا تھا۔ جوش کا عالم تھا۔ ہر ایک جانے کے لیئے تیار تھا اور جو نہیں جا سکتا تھا، اپنی طرف سے آدمی بھیج رہا تھا۔

قریش کے سارے سردار اس مہم میں شریک ہوئے۔ البتہ ابولہب کی ہمت نہ ہوئی۔ اس لیئے اس نے چار ہزار درہم پر ایک آدمی کو تیار کر لیا اور اپنی بجائے اُسے بھیج دیا۔ ورنہ جوش کا تو یہ حال تھا کہ اگر کوئی جانے سے جی چُراتا، تو ساتھی بگڑ جاتے اور اس کو شرم دلاتے ہوئے کہتے:

”تم تو عورت ہو۔ گھر میں گھسے رہنے کے عادی ہو۔“

نتیجہ یہ ہوتا کہ اُسے غیرت آجاتی۔ اور وہ بھی جانے کیلئے تیار ہو جاتا۔

کچھ لوگ جوش دلانے اور جذبات کو بھڑکانے میں پیش پیش تھے۔ سُہیل نامی ایک سوار بھی انہی میں تھا۔ اس نے قریش کے لوگوں سے کہا:

”غالب کے بیٹو! کیا تمہیں یہ گوارا ہے کہ مسلمان ہمارے قافلوں کو لوٹ لیں؟ کیا تمہیں یہ گوارا ہے کہ وہ سارے سامان پر قبضہ کر لیں۔ اور تمام اُونٹوں کو ہنکا لے جائیں؟ کسی کو مال کی ضرورت ہو تو مال حاضر ہے۔ کسی کے پاس ہتھیار نہ ہو تو ہتھیاروں کی بھی کمی نہیں۔“

اِس طرح قریش ساڑھے نو سو بہادروں کے ساتھ نکلے۔ ساتھ میں سو گھوڑے اور سات سو اُونٹ بھی تھے۔ پیدل فوج لوہے میں

Marfat.com

ڈوبی ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ ستو زرہیں تھیں۔ ساتھ میں گانے والی عورتیں تھیں۔ یہ بدنصیب رسول پاکؐ کی شان میں گستاخانہ اشعار کہتیں، اور اس طرح سپاہیوں کی آتشِ غضب کو اور بھڑکاتیں۔

دُشمنوں کا یہ لشکر اکڑتا ہوا چلا۔ ہر ایک پیارے نبیؐ پر دانت پیس رہا تھا اور غصہ سے ہونٹ چبا رہا تھا۔ اِن کے پیشِ نظر صرف یہی نہ تھا کہ قافلہ کو بچا لائیں۔ ان کا ارادہ یہ بھی تھا کہ اس آئے دن کے خطرے کو ہمیشہ کے لیئے دبا دیں۔ اور مدینہ میں جو یہ طاقت جمع ہو رہی ہے، اسے اس طرح کچل ڈالیں، کہ تجارتی راستہ بالکل محفوظ ہو جائے۔

ادھر ابو سفیان قافلہ کو لے کر آگے بڑھا اور بڑھتے بڑھتے سرزمینِ حجاز سے بہت قریب ہو گیا۔ خوفزدہ تو تھا ہی، اب آگے کی خبریں معلوم کرنے لگا کہ مسلمانوں کی زد میں نہ آجائے۔

پھر وہ ضمضم کا راستہ دیکھنے لگا۔ کیونکہ اس کا خیال تھا کہ ضمضم آرہا ہوگا اور ساتھ میں قریش بھی مدد کے لیئے آرہے ہوں گے۔ لیکن کوئی نہ آیا۔

پھر جب وہ رات آئی جس میں اسے بدر کے چشمہ پر پہنچنا تھا، تو اونٹ تیزی سے پانی کی طرف بڑھنے لگے۔ حالانکہ پانی کی انہیں کوئی ضرورت نہ تھی۔ ابھی ایک ہی دن پہلے وہ خوب سیراب ہو چکے تھے قافلہ والوں نے یہ ماجرا دیکھا تو گھبرا گئے۔ انہوں نے سوچا کہ اب تک تو اونٹوں نے کبھی ایسا نہیں کیا تھا۔ آج کیا بات ہے؟ رات بھی بڑی تاریک تھی۔ نگاہ کچھ بھی کام نہیں کر رہی تھی۔ اس سے ان کی گھبراہٹ اور بڑھی اور خوف سے برا حال ہو گیا۔

ابوسفیان نے اب رخ بدل دیا۔ اس کو ڈر تھا کہ مسلمان تاک میں ہوں گے اور وہ بدر کے پاس ہی چھپے ہوں گے۔ لہذا اب اس نے دوسرا

Marfat.com

راستہ پکڑا۔ بدر سے ہٹ کر اب وہ ساحل پر چلنے لگا۔ اس طرح بدر اب بائیں جانب تھا اور وہ تیزی سے بڑھ رہا تھا۔

ادھر قریش برابر آگے بڑھ رہے تھے۔ راستہ میں وہ جہاں کہیں پانی دیکھتے پڑاؤ ڈال دیتے۔ ٹھہر کر اونٹ ذبح کرتے۔ خود کھاتے دوسروں کو کھلاتے۔ شراب و کباب کے دور چلتے۔ پھر وہاں سے وہ آگے چل دیتے۔

اس طرح وہ کھاتے پیتے، عیش کرتے اور غرور سے اکڑتے چلے جا رہے تھے کہ مکہ سے ایک آدمی پہنچا اور اس نے کہا:

"بھائیو! اب مکہ لوٹ چلو۔ قافلہ بالکل صحیح سالم لوٹ آیا۔ محمدؐ اور ان کے ساتھیوں کے ہاتھ نہیں لگا۔ خیر اسی میں ہے کہ اب لوٹ چلو۔ مدینہ والوں سے ٹکر لینے کی مت سوچو۔ وہ ککڑی کے مثل کاٹ کر رکھ دیں گے۔ قریشی بھائیو! اب آگے نہ بڑھو۔ قافلہ تو بچ گیا۔ اس سے زیادہ کیا چاہیئے؟ تم تو قافلہ ہی کو بچانے نکلے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے خود ہی بچا لیا۔"

اس آدمی نے یہ باتیں انہی کے بھلے کے لیئے کہی تھیں۔ لیکن وہ سننے کے لیئے تیار نہ ہوئے۔ اکثر لوگوں نے صاف انکار کر دیا۔

قبیلۂ بنی ہاشم کی سمجھ میں یہ باتیں آ گئیں۔ چنانچہ انہوں نے لوٹنا چاہا۔ مگر ابوجہل بگڑ گیا۔ تن کر بولا:

"نہیں، بخدا ہم ہرگز نہیں لوٹیں گے۔ ہم تو بدر تک جائیں گے۔"

بدر ایک گاؤں ہے، جہاں ہر سال میلہ لگتا ہے۔ مدینہ منورہ سے تقریباً ۸۰ میل پر واقع ہے۔

Marfat.com

وہ آدمی اُبُوسفیان کے پاس لوٹ آیا۔ آکر اس نے سارا قصہ سُنایا اور جو کچھ باتیں ہوئی تھیں سب بیان کر دیں۔ اُبُوسفیان نے یہ باتیں سنیں تو اسے بہت افسوس ہوا۔ بے ساختہ اس کی زبان سے نکلا:

"ہائے میری قوم! یہ سب ابوجہل کی کارستانی ہے۔ وہ لوٹنے پر تیار نہ ہوا۔ کیونکہ وہ آج لوگوں کا سردار بن گیا ہے! اس نے لوگوں پر ظلم کیا۔ اس نے خود رائی سے کام لیا۔ خیر خواہی کی بات تھی۔ لیکن اس نے ٹھکرا دیا۔ دوسروں کی نہ سُننا بہت بڑا عیب ہے۔ اس کا نتیجہ بربادی اور ہلاکت ہے۔"

Marfat.com

آنحضورؐ کو اس صُورتِ حال کی خبر ہوئی، تو آپؐ نے محسوس فرمایا کہ کہ فیصلہ کی گھڑی آن پہنچی اور اگر اس وقت ہمت کا ثبوت نہ دیا گیا، تو تحریکِ اسلامی ہمیشہ کے لیئے بے جان ہو جائے گی۔ اور سر اُٹھانے کا پھر کوئی موقع نہ پائے گی۔ مدینہ میں آئے ابھی دو سال بھی نہیں ہوئے۔ مہاجرین بے سروسامان، انصار ابھی ناآزمودہ، یہودی مخالفت پر کمربستہ، خود مدینہ کے مشرکوں اور منافقوں کا خطرہ۔ ایسے میں اگر قریش مدینہ پر حملہ آور ہوئے، تو ہوسکتا ہے کہ مسلمانوں کی مٹھی بھر جماعت کا خاتمہ ہو جائے۔ لیکن اگر وہ حملہ بھی نہ کریں، صرف اپنے زور سے قافلہ کو ہی بچا کر نکال لے جائیں اور مسلمان دَبکے بیٹھے رہیں، تب بھی مسلمانوں کی ایسی ہوا اکھڑے گی، کہ عرب کا بچہ بچہ ان پر دلیر ہو جائے گا۔ اور پھر پورے ملک کی سرزمین ان کے لیئے تنگ ہو جائے گی۔ آس پاس کے جتنے قبیلے ہیں، قریش کے اشاروں پر ناچنے لگیں گے۔ مدینہ کے مشرکین بالکل بیباک ہو جائیں گے۔ اور یہودی اور منافقین علی الاعلان سر اُٹھائیں گے۔ پھر مدینہ میں جینا مشکل ہو جائے گا۔ مسلمانوں کا کوئی رُعب اور اثر نہ ہوگا۔ جو چاہے گا، ان کو مارے گا۔ اور مال و آبرو پر بے تامل ہاتھ ڈالے گا۔ اس بنا پر آپؐ نے عزم کیا کہ جو طاقت بھی میسّر ہے، اسے لے کر نکلیں گے، اور میدان میں فیصلہ کریں گے کہ جینے کا بل بوتا کس میں ہے۔

یہ ارادہ کرکے آپؐ نے سب کو جمع کیا اور ساری صُورتِ حال

Marfat.com

سامنے رکھ دی کہ ایک طرف شمال میں تجارتی قافلہ ہے اور دوسری طرف جنوب سے قریش کا لشکر آ رہا ہے۔ بتاؤ کدھر چلنے کا خیال ہے؟ جواب میں ایک بڑے گروہ نے کہا۔ "قافلہ کی طرف"۔ لیکن پیشِ نظر تو کچھ اور تھا، اِس لیئے آپؐ نے اپنا سوال دُہرایا۔

اِس پر حضرت ابوبکرؓ اُٹھے اور انہوں نے بہت ہی جاں نثارانہ تقریر کی۔ پھر حضرت عمرؓ اُٹھے اور انہوں نے بھی بہت عمدہ اور پُر جوش تقریر کی۔ اس کے بعد عمرُوؓ کے بیٹے مقدادؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا:

"اللہ کے رسولؐ! جدھر ربّ کا حکم ہے، اسی طرف چلیئے۔ ہم آپؐ کے ساتھ ہیں۔ بنی اسرائیل نے تو اپنے نبی سے کہا کہ آپ اور آپ کا خُدا جائیں اور جنگ کریں ہم تو یہاں بیٹھے ہیں، لیکن ہم ایسے کہنے والے نہیں ہم تو یہ کہتے ہیں کہ چلیئے آپؐ اور آپؐ کا خُدا جنگ کیجئے۔ جب تک ہم میں سے ایک آنکھ بھی گردش میں ہے، ہم بھی آپؐ کے ساتھ ہو کر جنگ کریں گے"۔

پیارے نبیؐ نے یہ تقریر سُنی تو چہرۂ مبارک خوشی سے چمک اُٹھا۔ آپؐ نے حضرت مقدادؓ کی تعریف کی اور دُعا دی۔ پھر فرمایا:

"لوگو! تم بھی کچھ بولو!"

انصار سمجھ گئے کہ آپؐ کا اشارہ ہماری طرف ہے۔ وجہ یہ تھی کہ انصار کے لیئے یہ پہلا موقع تھا۔ اس سے پہلے وہ کسی مہم میں شریک نہ ہوئے تھے۔

چنانچہ حضرت سَعد بن معاذؓ جو مدینہ کے معزز لوگوں میں تھے اُٹھے اور عرض کیا:

Marfat.com

"اللہ کے رسولؐ! شاید اشارہ، ہماری طرف ہے؟"

آپؐ نے فرمایا:

"ہاں!"

حضرت سعدؓ نے کہا:

"مَیں اس وقت سارے انصار کی طرف سے بول رہا ہوں۔ اللہ کے رسولؐ! ہم آپؐ پر ایمان لائے ہیں۔ ہم نے آپؐ کو سچا سمجھا ہے۔ ہم نے گواہی دی ہے کہ آپؐ کی باتیں حق ہیں۔ ہم آپؐ کی اطاعت کا عہد بھی کر چکے ہیں۔ اللہ کے نبیؐ! اب آپؐ نے جس کام کا ارادہ فرمایا ہے، بے جھجک اس کے لیئے قدم بڑھایئے۔ خُدا کی قسم! اگر آپؐ ہمیں لے کر سمندر میں کُود پڑیں، تو بھی ہم بخوشی تیار ہیں۔ ہم میں کوئی پیچھے رہنے والا نہیں۔ آپؐ بے تامل جس سے چاہیئے صلح کیجئے اور جس سے چاہیئے، جنگ کیجئے۔ پھر ہماری دولت بھی آپؐ کے قدموں پر ہے۔۔۔ ۔۔۔۔۔ جتنی چاہیئے لے لیجئے کیونکہ جتنی ہی زیادہ آپؐ لیں گے۔ ہمیں اتنی ہی زیادہ خوشی ہوگی۔ مَیں اس راستہ پر کبھی نہیں گیا ہوں، نہ اس کے بارے میں کوئی واقفیت ہے لیکن ہم دشمن سے بھاگنے والے نہیں، ہم تو میدانِ جنگ کے شیر ہیں۔ مقابلہ میں ڈٹ جانے والے ہیں اُمید ہے کہ ہم بہادری کے ایسے ایسے جوہر دکھائیں گے۔ کہ آپؐ خوش ہو جائیں گے۔"

یہ خلوص و محبت سے بھری ہوئی تقریر تھی۔ پیارے نبیؐ نے یہ تقریر سُنی۔ تو بے حد خوش ہوئے۔ چنانچہ آپؐ نے حضرت سعدؓ کا شکریہ

Marfat.com

اُدا فرمایا، اُور دُعا دی:

حضرت سعدؓ کی تقریر کے بعد آپؐ نے فرمایا:

"اللہ کا نام لے کر چل پڑو۔ اس کی رحمتیں تمہارے ساتھ ہیں۔ اس نے مجھ سے "بڑے گروہ" کا وعدہ کیا ہے بخدا اب مجھے تو دشمنوں کی قتل گاہیں نظر آ رہی ہیں"

پھر آپؐ نے ساتھیوں کو دُشمنوں کی قتل گاہیں بتائیں کہ فلاں شخص اِس جگہ قتل ہوگا، اُور فلاں آدمی اس جگہ دم توڑے گا۔

یہ سُن کر لوگ سمجھ گئے کہ اَب قافلہ ہاتھ نہیں آئے گا۔ اَب جنگ ہی ہو کر رہے گی۔

ہجرت کا دوسرا سال تھا۔ رمضان کا مہینہ تھا۔ مدینہ سے ایک میل پر ایک مقام ہے۔ بِئرِ اَبیِ عِنبَہ۔ آپؐ وہاں پہنچے تو فوج کا جائزہ لیا لیا اُور جو کم عمر تھے، اُن کو واپس کر دیا۔ پھر وہاں سے روانہ ہوگئے اور بدھ کی رات میں رَوحاء پہنچے۔ وہاں پہنچ کر آپؐ نے وضو کیا، اُور نماز کے لیئے کھڑے ہوگئے۔ آخری رکوع سے فارغ ہوئے، تو کافروں پر لعنت بھیجی۔ پھر فرمایا:

"خُدایا! اَبُوجہل اس اُمت کا فرعون ہے، اِسے زندہ نہ چھوڑ!"

اِسی روز آپؐ نے اُصولِ جنگ کے مطابق فوج کو ترتیب دی۔ مہاجرین کا عَلَم حضرت مُصعَب بن عمیرؓ کو عطا فرمایا۔ خزرج کا عَلَم حضرت حبابؓ بن منذر کو عنایت فرمایا اُور اس کا عَلَم بردار حضرت سَعد بن معاذ کو بنایا۔

پھر پیارے نبیؐ ساتھیوں کو لے کر آگے بڑھے، اِن کی تعداد کل تین سو تیرہ تھی۔ ساتھ میں ستّر اونٹ اُور تین گھوڑے بھی تھے۔ بدر کے پاس پہنچ کر آپؐ رُک گئے۔ اُور علیؓ، زبیرؓ اُور سَعد بن اَبی وقاصؓ کو بھیجا

Marfat.com

کہ کچھ مخبر لائیں۔ ایک پہاڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا:

"اس پہاڑی کے پاس ایک کنواں ہے۔ وہاں جا کر دیکھو۔ شاید قریش کے بارے میں کچھ معلوم ہو۔"

یہ لوگ وہاں پہنچے تو قریش کے کچھ آدمی پانی پی رہے تھے۔ ان میں دو غلام بھی تھے۔ یہ لوگ سمجھے کہ یہ ابوسفیان کے غلام ہیں۔ چنانچہ فوراً انہیں گرفتار کر لیا، اور بقیہ لوگ فرار ہو گئے۔

یہ لوگ اپنی فوج میں پہنچے تو ایک شخص زور سے چیخا:

"قریش کے لوگو! مسلمانوں نے تمہارے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا اور انہیں اپنی فوج میں بھگا لے گئے۔"

یہ سُننا تھا کہ کافروں پر بجلی گر گئی۔ غصہ سے وہ بوکھلا گئے اور پوری فوج میں ایک کھلبلی مچ گئی۔

اِدھر حضرت علیؓ وغیرہ نے غلاموں کو ساتھ لیا۔ اور اپنی فوج میں لوٹ آئے۔ وہاں پہنچ کر یہ لوگ ان دونوں سے ابُوسفیان کا حال پوچھنے لگے۔ وہ دونوں کہتے کہ ہمیں ابُوسفیان کی خبر نہیں، ہم تو قریش کو پانی پلانے والے ہیں۔ تو یہ لوگ انہیں مارتے اور جب وہ دونوں کہتے کہ ہم لوگ ابُوسفیان کے غلام ہیں، تب انہیں چھوڑ دیتے۔

پیارے نبیؐ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا:

"وہ دونوں سچ بتاتے ہیں، تب تم مارتے ہو اور جھوٹ بولتے ہیں تو چھوڑ دیتے ہو۔ خدا کی قسم یہ دونوں سچ کہہ رہے ہیں۔ یہ دونوں واقعی قریش کے ہیں۔"

پھر آپؐ نے ان دونوں سے فرمایا:

"کچھ ابوسفیان کے بارے میں بتاؤ۔"

Marfat.com

دونوں غلام بولے:

"ابوسفیان کو، ہم لوگوں نے نہیں دیکھا۔ ان کے بارے میں ہمیں کچھ نہیں معلوم"

پیارے نبیؐ نے فرمایا:

"اچھا قریش کہاں ہیں؟"

دونوں غلام بولے:

"بس کچھ ہی دُور"

پیارے نبیؐ نے فرمایا:

"لشکر میں کتنے سپاہی ہیں؟"

دونوں غلام بولے:

"بخدا وہ تو بہت زیادہ ہیں"

پیارے نبیؐ نے فرمایا:

"روز کتنے اُونٹ ذبح کرتے ہیں؟"

دونوں غلام بولے:

"ایک دن نو، ایک دن دس۔

یہ سُن کر پیارے نبیؐ ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

"دُشمن نو سَو اور ایک ہزار کے درمیان ہیں"

پھر فرمایا:

"مکہ نے اپنے جگر کے ٹکڑوں کو تمہاری طرف ڈال دیا ہے"

Marfat.com

پیارے نبیؐ نے ساتھیوں سے فرمایا:
"کس جگہ ٹھہرنا مناسب رہے گا؟"
حبابؓ بن منذرؓ نے عرض کیا:
"اللہ کے رسولؐ! آگے بڑھ کر پانی پر قبضہ کر لیا جائے۔
وہاں کے بارے میں مجھے خوب واقفیت ہے۔ ایک ایک کنواں میری نظر میں ہے۔ ایک کنواں تو ایسا ہے جو کبھی خشک ہی نہیں ہوتا۔ پانی بھی بلا کا شیریں ہے۔ وہاں ایک حوض بنا کر پانی سے بھر دیں گے، پھر خوب پئیں گے، اور ڈٹ کر لڑیں گے، اور آس پاس کے جتنے کنویں ہیں، سب کو بیکار کر دیں گے۔"
وہ چاہتے تھے کہ پانی کا پہلے سے انتظام کر لیا جائے، کہیں ایسا نہ ہو کہ دشمن اس پر قبضہ کر لیں اور پھر پریشانی اٹھانی پڑے۔
حبابؓ کا مشورہ سن کر آپؐ نے فرمایا:
"حبابؓ! تمہاری رائے بہت خوب ہے۔"
چنانچہ آپؐ اسی وقت اٹھے۔ جاں نثار ساتھی بھی ساتھ تھے۔ جا کر آپؐ نے پانی پر قبضہ کر لیا۔ اور حبابؓ نے جو جو کہا اس پر عمل ہوا۔
قسمت سے اسی رات بارش ہو گئی۔ زمین چونکہ ریتلی تھی۔ ساری ریت جم گئی اور چلنا پھرنا آسان ہو گیا۔ جگہ جگہ پانی کو روک کر چھوٹے چھوٹے حوض بھی بنا لیے گئے۔ جن میں مسلمانوں نے خوب نہایا دھویا، اور بالکل تازہ دم

Marfat.com

دم ہو گئے۔

اس کے برعکس قریش کی طرف زمین چونکہ نرم اور نشیبی تھی، اس لئے پانی جم کر کیچڑ بن گیا۔ اور چلنا پھرنا ان کے لئے وبال جان ہوگیا۔ اس طرح یہ بارش مسلمانوں کے لئے رحمت بن گئی، اور دشمنوں کے لئے عذاب۔

پیارے نبیؐ نے عمار بن یاسرؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ کو دشمنوں کیطرف بھیج دیا کہ جاکر وہاں حالات کا جائزہ لیں۔ دونوں جاکر وہاں گھومے پھرے حالات کا پتہ چلایا، پھر لوٹ آئے۔ آکر انہوں نے بتایا کہ دشمنوں کا خوف سے بُرا حال ہے۔ اور بارش بھی لگاتار جاری ہے۔

سَعد بن معاذؓ نے کہا،

"ایک ٹیلہ پر حضورؐ کے لئے خیمہ نصب کر دیا جائے اس طرح پورا میدانِ جنگ آپؐ کی نظروں میں رہے گا ضرورت کے وقت سایہ بھی مل سکے گا۔ آرام کو دل چاہا، تو آرام بھی فرمالیں گے۔ دُعا و نماز کی خواہش ہوئی تو اس کے لئے بھی بہتر رہے گا۔"

آپؐ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور ایک خیمہ نصب ہوگیا۔

پیارے نبیؐ میدانِ جنگ میں تشریف لے گئے۔ خاص خاص ساتھی بھی آپؐ کے ساتھ تھے۔ آپؐ نے ایک ایک کر کے قریش کے سرداروں کا نام لیا۔ اور فرمایا، فلاں اس جگہ قتل ہوگا اور فلاں اس جگہ دم توڑے گا۔

جنگ کے بعد دیکھا گیا، تو ہر ایک کی لاش اس جگہ ملی، کوئی بھی اپنی جگہ سے آگے پیچھے نہ تھا۔

پھر آپؐ فوج میں تشریف لائے اور فوج کی صف آرائی کی اور ایک ماہر جنگ کی طرح اس کو ترتیب دیا۔ پھر میدانِ جنگ میں تشریف لائے، اور وہاں پہنچ کر ایک تقریر کی۔ تقریر بہت جوشیلی تھی۔ حمد و ثنا کے بعد

Marfat.com

فرمایا:

"پیارے بھائیو! میں تمہیں ان چیزوں پر اُبھارتا ہوں، جن پر اللہ نے ابھارا ہے اور ان چیزوں سے روکتا ہوں، جن سے اللہ نے روکا ہے۔ اللہ بڑی شان والا ہے۔ حق کا حکم دیتا ہے۔ سچائی کو پسند کرتا ہے اور بھلائی کرنے والوں کو اونچا رُتبہ دیتا ہے۔ اِسی سے وہ یاد کیئے جاتے ہیں، اور اِسی سے ان کے درجے بڑھتے ہیں۔۔۔۔ اس وقت تم حق کی منزل میں پہنچ چکے ہو۔ جہاں وہی کام مقبول ہوتا ہے جو صرف اللہ کے لیئے کیا جائے۔ اِس موقع پر تم صبر سے کام لو۔ کیونکہ یہ جنگ کا موقع ہے۔ جنگ کے موقع پر صبر سے اطمینان اور سکون حاصل ہوتا ہے۔ پریشانی اور بے چینی دُور ہو جاتی ہے۔ آخرت میں بھی یہ نجات کا ذریعہ ہے۔ ۔۔۔ تمہارے اندر اللہ کا نبیؐ موجود ہے۔ جو تمہیں بُرائیوں سے ہوشیار کرتا ہے۔ اور بھلائیوں کا حکم دیتا ہے۔ دیکھو، آج تم سے کوئی ایسی حرکت نہ ہونے پائے۔ جس سے اللہ بیزار ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے:

لَمَقْتُ اللّٰہِ اَکْبَرُ مِنْ مَّقْتِکُمْ اَنْفُسَکُمْ۔

(المؤمن: ۱۰)

"تمہاری اپنے سے جو بیزاری ہے، اللہ کی بیزاری اس سے بڑھ کر ہے"

اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو کتاب دی ہے، اسے مضبوطی سے پکڑ لو۔ تمہیں جو نشانیاں دکھائی ہیں۔ ان پر دھیان رکھو۔ ذلت کے بعد تم کو جس سے عزت ملی ہے، اس سے غافل نہ ہو۔

Marfat.com

اِس سے اللہ خوش ہوگا۔ آج اللہ تم کو دیکھنا چاہتا ہے۔
اِس موقع پر تم اخلاص اور جانبازی کا ثبوت دو۔ خُدا کی رحمت
تم پر چھا جائے گی، اور اِس کی مغفرت تم پر سایہ کرے گی۔
اِس کا وعدہ پورا ہونے والا ہے۔ اِس کی باتیں بالکل سچی
ہیں۔ اِس کی پکڑ بھی بہت سخت ہے۔ ہم اور تم سب اِسی
کے دَم سے ہیں۔ وہ ہمیشہ سے ہے۔ ہمیشہ رہے گا۔ ساری
دُنیا اِسی کے حکم سے قائم ہے۔ وہی ہمارا سہارا ہے۔ اِسی
کو ہم نے مضبوطی سے پکڑا ہے۔ اسی پر ہمارا بھروسہ ہے۔ وہی
ہماری پناہ گاہ ہے۔ اللہ میری اور تم مسلمانوں کی مغفرت
کرے۔"

قریش نے عُمیرؓ بن وہب کو بھیجا کہ مسلمانوں کی تعداد کا اندازہ لگائے اور ان کے حالات معلوم کرے۔ چنانچہ وہ چھُپ کر گیا اور گھوم پھر کر جائزہ لیا۔ پھر آکر اس نے قریش سے کہا:

"مسلمان تین سو کے قریب ہیں۔ ساتھ میں سَتّر اُونٹ
اور تین گھوڑے بھی ہیں۔"

پھر اس نے کہا:

"قریشی بھائیو! مصیبتیں موت لاتی ہیں۔ مَدینہ کے
اونٹ مَوت کی سواریاں ہیں۔ سُن لو۔ تم کو ایسے لوگوں سے
پالا پڑا ہے، جو تلواروں کی گود میں پلے ہیں۔ دیکھتے نہیں؟
وہ چُپ چاپ رہتے ہیں۔ کچھ بولتے نہیں لیکن سانپوں کی
طرح ڈستے ہیں۔ بخُدا میَں تو سمجھتا ہوں کہ ان میں سے جو بھی
مَرے گا، ہم میں سے ایک کو مار کے مَرے گا، بتاؤ، اگر
اتنے ہی آدمی ہم میں سے مر گئے تو زندگی کا کیا لطف رہ جائے

Marfat.com

گا؟ اِس لیئے ابھی سے سوچ لو۔"

قریش کو عمیر کی باتوں پر یقین نہ آیا، اس لیئے انہوں نے دوسرے آدمی کو بھیجا۔ وہ آدمی چھُپ چھپا کر اسلامی فوج کے قریب پہنچا اور گھوڑے پر بیٹھ کر چاروں طرف چکر لگایا۔ پھر اس نے آکر کہا:

"خدا کی قسم! وہ لوگ کوئی ایسے طاقتور نہیں۔ تعداد میں بھی بہت کم ہیں۔ ہتھیاروں سے بھی خالی ہیں۔ لیکن ایک بات ہے۔ وہ مرنے کے لیئے آئے ہیں۔ وہ اب لوٹ کر گھر نہیں جانا چاہتے۔ تلوار ہی ان کی کُل طاقت ہے، اور تلواریں ہی ان کی پناہ گاہ ہیں۔ اب تم خود سوچ لو۔"

یہ باتیں سُن کر کچھ لوگ کانپ اُٹھے اور حوصلے ان کے پست ہو گئے۔ چنانچہ انہوں نے لوٹنے کا ارادہ کر لیا۔ کچھ اور لوگوں کو بھی سمجھایا وہ لوگ بھی تیار ہو گئے۔ اِس طرح یہ لوگ مکہ لوٹ آئے۔

پھر قریش کی فوج سامنے آئی۔ ہر ہر سپاہی سر سے پیر تک لوہے میں غرق تھا۔ یہ عجیب منظر تھا۔ اِس وقت آپؐ پر انتہائی خضوع کا عالم تھا۔ دونوں ہاتھ پھیلا کر فرماتے:

"اے اللہ! یہ قریش کے لوگ ہیں۔ یہ غرور سے اکڑتے ہوئے تجھ سے لڑنے آئے ہیں۔ یہ تیرے دین کی مخالفت پر کمر کسئے ہوئے ہیں۔ تیرے رسولؐ کو ناکام کرنے پر تُلے ہوئے ہیں۔ اے اللہ! تُو نے مدد کا وعدہ کیا ہے۔ اِس وعدہ کو پورا کر۔ اے اللہ! تو نے مجھ سے ثابت قدم رہنے کے لیئے کہا ہے۔ اور "بڑے گروہ" کا وعدہ کیا ہے بیشک تو وعدے پُورا کرنے والا ہے۔"

بے خودی کا یہ عالم تھا کہ چادر کندھوں سے گر پڑتی اور آپؐ کو خبر تک

Marfat.com

نہ ہوتی۔ کبھی سجدہ میں گر پڑتے اور فرماتے:

"خدایا! اگر آج یہ جانیں مٹ گئیں، تو قیامت تک تیری پرستش نہ ہوگی"

ایک طرف پیارے نبیؐ کا یہ انداز تھا۔ اور دوسری طرف اللہ آپؐ کی مدد میں مصروف تھا۔ اور حکمت کے ساتھ آپؐ کی ہمت بڑھا رہا تھا ابھی آپؐ راستہ ہی میں تھے اور دشمنوں کی تعداد سے بالکل بے خبر تھے، کہ اللہ نے دشمن کی فوج کو خواب میں دکھایا۔ خواب میں اندازہ ہوا کہ دشمن تھوڑے ہی ہیں۔ اس سے آپؐ کا حوصلہ بڑھا اور دل کو اطمینان نصیب ہوا۔ مسلمانوں نے سنا تو اُن کی بھی ہمت بڑھی۔ اور وہ بے کھٹک بڑھتے چلے گئے۔ پھر جب دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں تو کافر مسلمانوں کو کم نظر آئے۔ اور مسلمان کافروں کو تھوڑے دکھائی دیئے۔ اس طرح دونوں کے دل بڑھے اور دونوں میدان جنگ میں اُتر آئے۔ پھر جنگ چھڑی تو مسلمان تو کافروں کو بہت نظر آنے لگے۔ لیکن کافر مسلمانوں کو کم ہی دکھائی دیئے۔ اس سے کافروں کے حوصلے توپست ہو گئے اور وہ خوف اور گھبراہٹ سے بدحال ہو گئے۔ لیکن مسلمانوں کی ہمت اور بڑھ گئی۔ اور وہ بڑھ بڑھ کر کافروں کو مارنے لگے۔ ذیل کی آیتوں میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے:

اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِىْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ؕ وَّلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِىْۤ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِىْۤ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِىَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝ (انفال: ۴۳-۴۴)

"(یاد کرو) جب (اے نبیؐ!) اللہ تمہیں خواب میں انہیں تھوڑا دکھا رہا تھا۔ اور اگر کہیں وہ انہیں زیادہ دکھا دیتا تو ضرور (اے ایمان والو!) تم ہمت ہار بیٹھتے اور اس (لڑائی کے) معاملے میں باہم جھگڑنے لگ جاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے (تمہیں) اس سے بچا لیا۔ بلاشبہ وہ سینوں (دلوں) تک کا حال جانتا ہے۔ اور (یاد کرو) جب تم ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تو اللہ انہیں تمہاری نگاہوں میں تھوڑا دکھا رہا تھا۔ اور ان کی نگاہوں میں تمہیں کم کر کے دکھا رہا تھا تاکہ جو بات ہونی تھی اللہ اسے پورا کر دے۔ اور سارے معاملے اللہ ہی کی طرف پلٹتے ہیں"

قریش کے کچھ لوگ بڑھے، کہ مسلمانوں کے حوض سے پانی پئیں۔ مسلمانوں نے دیکھا تو انہیں بھگانا چاہا۔ مگر پیارے نبیؐ نے فرمایا:

"پی لینے دو۔ جو بھی پی لے گا وہ زندہ بچ کر نہ جا سکے گا"

لڑائی اس طرح شروع ہوئی کہ ابوجہل نے عامر بن حضرمی کو (جسے اپنے بھائی کے خون کا دعویٰ تھا) للکارا۔ اس نے کہا، خون کا بدلہ سامنے ہے۔ کھڑے ہو کر قوم سے دہائی دو۔ چنانچہ عامر عرب کے دستور کے مطابق ننگا ہو گیا۔ اور پکارا:

واعمراہ واعمراہ! ہائے عمرو، ہائے عمرو!

اس سے تمام فوج میں آگ لگ گئی۔ اور جنگ شروع ہو گئی۔ سب سے پہلے عامر بن حضرمی آگے بڑھا۔ مقابلہ میں حضرت عمرؓ کے غلام مہجعؓ سامنے آئے۔ عامر بن حضرمی نے بڑھ کر انہیں قتل کر دیا۔ اسطرح غزوۂ بدر میں سب سے پہلے مہجعؓ کو شہادت نصیب ہوئی۔

اس کے بعد عتبہ سینہ تان کر لشکر سے باہر آیا۔ یہی لشکر کا سردار بھی تھا۔ ساتھ میں اس کا بھائی شیبہ اور اس کا بیٹا ولید بھی آگے بڑھے۔

Marfat.com

ادھر سے مقابلہ میں تین انصاری جوان نکلے۔ پیارے نبیؐ کو یہ دیکھ کر خیال آیا کہ یہ کفر و اسلام کی پہلی جنگ ہے۔ اس جنگ میں پہلے انصار جان کی بازی لگائیں۔ یہ مناسب نہیں۔ پہلے مہاجرین کو ہتھیلی پر جان رکھ کر آگے بڑھنا چاہیئے۔ اس لیئے کہ وہ اپنی قوم اور رشتہ کے لوگ ہیں۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا:

"بنی ہاشم! یہ لوگ باطل کے نام پر اکٹھا ہوئے ہیں۔
یہ لوگ حق کے نُور کو مٹا دینا چاہتے ہیں۔ اُٹھو، اور اس حق
کے نام پر جان دو، جسے تمہارا نبیؐ لے کر آیا ہے۔"

یہ سُن کر علیؓ، حمزہؓ، اور عُبَیدہؓ میدان میں آئے۔ عُتبہ نے اپنے بیٹے سے کہا:

"وَلید! آگے بڑھو۔"

وَلید کا مقابلہ میں آنا تھا کہ حضرت علیؓ نے بڑھ کر اُسے قتل کر دیا۔ پھر عُتبہ خود بڑھا۔ حضرت حمزہؓ نے بڑھ کر اُسے قتل کر دیا۔ پھر شَیبہ آگے بڑھا۔ مقابلہ میں حضرت عُبَیدہؓ آئے۔ شَیبہ نے انہیں زخمی کر دیا اور ان کی پنڈلی کٹ کر الگ ہو گئی۔ حضرت علیؓ اور حضرت حمزہؓ نے یہ حال دیکھا تو فوراً آگے بڑھے، اور شیبہ کو ٹھنڈا کر دیا۔ پھر حضرت عُبَیدہؓ کو کندھے پر اُٹھا کر پیارے نبیؐ کی خدمت میں لائے۔ کچھ دنوں میں حضرت عُبَیدہؓ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اَب عام حملہ شروع ہو گیا۔ پیارے نبیؐ نے ساتھیوں کو للکارا:

"بڑھو جنت کی طرف، جس کی کشادگی زمین و آسمان
کے برابر ہے۔"

عُمَیرؓ بن حُمام نے جنت کی خوشخبری سُنی تو خوشی سے اُچھل پڑے۔ کہا:

Marfat.com

"ہائیں، ہائیں۔ جنت میں پہنچنے میں بس اتنی ہی دیر
ہے۔ کہ یہ لوگ مجھے قتل کر دیں"

چنانچہ اس وقت وہ کھجور کھا رہے تھے۔ مگر جنت کی خوشبو پا لینے کے بعد اس کھجور میں کیا مزا مل سکتا تھا۔ فوراً اس کو پھینکا اور دشمن کی صف میں گھس گئے۔ کچھ دیر جانبازی کے ساتھ لڑتے رہے پھر شہید ہو گئے۔

جنگ زوروں پر تھی اور دونوں طرف سے حملے ہو رہے تھے کہ پیارے نبیؐ نے ایک مٹھی ریت لی اور دشمن کی طرف پھینکتے ہوئے فرمایا:

شَاھَتِ الْوُجُوْہُ　　　شَاھَتِ الْوُجُوْہُ

منہ کالے ہوں!　　　منہ کالے ہوں!

نبیؐ کا ہاتھ تھا اور خدا کی قدرت۔ یہ مٹھی بھر ریت عذاب بن کر فوج میں پھیل گئی۔ اور دشمنوں کی آنکھوں میں اٹ گئی۔ چنانچہ دشمن اپنی آنکھیں ملنے لگے۔ اور مسلمان پورے زور و شور سے اُن پر ٹوٹ پڑے۔ اور قتل کا بازار گرم کر دیا۔ آخرکار دشمنوں کی ہار ہوئی اور مسلمانوں کی جیت ہوئی۔ حق کو فتح ہوئی اور باطل کو شکست ہوئی۔

ابھی جنگ جاری ہی تھی کہ عبدالاسود کے بیٹے اسود نے کہا جو قبیلۂ مخزوم کا آدمی تھا:

"خدا کی قسم! مَیں تو مسلمانوں کے حوض کا پانی پیوں گا،
یا اسے بیکار کر دوں گا۔ ورنہ مجھ پر جینا حرام"

چنانچہ وہ تیزی سے لپکا اور حوض کے قریب آ گیا۔ حضرت حمزہؓ پاس ہی کھڑے تھے۔ بجلی کی طرح جھپٹے اور تلوار کا وار کیا چونکہ وار سخت تھا۔ ایک پیر کٹ کر الگ ہو گیا۔ اب وہ گھسٹ کر حوض میں جا پڑا اور دوسرے پیر سے اس کو توڑ بھی دیا۔ اور اس کا پانی بھی پیا۔

Marfat.com

حضرت حمزہؓ پھر لپکے اور بڑھ کر ایک اور وار کیا۔ دیکھا گیا تو اب وہ بالکل ٹھنڈا ہو چکا تھا۔

جنگ ختم ہوئی تو پیارے نبیؐ نے فرمایا:

"دیکھو، ابوجہل کہاں ہے۔ وہ بھی کہیں پڑا ہوگا"۔

چنانچہ عبداللہ بن مسعودؓ اس کی تلاش میں نکلے۔ دیکھا تو وہ ایک جگہ پڑا دم توڑ رہا تھا۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے گردن پر پیر رکھا اور سر الگ کر کے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔

اس طرح کفر و شرک کے بہت سے علمبردار مارے گئے۔ اور قریش کے بہت سے سرداروں کے سر قلم ہوئے۔ قتل ہونے والے ستّر تھے اور قید ہونے والے بھی ستّر۔

مسلمانوں میں چودہ شہید ہوئے۔ چھ مہاجر تھے اور آٹھ انصاری۔ مارے جانے والے دشمنوں کی تعداد زیادہ تھی۔ اس لئے ہر ایک کو الگ الگ دفن کرانا مشکل تھا۔ وہیں ایک چوڑا کنواں تھا۔ تمام لاشیں آپؐ نے اسی میں ڈلوا دیں۔ پھر اسے برابر کر دیا گیا۔ اس کے بعد آپؐ نے ان میں سے ہر ایک کا نام لے لے کر پکارا اور فرمایا:

"کتنے بُرے رشتہ دار نکلے تم! میں نے اپنے ربّ کا وعدہ سچا پایا۔ کیا تم نے بھی اپنے ربّ کے وعدوں کو سچا پایا؟ تم نے مجھے جھوٹا سمجھا۔ اوروں نے مجھے سچا جانا۔ تم نے مجھے بے وطن کر دیا۔ دوسروں نے مجھے پناہ دی تم نے مجھ سے جنگ کی۔ غیروں نے میری مدد کی۔

ساتھیوں نے عرض کیا:

"اللہ کے رسولؐ! جو لوگ مر چکے ہیں، ان سے آپؐ فرما رہے ہیں!"

Marfat.com

آپؐ نے فرمایا :

”اِن کو اَب معلوم ہوگیا کہ رَبّ کا وعدہ سچا تھا۔“

پھر آپؐ ابوجہل کی لاش کی طرف متوجہ ہوئے اَور فرمایا :

”یہ تو فرعون سے بھی زیادہ سرکش نکلا۔ فرعون کو اپنی ہلاکت کا یقین ہوا، تو اس نے اللہ کو یاد کیا۔ مگر اسکو ہلاکت کا یقین ہوا، تو اس نے لات وعزّیٰ کو پکارا۔“

لڑائی ختم ہوگئی، تو پیارے نبیؐ نے زَیدؓ بن حارثہ اَور عبداللہ بن رَواحہؓ کو مَدینہ دَوڑادیا، کہ لوگوں کو فتح کی خوشخبری سُنائیں۔ فتح کی خبر سُنتے ہی مسلمان خوشی سے اُچھل پڑے۔ لیکن مُنافق اَور یہود غم سے پیلے پڑگئے۔

Marfat.com

مالِ غنیمت تقسیم ہونے کا وقت آیا، تو مسلمانوں میں اختلاف ہوگیا اور ان میں باہم کچھ باتیں ہونے لگیں:

جوان بولے:

"مالِ غنیمت کے حقدار تو ہم ہیں۔ کیونکہ ہم نے ہی دشمن کو ہرایا اور ہم نے جان پر کھیل کر میدان جیتا ہے۔"

بوڑھے بولے:

"سچ پوچھو، تو اس کے حقدار ہم ہیں کہ ہم نے ہی تمہاری حفاظت کی ہے اور ہم نے ہی پیچھے سے دشمن کو روکا ہے"

سعد بن معاذؓ نے کہا:

"اللہ کے رسولؐ! کیا شہسواروں کا بھی اتنا ہی حصہ ہے جتنا کمزوروں کا؟"

پیارے نبیؐ نے فرمایا:

"ارے میاں! کمزوروں ہی کی وجہ سے تو اللہ کی مدد آتی ہے!"

اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام آپہنچے، ساتھ میں خدا کا یہ پیغام بھی لائے:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ، قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ ، وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ٥ (الانفال۔۱)

Marfat.com

"(اے نبیؐ) تم سے لوگ انفال (مالِ غنیمت) کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ کہو، انفال اللہ اور اس کے رسول کے ہیں، تو تم اللہ کی نافرمانی سے بچو اور اس کی ناخوشی سے ڈرو اور آپس کے تعلقات ٹھیک رکھو، اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو۔ اگر تم مومن ہو۔"

اسی وقت رسولِ خدا کی طرف سے اعلان ہوا:

"جس نے کسی کو مارا ہے، وہ اس کے سامان کا مالک ہے۔ جس نے کسی کو قید کیا ہے۔ وہ قیدی اسی کا ہے اور جو کچھ میدان میں ملا۔ یا بغیر لڑائی کے ہاتھ آیا ہے۔ وہ سب کا ہے۔"

یہ سُن کر سب نے سر جھکا دیا۔ اور مالِ غنیمت کو پیارے نبیؐ پر چھوڑ دیا۔ کہ جیسے چاہیں، خدا کی ہدایت کے مطابق تقسیم فرمائیں۔

"قیدیوں کا کیا ہوگا؟"

حضورؐ نے ساتھیوں سے مشورہ کیا۔

حضرت عمرؓ بولے:

"کفر اور سرکشی کی سزا میں انہیں قتل کیا جائے۔"

حضرت ابوبکرؓ نے کہا:

"اللہ کے رسولؐ! یہ آپؐ کے اپنے ہی بھائی بند ہیں جنہیں آج اللہ نے آپؐ کے بس میں کر دیا ہے۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ انہیں مارا نہ جائے بلکہ ان سے فدیہ لے لیا جائے۔ اس سے آئندہ جنگ کے لیئے بھی کچھ سامان ہو جائے گا۔ پھر ہو سکتا ہے کہ اللہ انہیں ہدایت دے دے اور کل یہی آپؐ کے دست و بازو بن جائیں۔"

رسولِ خدا نے حضرت ابوبکرؓ کی رائے پسند فرمائی۔ چنانچہ جو لوگ

Marfat.com

فدیہ دے سکتے تھے۔ ان سے فدیہ لیا گیا۔ جو لوگ غریب اور نادار تھے لیکن پڑھے لکھے تھے، ان کے ذمہ تعلیم کا کام کیا گیا، کہ مدینہ کے دس دس لڑکوں کو پڑھنا لکھنا سکھائیں اور جو لوگ جاہل تھے۔ انہیں ویسے ہی چھوڑ دیا گیا۔

پیارے نبیؐ کامیاب و فتح یاب ہو کر مدینہ لوٹے اور شہر میں وداع کی گھاٹی سے داخل ہوئے۔ اس وقت جذباتِ شکر سے آپؐ کا سینہ لبریز تھا۔

غزوۂ بدر کا انجام سامنے آیا، تو مشرکوں کے حوصلے پست ہو گئے منافقین کے دل سہم گئے اور مدینہ کے یہود مسلمانوں سے دبنے لگے۔ بہت سے کٹر دشمن، اسلام لے آئے۔ اس جنگ میں کتنی ہی عورتیں بیوہ ہو گئیں۔ اور کتنی ہی مائیں سوگوار ہو گئیں۔ چنانچہ اس کے غم میں انہوں نے اپنے بال بھی کٹوا ڈالے اور تقریباً ایک ماہ تک گھر گھر ماتم رہا۔

Marfat.com

قریش کی اتنی جانیں ضائع ہوئیں۔ نہ جانے کتنی دولت مٹی میں مل گئی۔ شکست سے ان کی عزت و شوکت پر بھی آنچ آئی۔ اس کا قریش کو سخت صدمہ تھا۔

عُمَیرؓ بن وَہب اسلام کا ایک کٹر دشمن تھا۔ وہ اور صَفوان بن اُمیہ دونوں ایک روز حجر میں بیٹھے تھے۔ بدرؔ کا ماتم کر رہے تھے۔ صفوان نے کہا:

"خدا کی قسم! اب زندگی میں کوئی لطف نہیں"

عُمیرؓ نے کہا:

"سچ کہتے ہو۔ مَیں قرض سے دبا ہوا ہوں۔ اور بچوں کا خیال بھی ستا رہا ہے۔ ورنہ مَیں تو محمدؐ کی جان لیکر چھوڑتا میرا بیٹا بھی تو وہیں قید ہے"

صفوان نے کہا:

"تم قرض کی فکر نہ کرو۔ بچوں کی طرف سے بھی بے غم ہو جاؤ۔ میں ان کا ذمہ دار ہوں"

چنانچہ عُمیرؓ مدینہ کے لیئے روانہ ہو گیا۔ تلوار بھی گردن سے لٹک رہی تھی۔ وہاں پہنچ کر وہ مسجد میں داخل ہوا، کہ اپنا کام کرے۔

حُسنِ اتفاق سے حضرت عمرؓ کی نگاہ پڑ گئی۔ دیکھتے ہی انہوں نے تیور بھانپ لیئے اور گلا دبائے اسے حضورؐ کی خدمت میں لائے۔ حضورؐ نے فرمایا:

Marfat.com

"عُمیرؓ! کیا ارادہ ہے؟"

عُمیرؓ بولا:

"بیٹے کو چھڑانے آیا ہوں۔"

حضورؐ نے فرمایا:

"تلوار کا کیا کام ہے؟"

عُمیرؓ نے کہا:

"بُرا ہو تلواروں کا۔ آخر بدر میں یہ کس کام آئیں جو آنے لگا تو اس کی طرف ذہن نہ گیا۔ حالانکہ وہ میری گردن میں تھی۔"

حضورؐ نے فرمایا:

"عُمیرؓ! سچ سچ بتاؤ — کیوں آئے ہو؟"

عُمیرؓ نے کہا:

"مَیں بیٹے ہی کے لئے آیا ہوں۔"

حضورؐ نے فرمایا:

"حِجر میں صفوان سے کیا بات طے ہوئی ہے؟"

عُمیرؓ سناٹے میں آ گیا:

"کیا بات طے ہوئی ہے؟"

حضورؐ نے فرمایا:

"تم نے اس سے میرے قتل کا وعدہ کیا ہے۔ اس شرط پر کہ وہ تمہارا قرض اُدا کر دے، اور تمہارے بچوں کا ذمہ لے لے۔ سُن لو، اللہ یہ ہونے نہ دے گا۔"

عُمیرؓ بولا:

"مَیں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسولؐ ہیں۔ آپؐ کے سچے ہونے میں کوئی شُبہ نہیں۔"

Marfat.com

اور اب عُمیرؓ مسلمان تھے۔ پیارے نبیؐ نے ساتھیوں سے فرمایا:

"اپنے بھائی کو قرآن پڑھاؤ اور اس کے قیدی کو آزاد کر دو۔"

پھر عُمیرؓ لوٹ کر مکہ آئے اور جو لوگ پیارے نبیؐ کے قتل کی خبر سُننے کے لیئے بیتاب تھے۔ اب انہوں نے عُمیرؓ کے اسلام کی خبر سُنی مکہ پہنچ کر وہ اِسلام پھیلانے میں لگ گئے، اور لوگوں کو آپؐ کی پیروی پر اُبھارنے لگے۔ بہت سے لوگ ان کے ہاتھ پر اسلام بھی لائے۔

Marfat.com

محمد عربی
صلی اللہ علیہ وسلم

خونِ دل و جگر سے ہے سرمایۂ حیات

Marfat.com

قریش کی جنگی تیاریاں۔
بنی قینقاع کی شر انگیزیاں۔
بنی قینقاع کی جلاوطنی۔
قبائل میں قریش کا دورہ۔
لشکر قریش کی روانگی۔
صحابہؓ کا غیر معمولی جوش و خروش۔
اسلامی فوج کی روانگی۔
عبداللہ بن اُبیّ کی غداری۔
میدانِ اُحد میں فوجوں کی صف آرائی۔
جنگ کے شعلے بھڑک اُٹھے۔
دُشمن کی پسپائی۔
جنگ کا نقشہ بدل گیا۔
صحابہؓ کی جاں فروشی۔
جنگ کا انجام۔
مشرکین کی بہیمیت اور سفاکی۔

Marfat.com

قریش ایک ماہ تک روتے دھوتے رہے اور جو سردار مارے گئے تھے، ان کا ماتم کرتے رہے۔ پھر ماتم ختم ہوگیا۔ اور رونا دھونا بند ہوگیا۔ یہ رونا دھونا کیوں بند ہوا؟ کیا انہوں نے اپنے عزیزوں و لیڈروں پر صبر کرلیا؟ یہ ماتم کیوں ختم ہوا؟ کیا اس لیئے کہ انہوں نے تقدیر کے آگے سر ٹیک دیا؟

اصل میں یہ بات نہ تھی۔ قریش ایسے نہ تھے کہ وہ اپنے سرداروں پر صبر کرلیتے، اور خاموش ہو رہتے۔ ان کے سینے ابھی سلگ رہے تھے اور دل ابھی تڑپ رہے تھے۔ البتہ اب ماتم کا شور نہ تھا۔ اب آنسوؤں کا طوفان نہ تھا۔ اب خون کا بدلہ لینے کی دھن تھی۔ اب انتقام کی تیاریاں تھیں۔ عورتوں نے سر کے بال کٹوا ڈالے اور عطر کو اپنے اوپر حرام کرلیا۔ نذر مان لی کہ خوشبو نہ لگائیں گی۔ اور زینت کی چیزوں سے دور رہیں گی، جب تک کہ خون کا بدلہ نہ دیکھ لیں گی۔ مردوں نے عہد کرلیا کہ چین سے نہیں بیٹھیں گے اور آرام کی نیند نہیں سوئیں گے، جب تک کہ بھرپور بدلہ نہ لے لیں گے۔ ابوسفیان کچھ اور آگے رہا۔ اس نے قسم کھالی کہ نہائیں گے نہیں، جب تک کہ محمدؐ کو نیچا نہ دکھالیں گے۔

اس طرح قریش کے آنسو تھم گئے اور رونے پیٹنے کی آوازیں بند ہوگئیں، اور انہوں نے عزم کرلیا کہ محمدؐ سے پھر جنگ کریں گے اور خون کی آگ خون سے بجھائیں گے۔ چنانچہ اب قریش جنگ کی تیاریوں میں لگ گئے، اور جنگ جیتنے کے لیئے جو جو چیزیں چاہیئے تھیں، ان کا انتظام

Marfat.com

کرنے لگے تاکہ جلد سے جلد سینے کی آگ بجھے اور بے چین دل کو چین نصیب ہو۔

جنگ سے پہلے جو تجارتی قافلہ شام سے آیا تھا۔ اس کا سرمایہ دارُ النّدوہ میں روک لیا گیا تھا، اور جوں کا توں محفوظ تھا۔ اس میں ابھی حصے بخرے نہیں ہوئے تھے۔ قریش نے آپس میں طے کیا کہ حصّہ داروں کو اصل سرمایہ واپس کر دیا جائے اور جو نفع ہو، اس کو فوج پر خرچ کیا جائے اور جنگی تیاریوں میں لگایا جائے۔

یہ بات تو سب کے دل کی بات تھی، اس لیئے پیش ہونے سے پہلے ہی منظور تھی۔ چنانچہ چٹ پٹ سامان فروخت ہوا، اور چیزیں چونکہ بہت قیمتی تھیں، اس لیئے کافی نفع ہوا۔ پھر حصّہ داروں کو اصل سرمایہ واپس کیا گیا۔ اور بقیہ جو نفع ہوا وہ جنگ کی مد میں داخل ہوگیا اور زور شور سے تیاریاں شروع ہوگئیں۔

بدر میں ابوسفیان کا بیٹا بھی قتل ہوگیا تھا۔ اس کا ابُوسفیان کو انتہائی شدید صدمہ تھا۔ اور وہ انتقام لینے کے لیئے بُری طرح بیتاب تھا۔ مگر قریش کو بدر میں مسلمانوں کے زور کا اندازہ ہو چکا تھا۔ اس لیئے وہ چاہتے تھے۔ کہ اس بار بہت بڑے لشکر سے مقابلہ کریں۔ اور ساز و سامان اور اسلحہ سے بھی پُوری طرح لیس ہوں۔ مگر یہ کام وقت کیوقت ہونے کا تو تھا نہیں۔ بہرحال اس میں کچھ دن لگتے۔ اِدھر ابوسفیان غم و غصّہ سے بدحواس تھا۔ اس میں انتظار کی کہاں تاب تھی۔ چنانچہ اس نے مکّہ کے دو سو آدمیوں کو ساتھ لیا، اور محمدؐ سے انتقام لینے کے لیئے چل پڑا۔ مدینہ سے کچھ فاصلہ پر عُریض نامی ایک مقام ہے۔ وہاں پہنچا تو ایک انصاری اپنی کھیتی میں لگے ہوئے تھے۔ ساتھ میں ایک مزدور بھی تھا۔ ان دونوں کو اس نے وہیں تہ تیغ کیا، اور دو گھروں میں آگ لگا دی۔ کچھ کھجور

Marfat.com

کے درخت تھے۔ ان کو بھی جلا دیا۔ ان باتوں سے اس کے نزدیک قسم پوری ہوگئی اور وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔

پیارے نبیؐ کو اس حادثہ کی خبر ملی، تو آپؐ نے ابوسفیان کا پیچھا کیا۔ لیکن بھاگنے والوں نے ہوشیاری کی۔ جان خطرہ میں دیکھی، تو اونٹوں کا بوجھ ہلکا کرنے لگے یعنی ساتھ میں ستّو کی بوریاں تھیں۔ ان کو وہ نیچے پھینکنے لگے۔ اس طرح کہیں جاکر ان کی جان چھوٹی، اور وہ سالم واپس آ گئے۔ عرب میں ستّو کو چونکہ سویق کہتے ہیں۔ اس لیئے واقعہ غزوۂ سویق کے ہی نام سے مشہور ہوا اور ذی الحجہ ۲ھ میں پیش آیا۔

مدینہ میں یہودیوں کا بھی ایک قبیلہ آباد تھا۔ جو بنی قینقاع کے نام سے مشہور تھا، اور جہاں یہ آباد تھا، وہیں اس کی تجارتی منڈی بھی تھی۔ سُناری میں بھی اس قبیلہ کی کافی شہرت تھی۔ یہودیوں کے بقیہ قبیلے مدینہ کے باہر تھے کچھ تو خیبر میں تھے اور کچھ دوسری جگہوں پر۔ ہاں تو آج کل پیارے نبیؐ بنی قینقاع کی ہی مہم پر تھے۔

بات کیا تھی؟ بنی قینقاع کے یہودی پیارے نبیؐ کے حلیف تھے یعنی وہ آپؐ سے صلح و دوستی کا معاہدہ کر چکے تھے۔ مگر پھر بھی اسلام کی ترقی دیکھ کر جلتے تھے۔ سامنے تو دوستی اور محبت کا دم بھرتے تھے، مگر پیٹھ پیچھے اسلام کا گلا گھونٹنے کی سازشیں کرتے تھے۔ مشرکوں سے بھی ان کا سلام پیام جاری تھا۔ لیکن بدر میں مسلمانوں کی فتح ہوئی، تو انکے لیئے یہ دورُخی پالیسی دشوار ہوگئی۔ چنانچہ اب ان کے سینوں میں غیرت کی آگ سلگنے لگی اور دل حسد سے پکنے لگے۔

ان کی عقلیں حیران تھیں کہ محمدؐ نے ہم سے معاہدہ کر لیا۔ اور صلح و دوستی سے ہم کو ہموار کر لیا۔ پھر دیکھتے دیکھتے اپنے دین کو اتنا چمکا دیا، کہ گھر گھر اسلام کا چراغ روشن ہوگیا۔ یہی نہیں۔ وہ ہتھیار سج کر میدان میں

Marfat.com

بھی آتے ہیں۔ اور مشرکوں اور ظالموں سے ٹکر لیتے ہیں، اور اللہ انکو فتح مند بھی کرتا ہے۔ اِس طرح عرب قبیلوں پر ان کی دھاک بیٹھ جاتی ہے۔ اور سارے لوگ ان سے لرزنے لگتے ہیں۔ یہودی بھلا اس کو ٹھنڈی آنکھوں کیسے دیکھ سکتے تھے کہ یہ تو اُن کے لیئے خطرہ کی گھنٹی تھی۔ چنانچہ اَب وہ کھُل کر سامنے آگئے اور ریا اور نفاق کی چادر انہوں نے اُتار پھینکی۔ اَب وہ مسلمانوں کے لیئے ننگی تلوار بن گئے اور کھلے بندوں ان کی مخالفت کرنے لگے۔ وہ لوگوں کو ان کے خلاف جوش دلاتے۔ اشعار میں ان کی ہجو کرتے کڑوی کسیلی باتوں سے ان کا دل چھیدتے۔ غرض انہوں نے معاہدہ کی کوئی پرواہ نہ کی اور نہ صُلح کا کوئی احترام کیا۔ پیارے نبیؐ نے یہ رنگ دیکھا، تو ان کو جمع کیا اور ایک ہمدرد اور خیر خواہ کی طرح ان سے فرمایا:

"یہودی بھائیو! بخدا تمہیں یقین ہے کہ میں اللہ کا رسولؐ ہوں۔ اس لیئے اِسلام میں آجاؤ۔ دیکھو ایسا نہ ہو کہ بدر والوں کی طرح تمہارا بھی عبرت ناک انجام ہو۔"

لیکن وہ لوگ تو طاقت کے نشہ میں چوُر تھے۔ لہذا انہوں نے آپؐ کی بات کی کوئی پرواہ نہ کی۔ ماننا تو درکنار، اکڑتے ہوئے جواب دیا:

"محمدؐ! دھوکہ نہ کھانا۔ وہ ناتجربہ کار لوگ تھے، جنہیں ہرا دینے پر تمہیں ناز ہے۔ یاد رکھو! ہم تلواروں کے دھنی ہیں۔ ہم میدانِ جنگ کے شیر ہیں۔ ہم سے معاملہ پڑا، تو ہم دکھا دیں گے کہ لڑائی کس کا نام ہے!"

یہ عہد شکنی اور دُشمنی کا کھلا ہوا اعلان تھا۔ چنانچہ اَب مسلمانوں اور یہودوں کے تعلقات بگڑ گئے۔ پیارے نبیؐ نے مجبور ہو کر جنگ کا فیصلہ کر لیا، ان کے گھروں کو گھیر لینے کا حکم دیا۔ اشارہ کی دیر تھی۔ مسلمانوں

Marfat.com

نے فوراً گھروں کو گھیر لیا۔ بالآخر عاجز ہو کر انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے پھر جب وہ پوری طرح قابو میں آ گئے تو مسلمانوں نے کہا:

"اللہ کے رسولؐ! انہیں قتل کیا جائے۔"

مگر عبداللہ بن اُبی جو اُن کا حلیف تھا اور منافقوں کا سردار بھی، وہ ان کے لیئے سفارش کرنے لگا کہ:

"اللہ کے رسولؐ! یہ جلاوطن کر دیئے جائیں۔"

بالآخر پیارے نبیؐ راضی ہو گئے اور فرمایا:

"تین دن کے اندر یہ مدینہ خالی کر دیں۔"

اِس طرح یہ یہودی مدینہ سے چلے گئے۔ ساتھ میں بال بچوں کو بھی لے گئے اور جتنا مال و اسباب لے جا سکتے تھے، وہ بھی لے گئے اور شام کے علاقہ میں اذرعات ایک مقام ہے۔ وہاں جا کر بس گئے۔ یہ سات سو آدمی تھے، جن میں تین سو زرہ پوش بھی تھے۔

بنی قینقاع جلاوطن ہوئے تو اِسلام کا بڑا فائدہ ہوا، کیونکہ اس سے لوگوں کے دلوں پر رُعب چھا گیا۔ انہوں نے سوچا کہ:

"مسلمانوں کے حکم سے اتنا بڑا قبیلہ بے وطن ہو گیا۔
وہ بھی اتنا دلیر اور بہادر قبیلہ! معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا زور بہت بڑھ گیا ہے اور اَب ان کی طاقت کا کوئی ٹھکانا نہیں رہا۔"

آس پاس بنی نضیر اور بنی قریظہ کے قبیلے آباد تھے۔ یہ دونوں قبیلے بھی یہودیوں کے تھے۔ یہ دونوں قبیلے بھی مسلمانوں سے سہم گئے۔ عرب کے دوسرے قبیلے بھی ڈر کر خاموش ہو رہے۔ اگرچہ کچھ قبیلوں نے یہ بھی سوچا کہ اگر یہی حال رہا تو کچھ دنوں میں یہ پورے عرب پر چھا جائیں گے لہذا ان کے زور کا توڑ ہونا چاہیئے اور کسی طرح ان کے رُعب کا خاتمہ

Marfat.com

ہونا چاہیئے۔ چنانچہ انہوں نے سوچا، اور مدینہ پر چڑھائی کی تیاری شروع کر دی۔ پیارے نبیؐ کو خبر ہوئی، تو آپؐ بھی اس فتنے کو دبانے کے لیئے آگے بڑھے۔ مگر ان قبیلوں نے سُنا تو ان کے ہوش اُڑ گئے اور جان بچانے کے لیئے کچھ تو خطرناک ریگستانوں میں پھیل گئے۔ اور کچھ نے پہاڑی دَرّوں اور غاروں میں پناہ لی۔

چونکہ قریش کا بہت دارو مدار شام کی تجارت پر تھا، اور اس تجارت کو بند کرنے میں ان کے لیئے خطرہ ہی خطرہ تھا، لہذا اس کو تو بہر حال جاری رکھنا تھا، لیکن شام جائیں کدھر سے؟ مدینہ ہوکر جانے کی تو ہمت تھی نہیں کہ ادھر سے مسلمانوں کے چھاپہ مارنے کا ڈر تھا۔ آخر کار مجبور ہو کر انہوں نے عراق کا راستہ اختیار کیا۔ یہ راستہ بہت لمبا تھا دُشواریاں بھی بے انتہا تھیں۔ پانی ملنا بھی ایک مسئلہ تھا۔ لیکن اس کے علاوہ چارہ بھی کیا تھا۔ مگر خُدا کا کرنا کہ یہ تدبیر بھی چھُپ نہ سکی۔ یعنی پیارے نبیؐ اور آپؐ کے ساتھیوں کو اس کی خبر ہو گئی۔ چنانچہ آپؐ نے زیدؓ بن حارثہ کو چھاپہ مارنے کے لیئے دَوڑایا کہ اَب جنگ کا زمانہ تھا اور دُشمن کے نقصان سے بچنے کے لیئے خود انہیں نقصان پہنچانا ضروری تھا۔ اس طرح حضرت زیدؓ سو سواروں کا دستہ لے کر روانہ ہو گئے۔ اور نجد میں ایک جگہ ہے قردہ، وہاں پر قافلہ کو جا لیا۔ قافلہ والے انہیں دیکھتے ہی سب کچھُ چھوڑ چھاڑ کر بھاگ نکلے، اور سارا سامان دستہ کے ہاتھ لگا۔ چنانچہ ہنسی خوشی یہ لوگ مدینہ لَوٹے۔ پیارے نبیؐ نے بھی خدا کا شکر اَدا کیا، اور سارا سامان مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔

پیارے نبیؐ مکہ سے آئے تو مسلسل جنگ و جہاد میں لگے رہے، اسلام کی ترقی کے لیئے آپؐ نے لڑائیاں بھی کیں۔ اور جان و مال کی قربانیاں بھی دیں۔ اور بیچ میں اگر کبھی سکون ملا۔ اور خطرات سے اطمینان ہوا، تو

Marfat.com

یہ سکون و اطمینان کی گھڑیاں بھی خالص آرام و اطمینان میں نہ گزریں، بلکہ اِس وقت ایک دوسری سرگرمی شروع ہوگئی، وہ سرگرمی تھی باہمی محبت اَور ہمدردی کو استوار کرنے اَور تعلقات کی بہتری اَور خوشگواری کو پائیدار بنانے کی سعی و تدبیر۔ آپؐ کے جو مخلص دوست تھے، جو ہر وقت کے ساتھی تھے اَور جو ہوشیاری اَور سمجھداری میں نمایاں تھے، ان سے آپؐ تعلقات کو اَور مضبوط کرتے، پیار اَور دلجوئی سے ان کے دلوں کو اَور موہتے اَور اس کے لیئے آپؐ نے بہت سی ترکیبیں کیں۔ محبت پیدا کرنے کے لیئے ایک مفید چیز رشتہ بھی ہے۔ آپؐ نے اِس کو بھی اپنایا، اَور ان سے اپنا رشتہ قائم کیا۔ آپؐ کے جو دو بڑے دوست تھے اَور جو آپؐ کے دائیں بائیں بازو بھی تھے۔ ان کی بیٹیوں سے اپنا گھر بسا کر آپؐ نے ان کی دلجوئی فرمائی۔ حضرت ابوبکرؓ کی بیٹی حضرت عائشہؓ تھیں۔ ان سے مکہؔ ہی میں شادی ہوچکی تھی، لیکن ابھی وہ کم عمر تھیں، اس لیئے اپنے ماں باپ کے ہی ساتھ تھیں۔ مدینہ پہنچ کر وہ آپؐ کے یہاں آ گئیں۔ حضرت عمر فاروقؓ کی بیٹی حضرت حفصہؓ تھیں۔ ان سے بھی آپؐ نے شادی کی۔ پھر آپؐ نے ساتھیوں کو اپنی بھی بیٹیاں دیں اَور اس طرح بھی ان کی دلجوئی فرمائی۔ آپؐ کی ایک چھوٹی بیٹی تھیں فاطمہؓ، انکی شادی آپؐ نے حضرت علیؓ سے کی۔ جو آپؐ کے وفادار یار تھے۔ ایک بیٹی رُقیہؓ تھیں۔ ان کی شادی حضرت عثمانؓ سے کی، جو آپؐ پر دل و جان سے قربان تھے۔ پھر پیارے نبیؐ بدرؔ کے لیئے تشریف لے گئے تو اسی درمیان یہ اللہ کو پیاری ہوگئیں۔ اَور چونکہ پہلے سے ہی یہ بیمار تھیں، اِس لیئے حضرت عثمانؓ اُن کے تیماردار رہے اَور اسی لیئے وہ بدر میں شریک نہ ہوسکے پھر رقیہؓ کی وفات ہوگئی۔ تو آپؐ نے ان کی شادی دوسری بیٹی سے کردی، جن کا نام تھا اُمِ کلثومؓ۔ اِسی لیئے حضرت عثمانؓ کو ذی النورین

Marfat.com

کا لقب ملا۔

آپؐ نے بیواؤں کی بھی دلجوئی فرمائی۔ ساتھیوں کو بھی سمجھایا کہ اگر کوئی عورت بیوہ ہو جائے، یا خدا کی راہ میں اس کا شوہر شہید ہو جائے اور پیچھے بچے چھوڑ جائے، تو اس بیوہ کا خیال رکھیں۔ اور اس کے ساتھ ہمدردی کریں۔ ہو سکے تو اس سے شادی بھی کر لیں۔ اور اس کے بچوں کی پرورش کریں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ بیوہ بے سہارا ہو کر پریشانیوں کا نشانہ بن جائے۔ اور بچے اس کے لیئے کاندھے کا بار اور جان کا وبال ہو جائیں۔ چنانچہ ایک بی بی زینبؓ تھیں۔ یہ خُزَیمہ کی بیٹی تھیں۔ اور بہت شریف اور نیک عورت تھیں۔ صدقہ خیرات کی بھی شوقین تھیں۔ اسی لیئے اُمّ المساکین کے نام سے مشہور تھیں۔ بدر کا معرکہ ہوا، تو شوہر شہید ہو گئے۔ اور یہ بیوہ ہو گئیں۔ چنانچہ پیارے نبیؐ نے اُن سے شادی کر لی۔

بدر میں دشمنوں نے منہ کی کھائی تھی۔ کیا وہ یہ ذلت برداشت کر سکتے تھے؟ وہاں ان کی عزت و شوکت کو ٹھیس لگی تھی۔ کیا جیتے جی وہ یہ بدنامی گوارا کر سکتے تھے؟ پیارے نبیؐ بھی اس بات سے غافل نہ تھے۔ آپؐ کو پورا یقین تھا کہ قریش نچلے بیٹھنے والے نہیں۔ وہ زخمی شیر کی طرح تلملا رہے ہیں اور غصہ سے سلگ رہے ہیں۔ اور وہ غصہ خون سے ہی ٹھنڈا ہوگا۔ یعنی ان کے جو سپاہی مارے گئے ہیں، اُن کا انتقام لے کر ہی ان کو اطمینان ہوگا۔ مسلمانوں نے ان کا تجارتی قافلہ بھی لوٹا دیا تھا۔ حالانکہ اسی خطرہ سے انھوں نے اپنا راستہ بدلا تھا۔ اس سے ان کا زخم اور تازہ ہو گیا تھا۔ اور انتقام کا ایک نیا جوش پیدا ہو گیا تھا۔ ان باتوں کی وجہ سے پیارے نبیؐ چوکنّے تھے۔ اور سمجھتے تھے کہ ایک نہ ایک دن پھر جنگ کا سامنا ہونا ہے۔

Marfat.com

مکہ میں جنگ کی تیاریاں زوروں پر تھیں۔ پیارے نبیؐ کے چچا حضرت عباسؓ اسلام تو لا چکے تھے۔ لیکن ابھی مکہ میں مقیم تھے۔ حالات کی نزاکت محسوس کرتے ہی انہوں نے ایک تیز رفتار آدمی کو یہ پیغام دے کر آپؐ کی خدمت میں بھیجا:

"قریش جنگ کے لیئے مدینہ جا رہے ہیں۔ اور وہ بہت بھاری لاؤ لشکر کے ساتھ ہیں۔ ہتھیار اور سامان بھی بے پناہ ہیں۔"

ساتھ ہی انہوں نے قاصد کو تاکید کی کہ تین رات دن میں وہ مدینہ پہنچ جائے۔

یہ خبر پاکر پیارے نبیؐ کو ذرا بھی اچنبھا نہ ہوا۔ اور اچنبھے کی بات بھی کیا تھی؟ کہ آپؐ کو تو پہلے ہی اِس کا اندیشہ تھا۔ لیکن اتنا بھاری لشکر! اور اتنا ہتھیار اور سامان! وہ بھی اتنی تھوڑی مدت میں! اِس پر آپؐ کو حیرت ضرور ہوئی۔

اِدھر قریشی لشکر کی تیاری دن رات جاری تھی۔ ہتھیار اور سامان بہت تیزی سے اکٹھا ہو رہے تھے، اور بکثرت سپاہی بھرتی کیئے جا رہے تھے قریش نے اِس کے لیئے نہ جانے کتنے قبیلوں سے معاہدے کیئے تھے اور نہ جانے کتنے قبائلیوں کو اُبھارا تھا۔ عرب میں جوش دلانے کا سب سے بڑا ذریعہ جوشیلے شاعر تھے، یا جوشیلے مقرر۔ قریش کے مقرر اور شاعر قبیلوں میں پھیل جاتے اور گرم گرم تقریریں کرتے، یا جوشیلے اشعار سناتے اور اِس طرح لوگوں کے دِلوں کو گرماتے اور انہیں جنگ میں حصہ لینے پر اُبھارتے، چنانچہ دیکھتے دیکھتے ایک بہت بھاری لشکر تیار ہو گیا، اور ہتھیاروں اور سامانوں کا ڈھیر لگ گیا۔

بہت سی عورتیں ایسی بھی تھیں، جن کے باپ بیٹے بدر میں مارے

Marfat.com

گئے تھے۔ اس لئے وہ تو غصہ سے بے تاب تھیں ہی، اپنے مردوں کو بھی بے تاب کئے ہوئے تھیں۔ ان عورتوں میں ہند سب سے آگے تھی۔ یہ عُتبہؓ کی بیٹی اور ابوسفیان کی بیوی تھی۔ بدر میں اس کے باپ، بھائی اور چچا تینوں مارے گئے۔ سُن کر اس کا کلیجہ کھولنے لگا، اور اس نے قسم کھائی کہ جب تک خون کا بدلہ نہ لے لیں گے، خوشبو نہ لگائیں گے۔

کوچ کا وقت ہوا، تو اس نے کچھ اور عورتوں کو تیار کیا، اور لشکر کے ساتھ ہولی۔ لوگوں نے بہت روکنا چاہا، لیکن نہ مانی۔ طعیمہ بن عدی جو جبیر بن مطعم کا چچا تھا۔ وہ بھی بدر میں مارا گیا تھا۔ اس کا جبیر کو سخت صدمہ تھا۔ چنانچہ اس کا ایک حبشی غلام تھا جس کا نام تھا وحشی۔ یہ چھوٹا نیزہ پھینک کر مارنے میں ماہر تھا، کیونکہ یہی حبشہ والوں کا خاص ہتھیار تھا۔ اس سے جبیر نے کہا:

"وحشی! اگر میرے چچا کے بدلہ میں محمدؐ یا حمزہؓ یا علیؓ کو مار دو تو تم آزاد ہو۔"

پھر ہند نے بھی اس سے کہا:

"وحشی! میرے عزیزوں کی ٹکر کے یا تو محمدؐ ہیں۔ یا پھر حمزہؓ اور علیؓ۔ ان تینوں میں سے کسی ایک کو بھی مار دو، تو بہت قیمتی انعام دوں گی۔"

چنانچہ وحشی نے دونوں سے وعدہ کر لیا۔ پھر لشکر مدینہ کی طرف بڑھا تین ہزار سپاہیوں کا دل بادل تھا۔ جس کے ساتھ دو سو گھوڑے اور تین ہزار اونٹ بھی تھے، اور ابوسفیان لشکر کا کمانڈر تھا۔ لشکر کے ساتھ پندرہ عورتیں بھی تھیں، جو ایک خاص انداز سے دف بجاتیں اور مقتولین بدر کے دردناک مرثیے پڑھتیں اور اس طرح وہ مردوں کو شکست پر غیرت دلاتیں اور

Marfat.com

اُن کے جذبۂ انتقام کو اَور اُبھارتیں۔ لشکر میں ابوعامر اَوسی بھی شامل تھا۔ یہ قبیلہ کا بہت معزز آدمی تھا، اَور اسلام کے نام سے ہی جلتا تھا۔ پیارے نبی نے ہجرت فرمائی، تو مدینہ چھوڑ کر مکہ چلا آیا، اَور آپؐ کے دشمنوں میں مل گیا اس کے ساتھ اس کے ساتھی بھی مکہ چلے گئے۔ ہاں تو اس نے قریش کے لوگوں سے کہا:

"چلو، اس بار تو خوب مزا آئے گا۔ محمدؐ کے مقابلہ میں جہاں میں نکلا، اَوس کے سارے لوگ میرے گرد اکٹھا ہو جائیں گے، اَور محمدؐ کے ساتھ ایک بھی نہ رہے گا۔"

چلتے چلتے جب لشکر اَبْواء پہنچ گیا، جہاں پیارے نبیؐ کی والدہ کی قبر ہے تو ہند نے لوگوں سے کہا:

"موقع اچھا ہے۔ محمدؐ کی ماں کی قبر اکھاڑ ڈالو۔ ہم میں سے کوئی قید ہوا تو اس کے جسم کا ایک ایک ٹکڑا فدیہ میں دے دیں گے۔"

لیکن کچھ لوگوں نے مخالفت کی، کہ:

"ایسا بھول کر نہ کرنا۔ ورنہ بنی خزاعہ اَور بنی بکر ہمارے مُردوں کی ساری قبریں کھود کر رکھ دیں گے۔"

لشکر آگے بڑھا، اَور چلتے چلتے عَقیق پہنچ گیا۔ پھر یہاں پہنچ کر ٹھہر گیا یہ ایک مشہور جگہ ہے جو مدینہ سے پانچ میل پر واقع ہے۔

اسی وقت بھتیجے کو چچا کا خط ملا۔ پیارے نبیؐ اس وقت قبا میں تھے ساتھ میں اُبیّ بن کعب بھی تھے۔ انہی نے آپؐ کو خط پڑھ کر سنایا۔ سن کر آپؐ نے فرمایا:

"اچھا، دیکھو، کسی اَور سے اس کا ذکر نہ کرنا۔"

پھر آپؐ مدینہ تشریف لائے اَور سعدؓ بن رَبیع کے گھر جا کر اُن سے

Marfat.com

اِس خط کا ذکر فرمایا۔ ابھی ہوشیار اور سمجھدار ساتھیوں سے مشورہ کرنا باقی تھا، اس لیئے کسی اَور کو بتانے سے منع فرمایا۔ مگر پاس ہی چونکہ سعدؓ کی بیوی تھی، اِس لیئے اِس نے یہ باتیں سُن لیں۔ اَور اِس طرح یہ خبر چھُپ نہ سکی۔ ابھی ساتھیوں سے مشورہ بھی نہ فرمایا تھا، کہ ہر طرف اِس کا چرچا ہوگیا۔

ہجرت کا تیسرا سال اَور شوال کی پانچویں تاریخ تھی۔ اَنسؓ اَور مُونسؓ دو جاں نثاروں کو آپؐ نے لشکر کی خبر لانے کے لیئے بھیجا۔ انہوں نے آکر اطلاع دی کہ قریش کا لشکر مَدینہ کے بالکل قریب آگیا، اور کھیتوں کو اُن کے اُونٹوں اور گھوڑوں نے چر لیا۔ مَدینہ کی چراگاہ (عریض) بھی صاف ہوگئی۔ پھر آپؐ نے حُبابؓ بن منذرؓ کو بھیجا کہ فوج کی تعداد کی خبر لائیں اَور سازوسامان کا بھی اندازہ لگائیں۔ چنانچہ انہوں نے جاکر سازوسامان اَور تعداد کا اندازہ لگایا۔ پھر آکر آپؐ کو ساری صُورتِ حال بتادی۔

مَدینہ کی یہ رات بڑے خوف اَور گھبراہٹ کی رات تھی کہ انہیں ایک دِل جلے اور ظالم دُشمن سے پالا تھا۔ جس کی طاقت بھی بے پناہ تھی۔ شہر پر ہر آن حملہ کا اندیشہ تھا، اِس لیئے کچھ بہادر جانبازوں نے جنگی لباس تبدیل کیئے اَور رات بھر مَدینہ کی سرحدوں پر پہرہ دیتے رہے۔ سعدؓ بن معاذؓ نے بھی، ہتھیار سجے، اَور تمام رات مسجد نبویؐ کے دروازے پر ٹہلتے رہے۔

خُدا خُدا کرکے صبح ہوئی۔ جمعہ کا دن تھا۔ لوگ پیارے نبیؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا:

"میرا خیال ہے کہ ہم مَدینہ میں ہی ٹھہریں اَور دُشمن سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہ کریں۔ اَب اگر وہ وہیں پڑے رہے، تو

Marfat.com

خود پچھتائیں گے۔ اور ہم پر چڑھائی کی، تو ہم شہر ہی میں رہ کر ان کا مقابلہ کریں گے اور گھیر گھیر کر انہیں ڈھیر کر دیں گے، کیونکہ مدینہ کی گلیوں اور پگڈنڈیوں سے وہ ہماری طرح واقف نہیں۔ کہو، تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟"

جتنے بڑے اور سمجھدار لوگ تھے، سب نے آپؐ کی رائے سے اتفاق کیا، اور خوش ہو کر اس کا خیر مقدم کیا۔ عبداللہ بن ابی اُٹھا، اور اس نے بھی پُرزور تائید کی۔ اس نے کہا:

"اللہ کے رسولؐ! آپؐ کی رائے بہت بہتر ہے۔ مدینہ ہی میں رہیئے۔ باہر نہ نکلیئے۔ بخدا ہمارا تو بار بار کا تجربہ ہے جب کبھی ہم نے شہر سے باہر نکل کر دُشمن کا مقابلہ کیا، تو ذلت اُٹھائی، اور کسی دُشمن نے شہر پر حملہ کیا تو اس کی بُری گت بنائی۔ اللہ کے رسول! انہیں وہیں پڑا رہنے دیجئے۔ اگر وہ وہیں پڑے رہے تو خود پچھتائیں گے، اور اگر شہر میں گھُسے، تو ہم گلیوں میں گھیر گھیر کر انہیں خوب ماریں گے اور بچے اور عورتیں چھتوں پر سے پتھر برسائیں گی۔"

مگر کچھ مسلمان ایسے بھی تھے، جو بعد میں اسلام لائے تھے اور بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے۔ ان لوگوں کو حسرت تھی۔ کہ کاش ہم بھی بدر میں شریک ہوئے ہوتے اور کچھ جوان ایسے بھی تھے جو بدر میں شریک ہوئے تھے اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے حیرت ناک فتح کا منظر بھی دیکھا تھا۔ یہ دونوں ہی قسم کے لوگ جوش سے بے خود تھے اور شہر سے نکل کر حملہ کرنے پر زور دے رہے تھے۔ اسی گروہ کے ایک جوان نے کہا:

"اللہ کے رسولؐ! دُشمن کے مقابلہ میں نکلیئے۔ کہیں وہ یہ نہ سمجھ لیں کہ ہم ڈر گئے، اور اس طرح ان کے دل اور بڑھ

Marfat.com

جائیں۔ اللہ کے رسولؐ! بدر میں تو ہم تین ہی سو تھے۔ پھر بھی اللہ نے کامیاب کیا، اور آج تو ہم کافی تعداد میں ہیں اللہ کے رسولؐ! ہم تو اسی دن کی آرزو میں تھے۔ اسی دن کا تو ہمیں انتظار تھا۔"

دوسرے نوجوان نے کہا:

"اللہ کے رسولؐ! دشمن ہماری زد میں گھس آئے۔ ہماری کھیتیوں کو روند ڈالا۔ اب آخر جنگ کا کون سا وقت آئے گا؟"

خیثمہؓ نے کہا:

"بدر میں شریک ہونے سے میں محروم رہا۔ حالانکہ میری شدید تمنا تھی۔ میرا لڑکا شریک ہوا، اور اس کو شہادت نصیب ہوگئی۔ کل رات میں نے اسے خواب میں دیکھا کہ وہ کہہ رہا تھا، ابا! آپ بھی چلے آئیے، جنت میں ہمارا ساتھ رہے گا۔ رب نے جو وعدہ کیا تھا، میں نے اسے بالکل سچا پایا۔"

حضرت حمزہؓ نے کہا:

"اللہ کے رسولؐ! اس ذات کی قسم جس نے آپؐ پر قرآن اتارا، میں تو کھانا ہی نہ کھاؤں گا، جب تک باہر نکل کر دشمنوں سے مقابلہ نہ کر لوں گا۔"

غرض نئے مسلمان جوش سے بھرپور تھے، اور باہر نکل کر مقابلہ کے لیے بیتاب تھے۔ بدری جانباز بھی ان کی تائید میں تھے۔ تمنا ہر ایک کی یہی تھی کہ وہ اسلام کی راہ میں جان دے دے۔ مگر اسلام پر ذرا بھی آنچ نہ آنے دے۔ ہر ایک چاہتا تھا کہ اس کا رب اس سے خوش ہو جائے،

Marfat.com

اور اس کو اپنے قرب میں جگہ دے۔

اب کوئی چارہ نہ تھا، لہٰذا آپؐ نے اکثریت کی بات مان لی۔ اور اعلان فرما دیا کہ باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کریں گے۔ پھر آپؐ نے جمعہ کی نماز ادا فرمائی اور خطبہ میں لوگوں کو جہاد پر اُبھارا۔ خطبہ بہت ہی جاندار اور زور و تاثیر سے لبریز تھا۔ آپؐ نے فرمایا:

"لوگو، یاد رکھو! اگر تم نے صبر سے کام لیا، تو میدان تمہارے ہی ہاتھ ہے۔"

پھر عصر کے بعد آپؐ گھر میں تشریف لے گئے۔ ابوبکرؓ و عمرؓ بھی ساتھ تھے۔ ان دونوں نے آپؐ کو زرہ پہنائی، سر پہ خُود رکھا۔ پھر آپؐ نے گلے سے تلوار لٹکائی اور اب آپؐ بالکل تیار تھے۔

اِدھر باہر کچھ لوگ تو بے حد خوش تھے، کہ اب شہر کے باہر مقابلہ ہوگا۔ لیکن کچھ لوگ اس بات سے خوش نہ تھے۔ اور باہر نکلنے میں خطرہ سمجھتے تھے۔ پیارے نبیؐ اندر تشریف لے گئے، تو ان میں آپس میں باتیں ہونے لگیں۔ جنہوں نے باہر جانے پر زور دیا تھا، ان سے حضرت سعدؓ بن معاذؓ اور حضرت اُسیدؓ بن حضیرؓ نے کہا:

"تم لوگوں نے رسولِؐ پاک کی بات نہ مانی اور آپؐ کو باہر نکلنے پر مجبور ہی کر دیا۔ حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ آپؐ پر وحی آتی ہے۔ دیکھو، اس معاملہ کو آپؐ پر ہی چھوڑ دو، اور جیسا آپؐ فرمائیں ویسا ہی کرو۔"

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ آپؐ ہتھیار زیب تن کیئے ہوئے باہر تشریف لے آئے، جنہوں نے باہر نکلنے پر زور دیا تھا، اب وہ شرمندہ تھے۔ چنانچہ وہ آگے بڑھے، اور عرض کیا:

"اللہ کے رسولؐ! ہم نے بہت بُرا کیا کہ آپؐ کی بات

Marfat.com

نہ مانی، آپؐ جو بہتر سمجھیں وہی کریں۔"

آپؐ نے فرمایا:

"میں نے پہلے ہی کہا تھا، لیکن تم نہ مانے۔ کسی پیغمبر کو زیبا نہیں، کہ ہتھیار پہن کر اتار دے۔ اس لیئے اَب تو چلنا ہی ہے۔ لیکن اَب اس کا خیال رکھنا، جو میں کہوں وہی کرنا۔ اللہ کا نام لے کر نکل پڑو، اگر صبر سے کام لیا۔ تو جیت تمہاری ہے۔"

چنانچہ ساتھی جلدی جلدی تیار ہوئے، اور دُشمن سے مقابلہ کے لیئے روانہ ہو گئے۔ کل ایک ہزار کی تعداد تھی اور ساتھ میں صرف دو گھوڑے تھے۔ جن میں سے ایک خود حضورؐ کے لیئے تھا۔

فوج میں کچھ کم عمر نوجوان بھی تھے، جو جنگ میں جانے اور اسلام کی کھیتی کو اپنے خون سے سینچنے کے لیئے بے قرار تھے۔ آپؐ نے فوج کا جائزہ لیا۔ تو ان سب کو روک دیا اور صرف دو خوش قسمت اجازت پا سکے، جن میں سے ایک تو تیر اندازی میں ماہر تھے، اور دوسرے طاقت میں بڑھے ہوئے تھے۔ پہلے کا نام رَافع تھا اور دوسرے کا سَمُرَہؓ۔ اس وقت دونوں کی عمر پندرہ سال تھی۔ فوج میں عبداللہ بن اُبی بھی شامل تھا۔ جو منافقوں کا سردار تھا۔ ساتھ میں اس کے تین سو ساتھی بھی تھے۔ کچھ دور تک تو وہ ساتھ چلا۔ پھر اپنے ساتھیوں کو لے کر الگ ہو گیا۔ اور مدینہ کی طرف لوٹ پڑا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام نے اس کو لاکھ سمجھایا۔ پیارے نبیؐ کا معاہدہ بھی یاد دلایا لیکن وہ نہ مانا۔ اُلٹا تن کر بولا:

"محمدؐ نے ہماری بات نہ مانی اور ان لونڈوں کی بات مان لی۔"

Marfat.com

اَب حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اس کے ساتھیوں کو سمجھانا چاہا۔ چنانچہ بڑی دردمندی سے کہا:

"بھائیو! اللہ کا واسطہ دے کر تم سے کہتا ہوں، اس وقت جب کہ دشمن کا سامنا ہے۔ اپنی قوم اور اپنے نبیؐ کا ساتھ نہ چھوڑو"

لیکن وہ یہ کہتے ہوئے چل دیئے کہ اگر ہمیں یقین ہوتا کہ دُشمن سے مڈبھیڑ ہو کر رہے گی، تو ہم تمہارا ساتھ کبھی نہ چھوڑتے۔ لیکن ہمارے خیال میں اس کی نوبت نہ آئے گی۔

بالآخر رسولِؐ خدا بقیہ فوج لے کر آگے بڑھے۔ اَب صرف سات سو مسلمان تھے۔ جن کا تین ہزار دشمنوں سے پالا تھا۔ دشمن بھی ایسے کہ اکثر دل جلے تھے، اور خون کا بدلہ لینے نکلے تھے۔

Marfat.com

اُحد[ل] کے پاس دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں۔ ایک طرف خدا کے مخلص اور وفادار بندے تھے اور دوسری طرف خدا کے باغی اور نافرمان دُشمن!

اَب دونوں فوجیں مقابلہ کی تیاری کرنے لگیں۔ پیارے نبیؐ نے اُحد کو پشت پر رکھ کر صف بندی کی۔ عَلَم حضرت مُصعب بن عمیرؓ کو عنایت فرمایا۔ پہاڑ میں ایک گھاٹی تھی۔ ڈر تھا کہ دشمن پیچھے سے آکر حملہ نہ کریں، اِس لیئے پچاس تیراندازوں کو وہاں بھی متعین کر دیا، اور فرمایا:

"تم لوگ ہماری پشت کی حفاظت کرنا، ایسا نہ ہو کہ ہم پیچھے سے دھر لیئے جائیں۔ دیکھو، اپنی جگہ پر جمے رہنا وہاں سے ہٹنا نہیں۔ اگر ہم جیت جائیں اور ان کی فوج میں گھس جائیں۔ تب بھی تم اپنی جگہ نہ چھوڑنا، اور ہم قتل ہونے لگیں تو مدد کے لیئے بھی نہ آنا۔ البتہ اُن پر تیروں کی بوچھاڑ شروع کر دینا کیونکہ گھوڑے تیروں سے ڈرتے ہیں"

قریش نے بھی نہایت سلیقہ سے صف بندی کی۔ مَیمنہ پر خالد بن وَلید کو مقرر کیا، اور مَیسرہ کا امیر عکرمہ کو بنایا۔ عَلَم خاندان عبدالدّار کے ہاتھ میں تھا، اور ابوسفیان کا کمانڈر تھا۔ ابوسفیان نے علمبرداروں کو جوش

[ل] اُحُد ایک پہاڑ کا نام ہے۔ جو مدینہ منورہ سے ڈیڑھ دو میل کے فاصلہ پر شمال میں واقع ہے۔

Marfat.com

دلاتے ہوئے کہا:

"جھنڈے ہی پر ہار جیت کا فیصلہ ہوتا ہے۔ اس کا حق ادا کرو۔ ورنہ اسے چھوڑ کر کنارے ہو جاؤ۔"

یہ سننا تھا کہ عبدالدار کے جوانوں کو جوش آگیا، اور وہ غیرت سے بیتاب ہو گئے۔ چنانچہ سینہ تان کر بولے:

"مقابلہ تو ہونے دو! اس وقت تم ہمارے کرتب دیکھنا!"

عورتوں کے جوش کا بھی عجیب عالم تھا۔ ہندان میں سب سے آگے تھی۔ یہ عورتیں صفوں کے درمیان گھومتیں، اور مردوں کو جوش دلاتیں، ان میں غیرت کی آگ بھڑکاتیں اور دف بجا بجا کر کہتیں:

"عبدالدار کے جوانو! آگے بڑھو! وطن کے پاسبانو! آگے بڑھو، اور بے تکان تلواریں چلاؤ۔"

پھر یہ اشعار پڑھتیں:

نَحْنُ بَنَاتُ طَارِق   نَمْشِیْ عَلَی النَّمَارِق

ہم آسمان کے تاروں کی بیٹیاں ہیں   ہم قالینوں پر چلنے والیاں ہیں۔

اِنْ تُقْبِلُوْا نُعَانِق   اَوْ تُدْبِرُوْا نُفَارِق

اگر تم بڑھ کر لڑوگے تو ہم تم سے گلے ملینگے   اور پیچھے قدم ہٹایا تو ہم تم سے الگ ہو جائینگے

فِرَاقَ غَیْرِ وَامِق

بالکل دشمن کی طرح تم سے کٹ جائینگے

ہند جب وحشی کے پاس پہنچتی، تو اس کو اپنا وعدہ یاد دلاتی۔ اور جوش دلاتے ہوئے کہتی:

"ابو دسمہ! میرا کلیجہ ٹھنڈا کرو۔ خود بھی راحت پاؤ۔"

پھر ابو عامر اوسی صف سے نکل کر میدان میں آیا۔ ڈیڑھ سو ساتھی بھی

Marfat.com

ساتھ تھے۔ اس کا خیال تھا کہ انصار اسے دیکھیں گے، تو آپؐ کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ چنانچہ اس نے زور سے پکارا:

"اے لوگو! میں ابو عامر ہوں!"

مگر مسلمانوں نے نہایت سختی سے جواب دیا:

"او بدکار! خدا تیرا منہ کالا کرے۔"

یہ سن کر ابو عامر نے کہا:

"میرے بعد میری قوم بگڑ گئی۔"

پھر کچھ دیر تک دونوں طرف سے پتھر چلتے رہے۔ آخر ابو عامر اور اِس کے ساتھیوں نے پیٹھ دکھا دی۔

پھر ابو سفیان پکارا:

"اَوس و خزرج کے لوگو! تم بیچ سے ہٹ جاؤ اور ہمیں اپنے بھائیوں سے مقابلہ کرنے دو۔ ہم تم سے کچھ نہیں بولیں گے۔"

اَوس و خزرج نے یہ سُنا، تو ابو سفیان کو سخت بُرا بھلا کہا اور بُری طرح پھٹکار دیا۔

اَب پیارے نبیؐ نے عام حملہ کی اجازت دے دی۔ کچھ ساتھیوں کو مَیمنہ کی طرف بھیج دیا۔ اور کچھ کو مَیسرہ کی طرف اور لڑاکا دستہ کو دشمن فوج کے قلب میں گھسنے کا حکم دیا۔ شیرِ اسلام حضرت حمزہؓ آگے بڑھے اور نہایت گرج دار آواز کے ساتھ ایک نعرہ لگایا جو حقیقت میں آج سارے مسلمانوں کا نعرہ تھا:

"مارو! خوب مارو!!

پھر حضرت علیؓ دشمن کے قلب میں گھس گئے۔ فوج کا جھنڈا طلحہ کے ہاتھ میں تھا، اِس لیئے وہ مقابلہ کے لیئے سامنے آیا۔ حضرت علیؓ تلوار

Marfat.com

لے کر بجلی کی طرح جھپٹے، اور پوری طاقت سے اس پر وار کیا۔ چنانچہ اب وہ زمین پر پڑا تھا۔ اس کے گرتے ہی جھنڈا بڑھ کر اس کے بھائی عُثمان نے تھام لیا۔ اب حضرت حمزہؓ نے بڑھ کر اس پر حملہ کیا اور جس ہاتھ میں جھنڈا تھا۔ وہ ہاتھ کٹ کر نیچے گر گیا۔ عثمان نے فوراً جھنڈا دوسرے ہاتھ میں لے لیا۔ حضرت حمزہؓ نے دوسرے ہاتھ پر بھی وار کیا۔ وہ ہاتھ بھی کٹ کر الگ ہو گیا۔ اب جھنڈا ابو سعید نے لے لیا۔ یہ ان دونوں کا بھائی تھا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اس پر تیر کا نشانہ لگایا۔ تیر اس کے حلق میں لگا۔ اور وہیں پر ڈھیر ہو گیا۔ اسی طرح جھنڈا طلحہ اور اس کے بھائیوں کے ہاتھوں میں گھومتا رہا۔ پھر اس کے دونوں بیٹوں مسافعؔ اور طلحہ کے ہاتھوں میں آگیا۔ حضرت عاصم بن افلح نے تاک کر ان دونوں پر نشانہ لگایا، اور وہ دونوں وہیں تڑپنے لگے۔ قریشی عورتوں میں ان دونوں کی ماں سُلافہ بھی موجود تھی۔ وہ فوراً جھپٹ کر وہاں پہنچی۔ ایک ایک کر کے ان دونوں کو اُٹھایا، اور اپنی گود میں لِٹا لیا۔ اس وقت دونوں آخری سانس لے رہے تھے۔ سُلافہ نے بڑی بیتابی سے پوچھا:

"میرے جگر کے ٹکڑو! تمہیں کس نے مارا؟ دم توڑتے ہوئے بیٹوں نے جواب دیا۔ جس وقت ہم کو تیر لگا۔ ہمارے کانوں میں یہ آواز آئی، یہ لو، اور میں اَبُوالافلح کا بیٹا ہوں۔"

سُلافہ نے یہ سُنا تو اسی وقت اس نے نذر مانی کہ اگر ابُوالأفلح کا سر مل گیا، تو اسی میں شراب پیوں گی اور جو سر کاٹ کر لائے گا، اسے سو اونٹ انعام دوں گی۔

پیارے نبیؐ نے ہاتھ میں تلوار لے کر فرمایا:

"اِس کا حق کون ادا کرے گا؟"

بھلا یہ چوکنے کا موقع کب تھا، چنانچہ اس شرف کے لیئے بہت

سے ہاتھ بڑھے۔ حضرت ابو دُجانہؓ انصاری بھی اُٹھے۔ یہ عرب کے بہت نامی پہلوان تھے۔ عرض کیا:

"اللہ کے رسولؐ! اس کا کیا حق ہے؟"

آپؐ نے فرمایا:

"جب تک دھار نہ مڑ جائے، اسے دشمن پر چلاتے رہو۔"

حضرت ابو دُجانہؓ نے وہ تلوار ہاتھ میں لے لی۔ تھے بہت ہی بہادر اور باہمت آدمی۔ ان کا ایک لال رومال تھا۔ جنگ کرنا چاہتے تو اسے سر پر باندھ لیتے، اِس طرح لوگ دیکھتے ہی سمجھ جاتے، کہ ابو دُجانہ اَب جنگ کریں گے۔ چنانچہ انھوں نے وہ موت کا رومال نکالا اسے سر پر باندھا، اور شان سے اکڑتے تنتے ہوئے فوج سے باہر آئے۔ یہ آج کی کوئی نئی بات نہ تھی۔ جنگ کے وقت ابو دُجانہ ہمیشہ اِسی طرح چلتے۔ پیارے نبیؐ نے دیکھا تو فرمایا:

"یہ چال خُدا کو سخت ناپسند ہے، لیکن اِس وقت پسند ہے۔"

حضرت ابو دُجانہؓ تلوار لے کر فوجوں کے دل میں گھُس گئے۔ سر پر موت کا علم تھا۔ جس مشرک کے پاس سے گزرتے، اِس کا سر قلم کر دیتے۔ جو بھی دشمن سامنے آتا، اس کو وہیں ڈھیر کر دیتے اور جس طرف رُخ کرتے صفیں کی صفیں صاف کر دیتے۔ اسی طرح وہ تیزی سے بڑھ رہے تھے کہ دیکھا، کوئی لوگوں کو جوش دلا رہا ہے۔ انکے جذبات کو بھڑکا رہا ہے فوراً تلوار اٹھائی کہ اس کا کام تمام کر دیں۔ مگر اسی وقت وہ زور سے چیخا۔ دیکھا تو وہ عتبہ کی بیٹی ہند تھی۔ حضرت ابو دُجانہؓ نے فوراً تلوار روک لی کہ ایک عورت کو مارنا اس تلوار کی توہین تھی۔

Marfat.com

جنگ پورے زور پر تھی۔ مسلمان بہادر جوش سے بے خود تھے، اور ہر طرف سے وہ دشمن کو دبا رہے تھے۔ فوجیں چیرتے ہوئے بڑھ رہے تھے اور لاشوں پر لاشیں گرا رہے تھے۔ تیرانداز تیروں کی بوچھاڑ کر رہے تھے اور دشمن کے سینے چھلنی ہو رہے تھے۔

حضرت حمزہ رضؓ کی بہادری کا بھی عجیب منظر تھا۔ دونوں ہاتھوں میں تلوار تھی اور وہ صفیں کی صفیں الٹتے چلے جا رہے تھے۔ لیکن وحشی کی آنکھیں گھات میں تھیں۔ اور وہ حملہ کے لیئے موقع کی تلاش میں تھا۔ تاکہ یہ اُس کی آزادی کی قیمت بن جائے!!

چنانچہ وہ وقت بھی آگیا، جس کے لیئے وحشی نکلا تھا اور وہ گھڑی آن پہنچی۔ جس کے لیئے وہ شروع سے تاک میں تھا۔

حضرت حمزہ رضؓ ایک دشمن پر حملہ کر رہے تھے۔ پاس ہی ایک چٹان تھی۔ اسی چٹان کے پیچھے وحشی تاک میں بیٹھا تھا، اور مارنے کے لیئے نیزہ ٹھیک کر رہا تھا۔ حضرت حمزہ رضؓ بے خبر تو تھے ہی۔ موقع پاتے ہی اس نے نیزہ پھینک کر مارا۔ نیزہ ناف میں لگا، اور پار ہوگیا۔ حضرت حمزہ رضؓ نے نگاہ دوڑائی، کہ یہ نیزہ کدھر سے آیا۔ دیکھا تو پاس ہی وحشی کھڑا مسکرا رہا تھا۔ کامیابی کی خوشی میں اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ حضرت حمزہ رضؓ تیزی سے بڑھے کہ اس پر حملہ کریں، لیکن شیرِ خدا اور ضیغمِ اسلام کے قویٰ جواب دے گئے اور وہ لڑکھڑا کر زمین پر گر پڑے اور اب وہ زندگی کے آخری سانس لے رہے تھے۔ اللہ کا دشمن اللہ کے پیارے کو کھڑا دیکھتا رہا۔ پھر جب رُوح پرواز کر گئی اور جسم کی حرکت رُک گئی۔ تو وہ آگے بڑھا۔ اور جسم سے نیزہ کو الگ کیا۔ پھر ایک طرف جا کر وہ اطمینان سے بیٹھ گیا۔ کہ اب اسے لڑنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

Marfat.com

اگرچہ حضرت حمزہؓ شہید ہو چکے تھے۔ لیکن دشمن بُری طرح ہار رہے تھے۔ اور مسلمان میدان پر چھائے ہوئے تھے۔ قریش کا جھنڈا خاندانِ عبدالدار کے ہاتھ میں تھا۔ وہ باری باری آگے بڑھتے رہے جھنڈے کو ہاتھ میں لیتے رہے اور جان دیتے رہے۔ آخرکار سب مارے گئے اور اَب جھنڈا زمین پر تھا۔ پیروں سے روندا جارہا تھا۔ دشمن بدحواس تھے۔ اور ان کی صفوں میں کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ وہ اب بھاگ رہے تھے اور مسلمان دوڑا دوڑا کر انہیں مار رہے تھے۔ بے تحاشا سر زمین پر ڈھلک رہے تھے۔ اور جانیں تن سے جُدا ہو رہی تھیں۔ جو عورتیں ابھی مردوں کو ہمت دلا رہی تھیں۔ اَب وہ چیخ چیخ کر بھاگ رہی تھیں۔ اور درّوں میں پناہ لے رہی تھیں۔

مسلمان سمجھے کہ اَب فتح یقینی ہے۔ چنانچہ دشمنوں کی طرف سے ان کی توجہ ہٹ گئی۔ اور اَب انہوں نے مال وسامان کی لُوٹ شروع کر دی۔

تیراندازوں نے — جو درّہ کے پہرہ پر تھے — دیکھا کہ دشمنوں کے پیر اُکھڑ گئے اور مسلمان پُوری طرح جیت گئے۔ انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ مسلمان دشمن کی صفوں میں گھُس رہے ہیں۔ اور ان کے مال و اسباب لُوٹ رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر کچھ لوگوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

"بلاوجہ یہاں کس لئے پڑے ہو؟ دشمن تو اَب ہار بھی گئے۔ وہ دیکھو اپنے ساتھیوں کو وہ سامان بھی لُوٹ رہے ہیں۔ چلو، اَب ہم بھی وہیں چلیں۔"

دوسروں نے کہا:

"کیا پیارے نبیؐ کی بات تمہیں یاد نہیں؟"

Marfat.com

آپ نے فرمایا ہے:

"پیچھے سے ہماری حفاظت کرتے رہنا۔ اپنی جگہ سے ہٹنا نہیں!"

ان لوگوں نے کہا:

"آپ کا یہ مطلب تھوڑی تھا کہ دشمن ہار جائیں۔ تب بھی تم پڑے رہنا"

ان کے سردار عبداللہ بن جُبیرؓ نے انہیں کتنا ہی روکا۔ لیکن انہوں نے اپنی جگہیں چھوڑ دیں۔ اور مسلمانوں کے ساتھ لوٹ مار میں لگ گئے۔ صرف چند مسلمان تھے، جنھوں نے پیارے نبیؐ کی بات یاد رکھی۔ اپنے سردار کا کہا مانا۔ اور اپنی جگہوں پر صبر کے ساتھ جمے رہے۔

اتفاق سے خالد بن ولید کی نظر ادھر پڑ گئی۔ دیکھا تو درہ بالکل خالی تھا۔ صرف چند تیر انداز وہاں موجود تھے۔ اب کیا تھا، اس نے فوراً سواروں کا دستہ ساتھ لیا۔ اور نہایت بے دردی سے حملہ کر دیا۔ اتنے میں مَیسرہ کا سردار عکرمہ بھی آپہنچا۔ حضرت عبداللہ بن جُبیرؓ اور اُن کے ساتھیوں نے جم کر مقابلہ کیا۔ لیکن شہید کر دیئے گئے۔

اَب راستہ صاف تھا۔ چنانچہ سواروں کا دستہ آگے بڑھا اور جہاں مسلمان لوٹ مار میں مصروف تھے۔ اور مشرک سب کچھ چھوڑ چھوڑ کر بھاگ رہے تھے۔ وہاں پہنچتے ہی انہوں نے زور سے نعرہ لگایا:

"عزیٰ کی جے۔ ہُبل کی جے۔"

اور اَب مسلمانوں کے سروں پر تلواریں برسنے لگیں۔ مسلمان تو اطمینان سے لوٹنے میں مصروف تھے۔ اچانک یہ آفت دیکھی تو وہ بوکھلا گئے اور ان کے ہوش و حواس اُڑ گئے۔ چنانچہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر انہوں نے تلواریں سنبھالیں۔ اور پھر لڑنے لگے۔ لیکن اب بات بگڑ چکی تھی!

Marfat.com

ہارا ہوا دشمن پھر تازہ دم ہو چکا تھا۔ اور ان پر بے تحاشا حملے کر رہا تھا۔ مسلمان بدحواسی کے عالم میں تھے۔ یہاں تک کہ دوست دشمن کی بھی تمیز اُٹھ چکی تھی۔ اور مسلمان، مسلمان کو مار رہے تھے۔ خوف کا یہ حال تھا کہ انہیں اپنا خاص نشان بھی نہ یاد رہا، جس سے وہ اپنے بھائیوں کو پہچان لیتے۔ جنگ اب پھر زوروں میں ہو رہی تھی۔ لیکن اس بار مسلمانوں کی طرف دباؤ زیادہ تھا، اور لڑائی کا پلہ دشمن کی طرف بھاری تھا کہ یکایک ایک کافر نے چیخ کر پکارا:

"محمدؐ مارے گئے!"

یہ بات بجلی کی طرح ہر طرف پھیل گئی۔ اور اس نے سب پر جادو کا اثر کیا۔ مسلمانوں نے سُنا تو اُن پر عام بدحواسی چھا گئی۔ بہتوں کے دل اکھڑ گئے۔ اور اکثروں کے حوصلے پست ہو گئے۔ مگر دشمنوں نے سنا، تو ان میں اور جان آ گئی۔

اگرچہ مسلمانوں میں عام مایوسی اور بددلی پھیل چکی تھی اور بڑے بڑے دلیروں کے ہاتھ پاؤں پھول چکے تھے۔ حتیٰ کہ کچھ تو خود ہتھیار پھینک کر کنارے ہو گئے۔ اور کچھ لوگوں نے دوسروں کو بھی یہی مشورہ دیا۔ لیکن کچھ جوان ایسے بھی تھے، جن کے حوصلے ابھی بلند تھے۔ اور جو ایمانی جوش میں ڈوبے ہوئے تھے۔ چنانچہ وہ پوری جانبازی سے لڑتے رہے اور جو ہمت ہار چکے تھے، انہیں اُبھارتے بھی رہے۔ کچھ لوگ تو کہتے:

"اگر پیارے نبیؐ شہید ہو گئے، تو اب زندہ رہ کے
کیا کرو گے؟ لڑو اور جس کے لیئے آپؐ نے جان دے دی،
اسی کے لیئے تم بھی مر مٹو۔"

اور کچھ لوگ کہتے:

"رسولِ خداؐ نے تو اپنی ذمہ داری پوری کر دی اور رب
کا جو پیغام تھا، اسے آپؐ نے پہنچا دیا۔ اب تم اِس دین کی
حفاظت کرو۔ اور اس کے لیئے جنگ کرو۔ اللہ تو زندہ ہے
اس کے لیئے تو کبھی موت نہیں"

مسلمانوں کی صفوں میں بے ترتیبی ہو چکی تھی اور جو جہاں تھا، وہیں گھر کر رہ گیا تھا۔ ادھر دشمنوں کا سارا زور حضورؐ کی طرف تھا۔ راستہ چونکہ بالکل صاف تھا۔ اِس لیئے دشمنوں کے ایک جھنڈ نے آپؐ کو گھیر بھی لیا اور آپؐ کی جان لے لینے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ بے دردی سے وہ آپؐ پر پتھر برسانے لگے اور بے تحاشا تیروں کی بوچھاڑ کرنے لگے۔ پیارے نبیؐ بھی مقابلہ میں تیر چلا رہے تھے۔ اردگرد چند جانثار بھی تھے۔ جو آپؐ کو اپنی اُوٹ میں لیئے ہوئے تھے اور اپنے ہاتھوں اور پیٹھوں پر تیر تلوار روک رہے تھے۔ کچھ جانثار مقابلہ میں مصروف تھے۔ اور بے تکان تیر برسا رہے تھے۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاصؓ ماہر تیرانداز تھے اس وقت وہ بھی موجود تھے۔ وہ لگاتار تیر برسا رہے تھے۔ پیارے نبیؐ انہیں خود تیر اُٹھا اُٹھا کر دیتے۔ اور فرماتے:

"تم پر میرے ماں باپ قربان، تیر مارتے جاؤ!

حضرت ابو طلحہؓ بھی مشہور تیرانداز تھے۔ وہ بھی وہاں حاضر تھے۔ انہوں نے اس قدر تیر برسائے کہ دو تین کمانیں ہاتھ میں ٹوٹ ٹوٹ کر رہ گئیں۔ حضرت ابو دجانہؓ جھک کر ڈھال بن گئے تھے اور اب جو تیر آتے، ان کی پیٹھ پر آتے۔ حضرت طلحہؓ بھی ہاتھ پر تلواریں روک رہے تھے۔ چنانچہ ان کا ایک ہاتھ کٹ کر الگ بھی ہو گیا تھا۔ اِسی حال میں ایک بدبخت دائرہ کو توڑ کر آگے بڑھا۔ اور چہرۂ مبارک پر تلوار کا وار کیا۔ وار اتنا سخت تھا کہ خود کی دو کڑیاں چہرۂ مبارک میں چبھ کر رہ گئیں۔

Marfat.com

ایک اور دشمن نے دُور سے پتھر پھینکا۔ وہ پتھر آکر چہرۂ مبارک پر لگا چنانچہ آگے کے دو دانت شہید ہو گئے اور مبارک ہونٹ لہولہان ہو گئے۔

ایک طرف ظالموں کا یہ سلوک تھا اور دوسری طرف رحمتِ عالمؐ کی زبان پر یہ الفاظ تھے:

رَبِّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔

"خدایا میری قوم کو معاف کر، وہ جانتے نہیں!"

اِدھر تو پیارے نبیؐ کا یہ حال تھا۔ اِدھر مسلمان مایوس تھے، کہ آپؐ شہید ہو گئے۔ اور دشمن خوشیاں منا رہے تھے، کہ ان کا برسوں کا ارمان پورا ہوا۔ بات اصل میں یہ ہوئی کہ حضرت مُصعَبؓ بن عُمیرؓ شہید ہو گئے اور جس دُشمن نے انہیں شہید کیا تھا، اس کا نام ابن قمیہ تھا۔ حضرت مُصعَبؓ شکل و صورت میں چونکہ پیارے نبیؐ کے مشابہ تھے اس ابن قمیہ نے سمجھا کہ یہ محمدؐ ہی ہیں۔ اب کیا تھا ہر طرف غل مچ گیا۔

جو جاں نثار آپؐ کے پاس موجود تھے، انہوں نے چاہا کہ اس کی تردید کر دیں۔ مگر پیارے نبیؐ نے منع فرما دیا۔ اور وہ لوگ خاموش رہے۔ دشمنوں کو پُورا یقین تھا کہ محمدؐ سچ مچ مارے گئے۔ چنانچہ قریش کے آدمی ہر طرف پھیل گئے اور لاشوں میں آپؐ کو ڈھونڈنے لگے۔ ہر ایک کی تمنا تھی کہ وہ پہلے پا جائے اور آپؐ کی تکّہ بوٹی کر کے اپنا کلیجہ ٹھنڈا کرے۔ ڈھونڈنے والوں میں ابوسفیان بھی تھا۔ وہ بےتابی کے ساتھ دوڑ دوڑ کر لاشوں کو دیکھتا اور حیرت سے کہتا:

"محمدؐ کی لاش تو دکھائی نہیں دے رہی ہے۔"

ابوسفیان لاشوں میں آپؐ کو ڈھونڈ ہی رہا تھا، کہ حضرت حمزہؓ کی لاش پر نظر پڑ گئی۔ دیکھتے ہی وہ غصّہ سے کھول اٹھا۔ چنانچہ اب اِس بے رحم کا خونیں نیزہ تھا اور حضرت حمزہؓ کا پاک جسم۔ وہ بے تحاشا ان

Marfat.com

کے جسم پر چوکے لگاتا اور ہونٹ چبا چبا کر کہتا:

"او غدار! بدر میں تو نے جو کچھ کیا تھا، لے، اس کا مزہ چکھ!"

ایک کافر تھا، حُلَیس بن زیان۔ وہ بھی پاس ہی کھڑا تھا۔ اس سے یہ بے رحمی دیکھی نہ گئی۔ ابو سفیان کو پکڑ کر اس نے کھینچ لیا اور چیخا:

"لوگو! دیکھتے ہو؟ یہ قریش کا سردار ہے۔ اپنے بھائی کے ساتھ یہ سلوک کر رہا ہے!"

ابو سفیان فوراً چونک پڑا:

"اوہ مجھ سے بڑی چوک ہوئی، اچھا، دیکھو اس کا شور نہ کرو۔"

پھر ابو سفیان کی خالد سے مُلاقات ہوئی۔ ابو سفیان نے پوچھا:

"محمدؐ قتل ہوئے؟ کچھ پتہ چلا؟"

خالد نے کہا:

"میں نے تو ابھی دیکھا، وہ کچھ ساتھیوں کے ساتھ پہاڑ پر چڑھ رہے تھے۔"

عام مسلمانوں کو اگرچہ یقین ہو چکا تھا کہ رسُولِ خُدا واقعی شہید ہو گئے۔ لیکن بدحواسی میں نگاہیں آپؐ کو ڈھونڈتی تھیں۔ اچانک حضرت کعبؓ بن مالکؓ کی نظر آپؐ پر پڑ گئی۔ چہرۂ مبارک پر خُود تھا۔ لیکن آنکھیں چمک رہی تھیں۔ اب کیا تھا، بے اختیار وہ چیخ پڑے۔

"مسلمانو! اللہ کے رسولؐ یہ ہیں۔"

کون جانے یہ آواز کیا تھی؟ مسلمانوں میں یکایک زندگی کی لہر دوڑ گئی۔ بجھے ہوئے حوصلے جاگ اُٹھے اور تھکے ہوئے جسم تازہ دم ہو گئے ہر طرف سے جاں نثار ٹوٹ پڑے اور پروانوں کی طرح آپؐ کے گرد جمع

Marfat.com

ہو گئے۔ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ سب سے آگے تھے۔ صُورتِ حال زیادہ نازک ہو چکی تھی۔ اَور خطرات بڑھتے ہی جا رہے تھے۔ اس لیئے جاں نِثاروں نے آپؐ کو دائرہ میں لے لیا۔ اور پہاڑ پر چڑھنے لگے، کہ وہاں دُشمنوں کا پہنچنا آسان نہ تھا۔ ابو عامر اَوسی نے پہاڑ کے دامن میں کچُھ گڑھے کھود رکھے تھے۔ کہ مسلمان پھسل پھسل کر اس میں جا پڑیں اتفاق سے ایک گڑھے کے پاس سے آپؐ گزرے، تو آپؐ کا پیر پھسل گیا۔ مگر علیؓ اور طلحہؓ نے بڑھ کر دستِ مبارک پکڑ لیا۔ اور آپؐ کو اُوپر چڑھا لیا۔ اور پھر پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے۔ ابوسفیان نے بھی چڑھتے ہوئے دیکھ لیا۔ لہٰذا وہ فوج لے کر پہاڑی پر چڑھا۔ حضرت عمرؓ اور چند صحابہؓ کی نظر پڑی تو انہوں نے اوپر سے بے تحاشا پتھر برسائے اور پھر وہ آگے نہ بڑھ سکا۔

آپؐ کی وفات کی غلط خبر مدینہ میں بھی پھیل گئی۔ کِسے معلوم کہ اس وقت مسلمانوں پر کیا گزری۔ بے تاب ہو کر وہ آپؐ کی طرف دَوڑ پڑے حضرت فاطمہؓ نے سُنا، تو وہ بے قرار ہو اُٹھیں اَور بدحواسی کے عالم میں وہ بھی دوڑ پڑیں۔ اور نہ جانے کس طرح وہ پیارے باپؐ کے قدموں تک پہنچ گئیں۔ دیکھا تو ابھی تک چہرۂ مبارک سے خون جاری تھا۔ بے اختیار دل بھر آیا اَور آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ حضرت علیؓ سپر میں پانی بھر لائے اور پیاری بیٹی باپؐ کے زخم کو دھونے لگی۔ بہت دھویا لیکن خون نہ تھما۔ آخر انہوں نے چٹائی کا ایک ٹکڑا جلایا اور اسے زخم پر رکھ دیا۔ اور اس طرح خون فوراً تھم گیا۔

پیارے نبیؐ کا ایک کٹر دشمن تھا اُبی بن خَلَف اس کو معلوم ہوا کہ محمدؐ تو ابھی زندہ ہیں۔ یہ سنتے ہی وہ غصّہ سے بیتاب ہو گیا۔ چنانچہ فوراً اس نے ننگی تلوار ہاتھ میں لی اور کچھ ساتھیوں کو ساتھ لے کر آپؐ

Marfat.com

کی طرف دوڑا۔ اور اس وقت وہ غصہ سے چیخ رہا تھا:

"محمدؐ کہاں ہے؟ اگر وہ بچ گیا، تو مجھ پر جینا حرام!"

قریب ہوا تو آپؐ نے ایک ساتھی سے نیزہ لیا۔ اور اُس کی حلق میں ذرا سا کونچ دیا۔ بس اتنے ہی سے وہ تلملا اُٹھا اور فوراً چیختا چلاتا واپس آیا۔ اور تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

اس لڑائی میں ستّر مسلمان شہید ہوئے۔ شہید ہونے والوں میں کئی بڑے بڑے جاں نثار تھے۔ شیرِ خُدا حضرت حمزہؓ بھی تھے۔ وحشی خوشی سے اچھل رہا تھا، کہ وہی آپؐ کا قاتل تھا۔ وہ ہند کے پاس پہنچا اور اس سے اپنا کارنامہ بیان کر کے انعام طلب کیا۔ ہند نے کہا:

"تجھے میں اپنا قیمتی ہار دوں گی۔ ذرا یہ تو بتا وہ ہے کہاں؟"

چنانچہ وحشی ہند کو اپنے ساتھ لے گیا۔ اور اسے حضرت حمزہؓ کی لاش دکھائی۔ ہند کا کلیجہ تو کھول ہی رہا تھا۔ دیکھتے ہی وہ غصہ سے بے قابو ہوگئی۔ فوراً جھک کر حضرت حمزہؓ کا پیٹ چاک کیا۔ جگر کو باہر نکالا۔ اور بے دردی سے چبانے لگی کہ کلیجہ کی آگ ٹھنڈی ہو۔ مگر وہ نگل نہ سکی اور مجبوراً اسے اگل دینا پڑا۔ اب اُس نے گلے سے ہار نکال کر وحشی کو دے دیا۔ پھر اس نے قریش کی دوسری عورتوں کو ساتھ لیا۔ اور جا کر مسلمان لاشوں کے ناک کان کاٹے۔ اور ان "پھولوں" کا ہار بنا کر اپنے گلے میں ڈال دیا۔

دُشمن اپنی لاشوں کو دفن کر چکے تھے۔ اِس لیئے اب انہوں نے مکہ لَوٹنے کا ارادہ کیا۔ ابوسفیان کا دل آج بے انتہا خوشی سے لبریز تھا۔ چنانچہ دوڑا ہوا پہاڑ کے دامن میں آیا اور زور سے پکار کر اس نے کہا:

"مسلمانو! آج کا دن بدر کے دن کا جواب ہے۔ اور

Marfat.com

آئندہ سال پھر بدر میں ہمارا تمہارا مقابلہ ہے۔"

پھر وہ یہ کہتا ہوا لوٹ پڑا:

"فوج کے لوگوں نے مقتولین کے ناک، کان کاٹ لیے ہیں۔ میں نے اِس کا حکم دیا تھا اور نہ اس سے روکا تھا۔ مجھے اس سے خوشی نہیں۔ لیکن کوئی رنج نہیں۔"

پھر مسلمان پہاڑ سے اترے کہ لاشوں کو دفن کریں۔ یکایک پیارے نبیؐ کی نظر حضرت حمزہؓ پر پڑی۔ دیکھا تو جسم کے ٹکڑے بکھرے پڑے تھے۔ بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس قدر آنسو بہے کہ ریشِ مبارک تر ہو گئی۔ اس وقت آپؐ کی زبان سے یہ درد بھرے الفاظ بھی سنے گئے:

"اُف! میری آنکھوں نے ایسا دردناک منظر کبھی نہ دیکھا!"

پھر آپؐ نے فرمایا:

"اگر صفیہ (حضرت حمزہؓ کی بہن) کو صدمہ نہ ہوتا، اور یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ یہ چیز میرے بعد سنت بن جائے گی، تو میں ان (حضرت حمزہؓ) کو یوں ہی چھوڑ دیتا کہ انہیں گدھ اور درندے کھا لیں۔ بخدا اگر ان پر کبھی بس چلا، تو ان کے تیس آدمیوں کی یہی گت بناؤں گا۔"

لیکن اس کے بعد ہی ذہنِ مبارک میں یہ آیت گونج رہی تھی:

وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِمَّا يَمْكُرُونَ۔ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ۔ (النحل: ۱۲۶-۱۲۸)

Marfat.com

"اور اگر تم لوگ بدلہ لو، تو بس اسی قدر لو۔ جس قدر تم پر زیادتی کی گئی ہو لیکن اگر تم صبر کرو، تو یہ صبر کرنے والوں ہی کے حق میں بہتر ہے۔ اور (اے محمدؐ) صبر کرو۔ اور تمہارا یہ صبر اللہ ہی کے سہارے ہوگا اور ان لوگوں کی حرکتوں پر رنج نہ کرو۔ اور نہ اُن کی چال بازیوں پر دل تنگ ہو۔ بے شک اللہ ان کے ساتھ ہے، جو اللہ کی نافرمانی سے بچتے اور اس کی ناخوشی سے ڈرتے ہیں اور جو نیک کردار ہوتے ہیں۔"

Marfat.com

محمد عربی
صلی اللہ علیہ وسلم

مشعلِ توحید پر آندھیوں کی یلغار

Marfat.com

بنی نضیر کی جلاوطنی
قریش راستہ ہی سے لوٹ گئے!
بنی نضیر کی ریشہ دوانیاں
دینِ حق کے خلاف سارے عرب کا اتحاد
جاں نثاروں سے حضورؐ کا مشورہ
خندق کی کھُدائی
دُشمن فوجیں مدینہ کی سرحد پر
اِسلامی فوج اپنی چوکیوں پر
خندق پار کرنے کی ناکام کوشش
دشمن فوج میں بے دلی
بنی قریظہ کی غداری
حضرت صفیہؓ کی حیرت ناک شجاعت
حضرت علیؓ کی مثالی بہادری
طوفانی حملے
حضرت سعدؓ کی شہادت
دشمنوں میں پھُوٹ
بارش اور آندھی کا عذاب
دشمن فوج میں بھگدڑ
بنی قریظہ کا عبرت ناک انجام

Marfat.com

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ
فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ
وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ
خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

(آلِ عمران: ۱۶۹۔ ۱۷۰)

"جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے انہیں مُردہ نہ سمجھو۔ وہ تو زندہ ہیں۔ اپنے رَبّ کے پاس روزی پا رہے ہیں جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے انہیں دیا ہے، اس پر خوش و خرم ہیں۔ اور مگن ہیں کہ جو اہلِ ایمان اُن کے پیچھے دنیا میں رہ گئے ہیں۔ اور ابھی وہاں نہیں پہنچے ہیں، ان کے لیئے بھی کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں۔"

Marfat.com

اُحد کا دن مسلمانوں کے لیئے بڑا ہی کٹھن دن تھا۔ چنانچہ لڑائی رُکی تو ان کے جسم زخم سے چور تھے۔ دُشمنوں کو اور کیا چاہیئے تھا۔ وہ خوشی سے اُچھل رہے تھے۔ یہودیوں کے یہاں بھی عید کا سماں تھا۔ منافقوں کی خوشی کی بھی انتہا نہ تھی۔ لیکن اب بھی مسلمانوں کے بلند حوصلے جُوں کے توں تھے۔ کیونکہ مسلمانوں کا اس لڑائی میں اگرچہ کافی جانی نقصان ہوا۔ لیکن جیت جس کا نام ہے، دُشمن اس سے محروم رہے۔ راستہ میں آپؐ کو خیال گزرا، کہیں دُشمن یہ نہ سمجھ لیں کہ ہم نڈھال ہو چکے ہیں، اور پھر لوٹ کر حملہ کر دیں۔ چنانچہ ساتھیوں سے فرمایا:

"کون دُشمن کا پیچھا کرتا ہے؟"

مسلمان اگرچہ اس وقت زخموں سے چور تھے۔ لیکن ایمانی جوش سے لبریز تھے۔ چنانچہ فوراً ستر جانبازوں نے اپنے نام پیش کر دیئے اور ایک اچھی خاصی جمعیت تیار ہوگئی۔ جس میں ابوبکرؓ و زبیرؓ بھی تھے آپؐ کا اندیشہ صحیح نکلا۔ ابوسفیان کچھ دُور نکل گیا۔ تو اسے واقعی خیال آیا کہ کام تو ادھورا ہی رہ گیا۔ چلیں لوٹ کر مدینہ پر ہلّہ بول دیں۔ اَب اسے سر کرنے میں کیا دیر لگے گی۔ مسلمان تو بالکل بے جان ہو چکے ہیں۔ ان میں اَب دم ہی کیا رہ گیا ہے۔ لیکن پھر اسے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی تو وہی آن بان ہے۔ وہ تو خود ہی مقابلہ کے لیئے پیچھے آ رہے ہیں۔ چنانچہ اَب اس نے ویسے ہی مکہ لوٹ جانا غنیمت جانا کہ دوبارہ مقابلہ میں ہار ہو جائے اور جو جیت ہوئی ہے، اس پر بھی

Marfat.com

پچھتاوا ہو۔ آپؐ نے حمرا٫ اسد تک اس کا تعاقب کیا۔ پھر واپس لوٹ آئے۔ یہ حمرا٫ اسد مدینہ سے آٹھ میل پر ہے۔

اللہ، اللہ! یہ تدبیر! یہ حکمت! یہ دور اندیشی! کس وقت؟ جبکہ آپؐ تھک کے چور ہیں۔ زخموں سے نڈھال ہیں۔ ناکامی کا بھی ملال ہے اور پھر "مثلہ" کا بھی جاں گداز منظر سامنے ہے!

جنگ اُحد سے آپؐ کو اطمینان ہوا۔ کئی قبیلوں نے آپؐ کیساتھ غداری کی۔ مجبوراً آپؐ کو ان سے بھی نمٹنا پڑا۔ اس سلسلہ میں جھڑپیں بھی ہوئیں۔ کہیں تو فتح ہوئی اور کافی مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ لیکن کہیں جانوں کا بڑا نقصان ہوا۔ ان میں ایک واقعہ سب سے زیادہ مشہور ہے۔ اثرات کے لحاظ سے بھی وہ سب سے زیادہ اہم ہے۔ وہ ہے قبیلۂ بنی نضیر کی جلاوطنی کا واقعہ۔ یہ یہودیوں کا قبیلہ تھا۔ پیارے نبیؐ کا اس سے معاہدہ تھا۔ لیکن اس نے غداری کی اور آپؐ کو دھوکہ سے مار ڈالنے کی سازش کی۔ بالآخر آپؐ کو پتہ چل گیا اور آپؐ نے اُسے مدینہ کی آبادی سے نکال دیا۔ نکلنے کو تو وہ نکل گئے۔ لیکن آپؐ سے انہیں انتہائی کینہ ہوگیا۔ اور اب وہ ہاتھ دھوکر آپؐ کے پیچھے پڑ گئے۔ آپؐ کو ناکام کرنے کے درپے ہوگئے اور قبیلوں میں جا جا کر آپؐ کے خلاف جوش پیدا کرنے لگے۔

قریش نے اُحد سے واپس ہوتے ہوئے مسلمانوں کو دھمکی دی تھی۔ انہوں نے شیخی میں آکر کہا تھا:

"مسلمانو! آئندہ سال بدر میں پھر ہمارا تمہارا مقابلہ ہے۔"

وہ وقت اب سر پر آ گیا۔ مگر ہمت تو تھی نہیں۔ اس لئے اپنے کہے پر انہیں بڑا پچھتاوا ہوا۔ یونہی بیٹھ رہیں، یہ بھی بدنامی کا باعث تھا۔ کہ

Marfat.com

اس طرح تو عزت پر آنچ آنے اور ہر طرف بزدلی کا چرچا ہو جانے کا ڈر تھا۔ چنانچہ انھوں نے ایک چال چلی یعنی اب انھوں نے مسلمانوں میں اپنے آدمی بھیجنے شروع کر دیئے کہ وہ قریش کی طاقت اور اُن کے لاؤ لشکر اور سازو سامان کو خوب بڑھا چڑھا کر بیان کریں، تاکہ مسلمانوں میں خوف و ہراس پھیل جائے اور پھر ان میں لڑائی سے بے دلی پیدا ہو جائے۔ لیکن آپؐ ان کی باتوں میں کب آنے والے تھے۔ آپؐ کی ہمت ذرا بھی ڈانوا ڈول نہ ہوئی۔ اپنے عزم پر آپؐ مضبوطی سے قائم رہے اور آپؐ نے طے کر لیا کہ اس دن میدان میں پہنچنا ہے، چاہے سارے لوگ ساتھ چھوڑ دیں۔

چنانچہ وہ دن آ گیا اور آپؐ نے ساتھیوں کے ساتھ بدر کا رُخ کیا۔ اسی موسم میں وہاں ہر سال بازار بھی لگتا تھا۔ اس لیئے ساتھیوں نے تجارت کے لیئے کچھ سامان بھی ساتھ لے لیا۔ مگر وہاں پہنچے تو قریش کا اب تک پتہ نہ تھا۔ لہذا بہادر مسلمان ٹھہر کر ان کا انتظار کرنے لگے ننگ و عار کا معاملہ تھا اور قریش کو بہر حال اپنی لاج رکھنی تھی۔ اس لیئے مقابلہ میں نکلے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔ لیکن بری طرح ہار جانے کا بھی خطرہ تھا۔ اس لیئے دل کسی طرح راضی نہ تھے۔ پھر بھی وہ ہمت کر کے نکلے اور دو دن تک آگے بڑھتے رہے۔ پھر خوف سے پاؤں پھولنے لگے۔ اور آگے بڑھنا ناممکن ہو گیا۔ ابو سفیان فوج کا کمانڈر تھا۔ اس نے کہا:

"بھائیو! یہ سال تو خشک سالی کا ہے۔ لڑائی بھڑائی تو خوشحالی میں ہوتی ہے۔ خیر اسی میں ہے کہ ہم مکہ لوٹ چلیں۔ لو، میں تو چلا"

سردار کے بعد اب کون ٹکتا۔ پوری فوج مکہ واپس ہو گئی۔ پیارے نبیؐ بدر میں آٹھ دن تک انتظار کرتے رہے۔ بدر میں بازار تو لگا ہی تھا۔

Marfat.com

اور سامان بھی ساتھ تھا۔ مسلمان تجارت میں لگ گئے۔ خُدا نے خُوب برکت بھی دی۔ آٹھ دن گزر گئے۔ لیکن قریش کا کہیں پتہ نہ تھا۔ اَب آپؐ ساتھیوں کو لے کر مدینہ لَوٹ پڑے۔ راستہ میں دشمن کی بزدلی کی باتیں رہیں۔ قریش کی پست ہمتی کے تذکرے رہے۔ مسلمان، خُدا کے بیشمار احسانات کو یاد کرتے۔ اور اِس طرح شُکر سے ان کے سینے اُمنڈنے لگے۔ اَور زبان پر بے اختیار حمدٗ جاری ہو جاتی۔

پیارے نبیؐ مدینہ آ گئے اور پھر پورے زور شور سے دعوت و تبلیغ میں لگ گئے۔ راہ میں روڑے بھی اٹکائے گئے۔ مگر آپؐ نے کوئی پروا نہ کی۔ اور پوری سرگرمی سے کام میں لگے رہے۔ دھیرے دھیرے پورے حجاز میں اِسلام کا چرچا ہو گیا۔ نہ صرف حجاز، بلکہ شام میں بھی آپؐ کی آواز پہنچ گئی۔

Marfat.com

قریش اب مسلمانوں کا لوہا مان چکے تھے۔ ان کی طاقت اور ہمت سے سہم چکے تھے۔ اور سمجھ چکے تھے کہ ان سے ٹکر لینا بڑے بل بوتے کا کام ہے مگر قبیلہ بنو نضیر کے سردار قریش کے پاس گئے۔ ان سرداروں میں حُیَیّ بن اَخطب بھی تھا اور سَلام بن اَبی الحقیق بھی ان لوگوں نے پہنچ کر قریش کو پھر جوش دلایا۔ اور ان کو آپؐ سے جنگ کرنے پر ابھارا۔ انہوں نے کہا:

"ڈرنا کاہے کا؟ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم تو محمدؐ کو مار کے ہی دم لیں گے۔ اسی کا تو ہم تم سے عہد کرنے آئے ہیں۔"

یہ سُنا تو قریش میں ایک نیا جوش اُبھرا۔ ایک نیا وَلولہ پیدا ہوا اور سوئے ہوئے جذبات پھر جاگ اُٹھے۔ انہوں نے یہودیوں کی خوب خاطر مدارات کی۔ پھر خوشی سے پھول کر کہا:

"واہ! کیا خوب آئے۔ ہمیں وہی لوگ تو پسند ہیں جو محمدؐ کے دشمن ہیں۔ اور اس کو مٹا دینے کے درپے ہیں۔"

اس کے بعد قریش نے کہا:

"بھائیو! تمہارے پاس پہلے سے خدا کی کتاب موجود ہے محمدؐ سے ہمارا جو اختلاف ہے، اس سے بھی تم بے خبر نہیں۔ ذرا بتاؤ تو، ہمارا مذہب اچھا ہے کہ محمدؐ کا؟"

ان جھوٹے بدبختوں نے جواب دیا:

"توبہ کرو، تمہارے مذہب سے اس کے مذہب کا

Marfat.com

کیا مقابلہ! کہاں سچ، کہاں جھوٹ۔ کہاں حق، کہاں باطل!"

اِسی طرح یہودی چکنی چپڑی باتیں کرتے رہے اور قریش کو جھوٹے جھوٹے بہلاوے دیتے رہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قریش پھولے نہ سمائے اور فوراً ان کے دھوکہ میں آ گئے۔ چنانچہ انہوں نے جوش میں آ کر کہا:

"جب تک جان میں جان ہے، محمدؐ سے ہماری جنگ ہے۔ محمدؐ کا دین پھلے پھولے، یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ محمدؐ سے دُنیا کو پاک کرنا ہے۔ اِس کے دِین کا نام و نشان مٹانا ہے۔"

چنانچہ اَب جنگ کا فیصلہ ہو گیا۔ اَور دن تاریخ بھی طے ہو گئی۔ پھر یہودیوں نے قریش ہی میں آگ لگانے پر بس نہ کیا۔ وہ عرب کے دوسرے قبیلوں میں بھی گئے۔ اَور وہاں بھی فتنہ کے بیج ڈالے۔ خوب دھواں دھار تقریریں کیں۔ اَور لوگوں کو اس خطرے سے چوکنا کیا۔ قبیلۂ غطفان میں گئے اور وہاں بھی لوگوں کو سبز باغ دکھائے۔ لالچ دلاتے ہوئے کہا:

"خیبر کی آدھی پیداوار تمہیں دیا کریں گے۔ تم اس جنگ میں ہمارا ساتھ دو۔"

اِسی طرح اور دوسرے قبیلوں کے پاس گئے۔ بنی سُلیم کے پاس گئے۔ بنی اَسد اور بنی فزارہ کے پاس گئے۔ بنی اَشجع اَور بنی مُرّہ کے پاس بھی گئے۔ اور ان سب کو نئے دِین سے ہوشیار کیا اور اپنے مذہب کے لیے کٹ مرنے کا جوش دلایا۔ پھر انہیں خوب سبز باغ دکھائے۔

پیارے نبیؐ کے خلاف اَب سارا عرب ایک تھا۔ کیا مشرک اَور کیا یہودی! سَب آپؐ کی جان کے دَرپے تھے۔ گویا سارے شیطانی ارادے، اور ناپاک حوصلے اَب اِسلام کا چراغ بُجھا دینے پر متفق تھے! چنانچہ آپؐ کی طرف ایک بھاری لشکر بڑھا۔ لشکر کیا تھا، آدمیوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ دس ہزار خون کے پیاسے تھے، جو

Marfat.com

ہتھیاروں میں ڈوبے ہوئے تھے:

"اے محمدؐ! اللہ آپؐ کے ساتھ ہے۔ وہ آپؐ کی مدد بھی کر سکتا ہے اور دشمنوں کو خوار بھی کر سکتا ہے!"

آپؐ کو پتہ چل گیا کہ سارا عرب آپؐ پر بپھرا ہوا ہے اور ہر طرف سے سیلاب کی طرح اُمڈ آرہا ہے، کہ مدینہ کو تہس نہس کر دے۔ اور دُنیا سے مسلمانوں کا نام ونشان مٹا دے۔ اُف خُدا کی پناہ ......!

جس لشکر کے پیچھے عرب کی پوری طاقت ہو، پیارے نبیؐ اس کا مقابلہ کیسے کریں گے؟ اس کی غارت گری سے محفوظ رہنے کی کیا ترکیب کریں؟ اور اُس کی بربادیوں کا سیلاب کیسے روکیں!

پیارے نبیؐ نے ساتھیوں کو جمع کر کے ان سے مشورہ کیا۔ سب نے کہا:

"مدینہ ہی میں رہ کر مقابلہ کیا جائے۔"

حضرت سلمان فارسیؓ ایران کے رہنے والے تھے اور وہاں کے کچھ جنگی طریقوں سے بھی واقف تھے۔ انہوں نے کہا:

"کھلے میدان میں نکل کر مقابلہ کرنا بہتر نہیں۔ ایک محفوظ جگہ پر لشکر جمع ہو۔ اور اردگرد خندق (گڑھا) کھود لی جائے۔"

پیارے نبیؐ کو یہ رائے بہت پسند آئی۔ حکم دیا کہ جتنی جلد ممکن ہو، یہ کام شروع ہو جائے۔ چنانچہ جلدی جلدی کُدال، پھاوڑوں کا انتظام ہوا۔ بنی قریظہ کے یہودی مسلمانوں کے حلیف تھے۔ اِس لیئے کھُدائی کے بہت سے سامان وہاں سے بھی آگئے۔ اور اس طرح فوراً مُسلمان اس کام میں جٹ گئے۔

مدینہ صرف ایک طرف سے کھُلا ہوا تھا۔ اور بقیہ تین طرف سے

Marfat.com

مکانوں اور کھجور کے درختوں سے گھرا ہوا تھا۔ پیارے نبیؐ ساتھیوں کے ساتھ شہر سے باہر نکلے۔ اور اسی طرح خندق کھودنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ کھدائی کا نقشہ آپؐ نے خود بنایا۔ پھر دس دس آدمیوں پر دس دس گز زمین تقسیم کر دی۔ کام کرنے والوں میں آپؐ خود بھی شریک تھے آپؐ کو ساتھ دیکھ کر مخلص ساتھیوں میں اور جوش پیدا ہوتا۔ اور وہ بے خود ہو کر کام میں لگے رہتے۔ جاڑے کی راتیں تھیں اور تین تین دن کا فاقہ بہادر مسلمان اسی عالم میں کھدائی کرتے۔ پیٹھوں پر مٹی لاد لاد کر کوہِ سلع کے دامن میں پھینکتے، اور ادھر سے پتھر ڈھو ڈھو کر لاتے اور خندق کے کنارے چُنتے جاتے۔ کہ ضرورت پڑی، تو دشمن پر برسانے کے کام آئیں گے۔

تین ہزار متبرک ہاتھ خندق کھودنے میں مصروف تھے۔ جوش کا یہ عالم تھا کہ بھوک پیاس تک وہ بھولے ہوئے تھے۔ اسی طرح کچھ ہی دنوں میں یہ کام پورا ہو گیا۔ اور اب مدینہ محفوظ تھا۔ مدینہ ہی سے ملی ہوئی ایک پہاڑی ہے جو کوہ سلع کے نام سے مشہور ہے۔ خندق میں اور اس میں صرف چھ میل کا فاصلہ تھا اور دونوں کے درمیان ایک لمبا چوڑا میدان تھا۔ پیارے نبیؐ نے اپنی فوج کو اسی میدان میں ٹھہرایا۔

مدینہ کا بچہ بچہ جوش سے بے خود تھا۔ چنانچہ فوج روانہ ہوئی، تو باپ بھائیوں کے ساتھ نوعمر بچے بھی ہو لیے۔ مگر فوج میدان میں پہنچی، تو آپؐ نے اس کا جائزہ لیا۔ جو پندرہ سال سے زیادہ عمر کے تھے، انہیں شرکت کی اجازت دی۔ اور جو اس سے کم تھے انہیں شاباش دی۔ اور سمجھا بجھا کر واپس کر دیا۔

ہجرت کا پانچواں سال اور ذی قعدہ کا مہینہ تھا۔ دشمن فوج کے

Marfat.com

ہراول دستے اَب مدینہ کے قریب دکھائی دینے شروع ہو گئے۔ ابو سفیان کو امید تھی کہ محمدؐ اُحد پر ملیں گے مگر آپؐ وہاں نہ ملے تو اس نے فوج کو مدینہ کی طرف بڑھایا اور مدینہ کے قریب پہنچ کر اس نے پڑاؤ ڈال دیا۔ لیکن غطفان اور کچھ دوسرے قبیلے اُحد کے پاس ہی ٹھہرے۔

اب دشمن فوج کی ٹولیاں مدینہ کی طرف چلیں، کہ مسلمانوں کا کچھ حال معلوم ہو۔ مگر وہاں وہ پہنچیں تو ایک بالکل نئی چیز دیکھی۔ ایسی چیز جو اُن کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی ... ! ان کی عقلیں حیران تھیں کہ یہ کیا! ارے یہ تو خندق ہے! مدینہ کی حفاظت کے لیئے خندق کھدی ہے! تو کیا ہمارا لشکر اُس پار نہ جا سکے گا؟ جس کے لیئے اتنا جتن کیا گیا ہے۔ اور اتنے پاپڑ بیلے گئے ہیں، کیا وہ کام نہ ہو سکے گا؟ کیا یہ سارا کھیل بگڑ جائے گا؟ اور کیا محمدؐ زندہ بچ جائے گا؟

ٹولیاں لَوٹ لَوٹ کر فوج میں آئیں اور لوگوں کو یہ "نامبارک" خبر سنائی۔ جس نے بھی سُنا، دنگ رہ گیا، کہ بخدا یہ بالکل اک نئی چال چلی ہے۔ جس کا عرب میں تو کبھی رواج تھا نہیں۔

مسلمانوں کو معلوم ہو گیا کہ دشمن آ گئے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنی چوکیوں پر چوکنے ہو گئے۔ کوہِ سَلع کے دامن میں ایک سرخ خیمہ بھی نصب کیا گیا۔ جس میں پیارے نبیؐ تشریف لائے اور وہاں بیٹھ کر جنگ کا نقشہ بنایا۔ اِسلامی فوج تین ہزار تھی۔ اس کو آپؐ نے کئی حصّوں میں تقسیم کیا۔ کچھ ٹولیاں خندق کی دیکھ بھال پر مقرر ہوئیں۔ خندق کے جن حصّوں پر زیادہ اندیشہ تھا، وہاں بھی کچھ لوگوں کو پہرہ پر لگایا اور بقیہ فوج دشمن کے مقابلہ میں صف آرا ہوئی۔

اَب دونوں فوجیں آمنے سامنے تھیں۔ قریش نے بہت کوشش

Marfat.com

کی کہ خندق پار کر لیں، لیکن ناکام رہے۔ جانباز مسلمانوں نے اس طرح تیر برسائے کہ ان سے کچھ نہ بن پڑا۔ بالآخر تاب نہ لا کر وہ پیچھے ہٹ گئے اور اب انہوں نے خندق کے اُسی پار سے تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ پھر شام ہوگئی اور وہ اپنے ٹھکانوں پر چلے گئے۔ صبح ہوئی تو قریش نے پھر خندق پار کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اس دن بھی ناکام رہے۔ اب وہ غصہ سے بوکھلا گئے اور تلملاتے اور ہونٹ چباتے واپس آ گئے انہیں اب یقین ہو گیا کہ ہمارا سارا کیا دھرا برباد گیا۔ آندھی طوفان کا بھی زور تھا اور سردی بھی بلا کی تھی کہ جسم کٹے جا رہے تھے اور رگوں میں خون جما جا رہا تھا۔ اس لیئے وہ اور غصہ سے بدحواس تھے۔

مسلسل ناکامی اور موسم کی سختی! فوج میں بے دلی پھیل گئی۔ جسے دیکھو، یہی کہہ رہا تھا:

"محمدؐ پر اب قابو کیسے پایا جا سکتا ہے؟!"

حُیَیّ بن اخطب نے یہ حال دیکھا، تو بہت ڈرا۔ اس نے فوج اکٹھا کرنے کے لیئے انتھک کوشش کی تھی۔ اور نہ جانے کن کن مصیبتوں سے سارا انتظام کیا تھا۔ چنانچہ وہ گھبرا اُٹھا اور سوچنے لگا:

"اگر فوج میں یُونہی بے دلی پھیل گئی اور سپاہیوں کے حوصلے پست ہوتے گئے، تو کیا ہوگا؟ تب تو ساری کوشش مٹی میں مل جائے گی۔ اس کے لیئے تو فوراً کچھ کرنا چاہیئے"

چنانچہ وہ دوڑا ہوا ابوسفیان کے پاس آیا اور اس سے کہا:

"میری قوم قریظہ بھی تمہارے ساتھ ہے۔ اور اُن کی طاقت کا حال تمہیں معلوم ہی ہے۔"

ابوسفیان بولا:

"تو دیر نہ کرو۔ جلدی دوڑ کر جاؤ اور ان سے کہو کہ محمدؐ

Marfat.com

سے معاہدہ توڑ دیں۔"

اَب حُیّیؓ تیزی سے بنی قریظہ کی طرف لپکا، کہ کسی طرح ان کو پھسلائے اُن کو غدّاری پر تیار کرے اور انہیں توڑ کر اپنے میں ملالے۔

بنی قریظہ کے سردار کو محسوس ہوگیا۔ چنانچہ فوراً اس نے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا۔ اور حُیّیؓ سے ملنا بھی گوارا نہ کیا۔ کیونکہ وہ تاڑ گیا تھا کہ حُیّیؓ کیوں آرہا ہے۔ حُیّیؓ پہنچا تو اس نے آواز دی۔ اور قسم دے دے کر دروازہ کھولنے کے لیئے کہا۔ جوش دلانے کے لیئے اس نے یہ بھی کہا:

"مجھے معلوم ہے تم نے کیوں دروازہ بند کیا ہے۔ تمہیں ڈر ہے کہیں مَیں بھی نہ پیالہ میں شریک ہو جاؤں۔"

یہ سُن کر کعبؓ کو غیرت آگئی اور اس نے دروازہ کھول دیا۔ حُیّیؓ نے کہا:

"واہ رے کعبؓ! دیکھو، میں تمہارے لیئے کتنی بڑی عزت اور شہرت لے کر آیا ہوں۔ فوجوں کا ایک سمندر لایا ہوں ___ ٹھاٹھیں مارتا سمندر۔ سارا عرب اُمڈ آیا ہے۔ قریش اور غطفان کے بھی سردار آئے ہیں۔ سَبؓ ایک محمدؐ کے خون کے پیاسے ہیں۔ سب نے وعدہ کیا ہے کہ کام تمام کیئے بغیر یہاں سے ٹلیں گے نہیں۔"

کعبؓ نے کہا:

"بخدا تم میری ناک کٹانی چاہتے ہو۔ مَیں تو محمدؐ سے معاہدہ کر چکا ہوں۔ اَب معاہدہ کی خلاف ورزی مجھ سے نہ ہوگی۔ محمدؐ نے ہمیشہ میرے ساتھ وفاداری کی ہے۔"

مگر حُیّیؓ اَب بھی مایوس نہ ہوا اور وہ بار بار کعبؓ کی غیرت کو بھڑکاتا اس نے کہا:

Marfat.com

"آج پوری قوم کی لاج رکھنا تمہارے ہاتھ میں ہے۔
اس کی عزت بھی تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اور اس کی ذلت
بھی تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اَب تم ہی سوچ لو، دیکھو، یہ
موقع ہاتھ سے دینے کا نہیں۔ بے جھجک تم محمدؐ کا معاہدہ
توڑ دو۔ اَور فوجوں کو راستہ دو۔ وہ سَیلاب کی طرح بڑھیں
گی۔ اَور منٹوں میں محمدؐ اور اس کی فوج کو کھلیان کر دیں
گی۔ پھر پورے عرب پر ہمارا اثر ہو گا۔ اپنے مذہب کے
لیئے بھی راستہ صاف ہو جائے گا اور مدینہ کی ساری دولت
اور جائیداد پر بھی قبضہ ہو جائے گا۔"

اس بار کا وار بے کار نہ گیا۔ اس بار حییؔ کا جادو چل گیا۔ اور کعبؔ اپنی مروّت کو ذبح کرنے پر راضی ہو گیا۔ لیکن ابھی وہ ہچکچا رہا تھا اور غداری کا بُرا انجام اسے ستا رہا تھا۔ وہ سوچنے لگا کہ:

"اگر کہیں قریش و غطفان ہار گئے، تو کیا ہو گا؟ وہ لوگ
تو اپنا راستہ پکڑیں گے، اور میں تنِ تنہا رہ جاؤں گا۔ پھر
تو میری بُری گت بنے گی اور بنو نضیر اَور بنو قینقاع کی طرح
میں بھی ذلیل ہوں گا۔"

لیکن جلد ہی یہ اندیشہ بھی دُور ہو گیا۔ کیونکہ حییؔ نے کہا:

"خدا نخواستہ اگر ہم ہار گئے اور قریش میدان چھوڑ کر
بھاگ نکلے، تو میں خیبر چھوڑ دوں گا۔ اور یہیں آ کر تمہارے
ساتھ رہوں گا اور جو کچھ سامنے آئے گا، تمہارے ساتھ
مَیں بھی جھیلوں گا۔"

یہ باتیں سُن کر کعبؔ کو اَب بالکل اطمینان ہو گیا اَور وہ غداری کرنے کے لیئے تیار ہو گیا۔ اَب کیا تھا، حییؔ کامیابی سے مسرور فوج میں پہنچا

Marfat.com

اور وہاں لوگوں کو یہ خوشخبری سُنائی۔ اسے اب یقین تھا کہ فتح اپنے ہاتھ میں ہے۔ اور اس میں اب صرف اتنی ہی دیر ہے کہ بنی قریظہ تیار ہو لیں۔

قریظہ کی غداری کی خبر آناً فاناً پھیل گئی۔ یہ خبر مسلمانوں پر بجلی بن کر گری۔ مسلمانوں کے لیئے یہ ایک نئے خطرہ کی گھنٹی تھی۔ کیونکہ اَب ان کا لشکر بھی خطرہ میں تھا۔ رَسَد رَسانی کے لیئے بھی اب کوئی راستہ نہ تھا اور دشمن کا اندیشہ بھی بڑھ گیا تھا۔ کیونکہ حملہ کے لیئے ایک نیا راستہ کھل گیا تھا اور اس راستہ سے دُشمن کے لیئے شہر میں گھُسنا بالکل آسان تھا۔

پیارے نبیؐ نے تحقیق کے لیئے ایک آدمی دَوڑایا۔ وہ پہنچا تو وہاں بڑی دھوم دھام تھی۔ ایک عجیب جوش و خروش تھا۔ اور ہر ایک جنگ کی تیاریوں میں مصروف تھا۔ آپؐ نے اطمینان کے لیئے پھر سَعد بن عبادہؓ اور سَعد بن معاذؓ کو بھیجا کہ قریظہ کے سردار سے مِل کر بات کریں۔ سَعد بن عبادہؓ خزرج کے سردار تھے اور سَعد بن معاذؓ اوسؓ کے۔ یہ قریظہ کے حَلیف بھی تھے۔ ان دونوں سے آپؐ نے فرمایا:

"اگر خبر صحیح ہو، تو آکر چپکے سے بتانا کہ مسلمانوں میں بے دلی نہ پھیلے۔ ورنہ بلند آواز سے اعلان کر دینا۔"

یہ لوگ وہاں پہنچے تو بہت افسوسناک حالت دیکھی۔ کیونکہ وہ لوگ بے وفائی اور غداری کا فیصلہ کر چکے تھے۔ اور سردار کی حالت تو سب سے زیادہ شرمناک تھی، کہ وہ پوری بے باکی سے آپؐ کی بے ادبی کر رہا تھا۔ اس بد بخت نے یہاں تک کہا کہ:

"کون ہے اللہ کا رسولؐ؟ ہم سے محمدؐ کا کوئی عہد معاہدہ نہیں!"

Marfat.com

یہ کلمات سُن کر جاں نثاروں کو جوش آگیا۔ اور صورتِ حال بہت نازک ہوگئی۔ اور قریب تھا کہ جھگڑا برپا ہوجائے۔ مگر حضرت سعدؓ بن معاذؓ نے اپنے ساتھی کو سنبھالا اور یہ کہتے ہوئے روانہ ہوگئے کہ:

"یہ کیا؟ ہمارے اور ان کے تعلقات تو اس سے بھی زیادہ بگڑ چکے ہیں!"

پھر دونوں جاں نثار لوٹ کر آپؐ کی خدمت میں آئے۔ اور چپکے سے آپؐ کو صورتِ حال بتادی۔ لیکن یہ خبر چھپنے والی کب تھی؟ ساری فوج میں اس کا چرچا ہوگیا۔ اور مدینہ میں ہر طرف اس کا شہرہ ہوگیا۔ اسطرح آن کی آن میں سب پر بے دلی چھاگئی۔ اور ہر طرف مایوسی پھیل گئی جسے دیکھیئے یہی کہہ رہا تھا:

"خندق تو خوب تیار ہوئی۔ لیکن اب خندق سے کیا ہوتا ہے؟ اب تو قریظہ کے قلعہ سے حملہ ہوگا۔ ہائے اب کیا بنے گا؟"

اب محاصرہ بہت سخت تھا۔ دشمن مدینہ کے گرد گھیرا ڈالے رہے اور اسی حال میں مسلمانوں پر کئی فاقے گزر گئے۔ بالآخر تاب نہ لاکر وہ بلبلا اُٹھے۔ پیارے نبیؐ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں ساتھی ہمت نہ ہار جائیں چنانچہ آپؐ نے غطفان کے پاس ایک آدمی بھیجا:

"اگر تم لوگ جنگ نہ کرو، اور واپس چلے جاؤ تو مدینہ کی تہائی پیداوار ہم تم کو دیں گے۔"

اس پر غطفان بخوشی راضی ہوگئے اور بات پکی کرنے کے لئے انہوں نے اپنے آدمی بھیجے۔ البتہ انہوں نے تہائی کے بجائے آدھی پیداوار کا مطالبہ کیا۔ یہ سب کچھ ہو رہا تھا، مگر ابوسفیان ان باتوں سے بالکل بے خبر تھا۔ غطفان کی طرف سے آدھی پیداوار کا مطالبہ ہوا۔ تو

Marfat.com

آپؐ نے سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ کو بُلایا۔ اور ان سے مشورہ کیا۔ سعد بن معاذؓ نے عرض کیا:

"اللہ کے رسولؐ! اگر یہ خُدا کا حکم ہے۔ تو انکار کی مجال نہیں۔ آپؐ کی یہ خواہش ہے، جب بھی تسلیم ہے اور اگر یہ ارادہ ہم لوگوں کے خیال سے ہے، تو کچھ عرض کروں۔"

آپؐ نے فرمایا:

"یہ تو تم ہی لوگوں کے لیئے کر رہا ہوں۔ کیوں کہ میں نے سوچا کہ اِس طرح دُشمن کا دباؤ کچھ کم ہو جائے گا۔"

سعد بن معاذؓ نے عرض کیا:

"اللہ کے رسول! جب ہم کافر تھے، تب تو کوئی ہم سے کچھ نہ لے سکا اور اب تو آپؐ کی برکت سے ہمارا درجہ بلند ہو گیا۔ اللہ کے رسولؐ! ان کے لیئے ہمارے پاس اب صرف تلوار ہے۔"

پیارے نبیؐ نے یہ ہمت دیکھی، تو آپؐ کو اطمینان ہوا۔ چنانچہ آپؐ نے غطفان سے معاہدہ کا ارادہ چھوڑ دیا۔ اور اُن کے آدمی واپس چلے گئے

قبیلۂ غطفان کا ایک رئیس تھا نعیم بن مسعود۔ وہ اندر ہی اندر مسلمان ہو چکا تھا۔ مگر قبیلہ والوں کو خبر نہ تھی۔ وہ چھُپ کر آپؐ کے پاس آیا۔ اور اپنے مسلمان ہونے کی خوشخبری سُنائی۔ پھر عرض کیا:

"اللہ کے رسولؐ! میرے اِسلام لانے کی کسی کو خبر نہیں۔ آپؐ جو چاہیں مجھ سے کام لیں۔"

آپؐ نے فرمایا:

"نعیم! تم تنہا آدمی ہو، جس طرح بھی ہو سکے، یہ مصیبت دور کرو اور اس کے لیئے تم جو چاہو، کرو، تمہیں

اجازت ہے۔"

نعیم اب واپس گئے۔ اور سوچنے لگے کہ کیا کروں؟ کس طرح دشمن میں پھوٹ ڈالوں؟ اور کس طرح ان کے ناپاک عزائم کو ناکام کروں؟

دشمنوں میں اب ایک نیا جوش تھا۔ اب ان کے حوصلے پہلے سے کہیں زیادہ بلند تھے۔ اب انہیں سردی کی سختی کی ذرا فکر نہ تھی۔ اور خندق کی بھی کوئی پرواہ نہ تھی۔ کیونکہ اب قریظہ ان کے ساتھ تھے اور اب دل کے ارمان نکالنا آسان تھا۔ پیدل فوج تین حصوں میں بٹی ہوئی تھی۔ اور وہ ہر طرف سے اسلامی فوج کو گھیرے ہوئی تھی۔ کہ وہ کہیں آجا نہ سکیں۔ اور بے بس ہو کر رہ جائیں۔ مگر سوار فوج ادھر اُدھر پھر رہی تھی۔ اور مسلمانوں پر بے دردی سے تیر برسا رہی تھی۔

مسلمان سخت پریشان تھے۔ کیونکہ وہ بالکل گھر کر رہ گئے تھے خوف اور بے چینی الگ تھی۔ کیونکہ دن رات یہودیوں کا خطرہ تھا اور یہ خطرہ خندق کے خطرہ سے بڑھ کر تھا۔ عورتیں اور بچے شہر کے ایک قلعہ میں تھے۔ لہذا بنو قریظہ سے خطرہ تھا کہ کہیں وہ رات میں ان پر حملہ کر دیں۔ چنانچہ آپؐ نے کچھ آدمیوں کو مقرر فرمایا، کہ رات بھر مدینہ میں گھوم پھر کر پہرہ دیں۔

یہودیوں نے غداری کی، تو مسلمانوں کی خبریں جاننے کی بھی انہیں فکر ہوئی۔ انہوں نے چاہا کہ کمزور جگہیں معلوم ہو جائیں، تاکہ حملہ میں آسانی ہو۔ اور ناکامی بھی نہ ہو۔ چنانچہ یہودیوں کی ایک ٹولی اسی غرض سے نکلی۔ مگر مسلمانوں کو پتہ چلا تو انہوں نے پیچھا کیا۔ اور وہ بھاگ نکلے۔

عورتیں اور بچے جس قلعہ میں تھے، وہ قلعہ بنی قریظہ کے قریب ہی تھا۔ بنی قریظہ نے سوچا؛

Marfat.com

"مسلمان تو فوجوں کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ اس لیئے
موقع اچھا ہے، قلعہ پر قبضہ کر لیا جائے۔"

چنانچہ ایک یہودی قلعہ تک آگیا۔ اور چاروں طرف چکر لگانے لگا قلعہ میں حضرت صفیہؓ بھی تھیں۔ یہ آپؐ کی پھوپھی تھیں۔ یکایک ان کی نظر اس یہودی پر پڑ گئی۔ عورتوں کی حفاظت کے لیئے حضرت حسانؓ مقرر تھے۔ وہی حضرت جو بہت اچھے شاعر تھے۔ اور پیارے نبیؐ کی طرف سے دشمنوں کا جواب دیا کرتے تھے۔ یہودی کو دیکھ کر حضرت صفیہؓ گھبرائیں اور حسان سے بولیں:

"دیکھئے، یہ یہودی یہاں گھوم رہا ہے۔ جلدی سے
اُتر کر اسے قتل کر دیجیئے۔ ورنہ یہ جا کر دشمنوں کو پتہ دے
گا۔ مسلمان تو لڑائی میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اگر یہ بچ کر چلا
گیا۔ تو مصیبت آجائے گی"

مگر حضرت حسانؓ ذرا ہمت کے کچے تھے۔ بولے:

"عبدالمطلب کی بیٹی! اللہ تجھے معاف کرے! تجھے
معلوم ہے کہ میں اس کام کا آدمی نہیں"

اور کوئی شکل تھی نہیں۔ مجبوراً حضرت صفیہؓ نے خود خیمہ کا ایک بانس اُکھاڑا اور چپکے چپکے نیچے اُتریں۔ پھر جا کر یہودی کے سر پر اس زور سے مارا کہ اس کا سر پھٹ گیا۔

پھر لوٹ کر وہ قلعہ آئیں۔ اور حضرت حسانؓ سے کہا:

"وہ مرد ہے۔ اس لیئے میں نے اسے ہاتھ لگانا اچھا
نہ سمجھا۔ آپ جایئے، اس کے ہتھیار اور کپڑے اُتار لایئے"

حضرت حسانؓ نے کہا:

"عبدالمطلب کی بیٹی! جانے بھی دو۔ مجھے اسکی چیزوں

کی کوئی ضرورت تو ہے نہیں۔"

حضرت صفیہ رضؓ نے کہا:

"اچھا جائیے، اس کا سر کاٹ کر میدان میں پھینک دیجئے تاکہ یہودی مرعوب ہو جائیں۔"

حضرت حسان رضؓ اس کے لئے بھی نہ تیار ہوئے۔ مجبوراً یہ کام بھی حضرت صفیہ رضؓ ہی کو کرنا پڑا۔ اس طرح یہودی سمجھے کہ قلعہ میں بھی کچھ فوج ہے۔ اور پھر انہیں حملہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔

جوں جوں دن گزر رہے تھے، حالات سخت ہوتے جا رہے تھے۔ ذرا تصور تو کرو، فاقے پر فاقے! پھر راتوں کو سونا حرام! اور پھر ہر آن جان کا اندیشہ! اسلامی فوج میں منافق بھی موجود تھے۔ بھلا ایسے میں وہ کہاں چھپ سکتے تھے۔ آ آ کر پیارے نبیؐ سے اجازت مانگنے لگے کہ ہمارے گھر محفوظ نہیں اور بال بچے خطرہ میں ہیں۔ لہٰذا ہمیں شہر جانے دیجئے۔ خود تو وہ لوٹنا چاہتے ہی تھے، مسلمانوں کو بھی بہکاتے اور جان کا خوف دلاتے۔ پیارے نبیؐ سے انہیں بدگمان کرتے ہوئے کہتے:

"محمدؐ نے بھی ہمیں خوب بہلایا۔ خوب سبز باغ دکھائے کہتے تھے قیصر و کسریٰ کے خزانے ملیں گے۔ آج یہ حال ہے کہ 'ضرورت' کے لئے بھی جانا جان کا خطرہ ہے!"

بنی قریظہ کی غداری کو کئی دن گزر گئے۔ فوجیں بے تاب تھیں اور ان کے تیار ہونے کا شدت سے انتظار کر رہی تھیں۔ تاکہ وہ قلعہ میں سے حملہ کا راستہ دیں۔ اور یہ دل کے ارمان پورے کریں۔ لیکن اس وقت تک وہ کیا کرتیں، کہ خندق کو پار کرنا تو اُن کے بس سے باہر تھا۔ مجبوراً باہر سے ہی وہ تیر پتھر برساتی رہیں۔

Marfat.com

خندق کی چوڑائی ایک جگہ سے کچھ کم تھی۔ پہرہ بھی کمزور تھا۔ دشمنوں نے موقع کو غنیمت جانا اور اسی طرف سے حملہ کرنا چاہا۔ چنانچہ وہ پوری تیاری سے آگے بڑھے اور گھوڑے کودا کر اس پار پہنچے۔ غرور سے سینے تنے ہوئے تھے۔ ان میں ابوجہل کا بیٹا عکرمہ اور ضرار بھی تھے اور اور عرب کا سب سے مشہور بہادر عمرو بن عبد ود بھی تھا۔ جو ایک ہزار سوار کے برابر مانا جاتا۔ یہی پہلے آگے بڑھا۔ اور پکار کر کہا:

"مقابلہ میں کون آتا ہے؟"

حضرت علیؓ نے اُٹھ کر کہا:

"مَیں"۔

لیکن پیارے نبیؐ نے روکا۔ آپؐ کے روکنے پر حضرت علیؓ بیٹھ تو گئے۔ مگر کسی دوسرے کی ہمت نہ ہوئی۔ عمرو نے دوبارہ پکارا۔

حضرت علیؓ پھر بولے:

"مَیں"۔

تیسری بار بھی یہی ہوا۔ اس وقت پیارے نبیؐ نے فرمایا:

"یہ عمرو ہے۔ کچھ خبر بھی ہے؟"

حضرت علیؓ نے عرض کیا:

"ہاں میں خوب جانتا ہوں کہ یہ عمرو ہے"۔

چنانچہ آپؐ نے اجازت دے دی۔ اور خود ہی مبارک ہاتھوں سے تلوار عنایت کی اور سر پر عمامہ باندھا۔ اب حضرت علیؓ عمرو کے مقابلہ میں تھے۔ عمرو ہنسا، اور بولا:

"کیوں بھتیجے! میرا تو دل چاہتا نہیں، کہ تمہیں ماروں!"

حضرت علیؓ نے جواب دیا:

"لیکن میرا تو دل چاہتا ہے"۔

Marfat.com

اَبَ کیا تھا۔ عمرو نے غصہ سے بیتاب ہوکر پوری طاقت سے تلوار کا وار کیا۔ حضرت علیؓ نے اسے ڈھال پر روک لیا۔ اور پھر خود بڑھ کر وار کیا۔ لوگوں نے دیکھا کہ عمرو اَبَ خاک وخون میں لتھڑا پڑا تھا۔ مسلمانوں نے اسی وقت اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ اور فتح کا اعلان ہوگیا۔ کچھ دیر عمرو کے ساتھیوں نے بھی مقابلہ کیا۔ لیکن پھر سب بھاگ کھڑے ہوئے۔

اِس حملہ میں دشمنوں کو ناکامی تو ہوئی۔ لیکن خندق کو پار کرلینا اُن کے لیئے کم خوشی کی چیز نہ تھی۔ چنانچہ اب بہتوں کے حوصلے بڑھے اور دوسرے بہادروں نے بھی جان پر کھیلنے کا فیصلہ کیا، اور خندق کے اس پار جاکر مسلمانوں سے مقابلہ کرنا چاہا۔ سورج ڈوب چکا تھا، اور تاریکی پھیل چکی تھی۔ اسی وقت دشمنوں کا ایک دستہ خندق کی طرف بڑھا۔ آگے آگے نامی بہادر نوفل تھا۔ خندق پر پہنچ کر نوفل نے گھوڑا کو دایا کہ اس پار ہوجائے مگر گھوڑا خندق میں گرا، اور نوفل کا سر پس کر رہ گیا۔ یہ عبرت ناک انجام سامنے تھا۔ لہٰذا اَب ساتھیوں کو کہاں ہمت ہوسکتی تھی۔ اُلٹے پاؤں وہ واپس گئے۔

ابوسفیان کو اطلاع ہوئی تو اس نے مسلمانوں کے پاس کہلایا کہ نوفل کی لاش واپس کردی جائے۔ بدلہ میں خون بہا (سَو اونٹ) ملے گا۔ پیارے نبیؐ نے جواب دیا:

"اُٹھالے جاؤ اسے۔ ہمیں اس کا خون بہا نہیں چاہیئے

اس کی لاش بھی پلید ہے۔ اس کا خون بہا بھی پلید ہے۔"

چنانچہ مشرکوں نے اپنی لاش اٹھائی اور واپس چلے گئے۔ لیکن اَب بھی وہ اپنی حرکت سے باز نہ آئے۔ اور دن رات خندق پار کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ اس کے لیئے باقاعدہ انہوں نے ٹولیاں بنائیں خندق پر برابر منڈلاتی رہتیں اور جہاں ایک ٹولی واپس جاتی، دوسری

Marfat.com

ٹولی آپہنچتی۔

کئی راتیں مسلمانوں پر ایسی گزریں کہ خدا کی پناہ! گھروں میں عورتیں بے کل تھیں۔ بچے بے چینی میں تڑپ رہے تھے۔ اُف! ذرا سوچو تو سہی ان جاں نثاروں پر کیا بیتی ہوگی، جو بالکل خطرات کے نرغے میں تھے۔ لگاتار تیروں کی بوچھاڑ ہو رہی تھی، اور موت انہیں دبوچ لینے کے لیئے بیتاب کھڑی تھی!

وقت بڑا ہی نازک تھا۔ عرب کی ساری طاقتیں ایک ہوگئی تھیں۔ اور حق کو مٹا دینے کے لیئے اپنا سارا زور صرف کر رہی تھیں۔ ایسے میں آپؐ کا بھروسہ صرف خدا پر تھا۔ آپؐ بالکل یکسو ہو کر خدا سے گڑگڑاتے ہاتھ پھیلا پھیلا کر مدد کے لیئے دعائیں کرتے۔ صبر و ہمت کی بھیک مانگتے اور اسلام کو غالب کرنے کی درخواست کرتے۔

سروں پر موت منڈلا رہی تھی۔ دشمن تاک میں تھے کہ مسلمان ذرا بھی غافل ہوں، اور وہ بے تحاشا ٹوٹ پڑیں۔ ایسے بُرے وقت میں پیارے نبیؐ بھی لڑائی میں بہادرانہ حصہ لے رہے تھے۔ آپؐ نے خندق کے مختلف حصوں پر فوجیں تقسیم کر دی تھیں۔ جو دشمن کے حملوں کا مقابلہ کرتیں۔ ایک حصہ خود آپؐ کی نگرانی میں تھا۔ آپؐ دشمن کو تیروں سے روک رہے تھے، اور ذرا بھی ہٹ کر دم نہ لیتے تھے اور اگر کوئی ضرورت پیش آجاتی اور وہاں سے ہٹنا پڑتا، تو اپنی جگہ کسی دوسرے کو کھڑا کر دیتے۔ پھر جوں ہی ضرورت پوری ہو جاتی، فوراً آکر دوبارہ اپنی جگہ سنبھال لیتے۔ اس طرح ایک طرف تو آپؐ ساتھیوں کی ڈھارس بندھا رہے تھے اور دوسری طرف بلند ترین انسانیت کا نمونہ بھی پیش فرما رہے تھے۔

لڑائی کا آخری دن بڑا ہی سخت گزرا۔ تمام دن زوروں کا مقابلہ رہا۔

Marfat.com

دشمن کے ماہر تیرانداز خندق کو گھیرے ہوئے تھے اور بے تکان تیر پتھر برسا رہے تھے۔ مسلمان تھک کر چور چور تھے۔ بھوک پیاس سے بھی بدحال تھے۔ لیکن اپنی جگہوں پر پہاڑ کی طرح اٹل تھے۔ اور ذرا بھی پیچھے ہٹنے کا نام نہ لیتے تھے۔

اس لڑائی میں مسلمانوں کا جانی نقصان بہت کم ہوا۔ البتہ انصار کا سب سے بڑا بازو ٹوٹ گیا۔ حضرت سعدؓ بن معاذ جو اوس کے سردار تھے، بڑی جانبازی سے لڑ رہے تھے کہ ایک دشمن نے موقع پاکر ان کے ہاتھ پر تیر مارا۔ تیر کچھ اس طرح لگا کہ ہاتھ کی ایک رگ کٹ گئی۔ اور خون کا فوارہ جاری ہوگیا۔ اس وقت حضرت سعدؓ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی، اور خدا سے التجا کی۔ اللہ! اللہ!! وہ التجا بھی کتنی پیاری تھی:

"اے اللہ! اگر قریش سے ابھی جنگ ہونی باقی ہے، تو مجھ کو زندہ رکھ۔ جس قوم نے تیرے رسولؐ کو جھٹلایا ہے اور ان کو گھر سے بے گھر کیا ہے۔ اس قوم سے زیادہ کسی سے لڑنے کی مجھے تمنا نہیں لیکن اگر اس سے اب جنگ نہ ہونی ہو، تو مجھ کو اسی (زخم) میں شہادت دے، اور جب تک میری آنکھیں بنی قریظہ سے نہ ٹھنڈی ہولیں، مجھ کو موت نہ دے۔"

خدا کی رحمتیں ہوں سعدؓ پر......! اور برا ہو بنی قریظہ کے یہودیوں کا جنہوں نے غداری کی اور پیارے نبیؐ کے ساتھ بے وفائی کی....! اگر وہ بے وفائی نہ کرتے اور وقت پر دھوکہ نہ دیتے، تو اتنی خطرناک صورت کبھی نہ ہوتی۔

مسلمان سخت بے چین تھے۔ اور خوف سے بالکل بدحال تھے آنکھیں پتھرا گئی تھیں۔ اور کلیجے منہ کو آ گئے تھے۔ ادھر منافق غصہ سے

Marfat.com

تلملا رہے تھے۔ اور ہونٹ چبا چبا کر کہہ رہے تھے:

"اللہ اور اس کے رسولؐ نے تو ہم کو دھوکہ دیا ہے!!"

ہر طرف مایوسی پھیلی ہوئی تھی، اور پوری فضا اُداس اُداس تھی۔ کہ ایسے میں دیکھا گیا، پیارے نبیؐ کا چہرہ خوشی سے تمتا رہا ہے۔ اور آنکھوں میں عجیب و غریب چمک ہے۔ جو بے انتہا اطمینان کا پتہ دے رہی ہے۔ ایسا لگ رہا ہے۔ جیسے فتح کا فرشتہ آپؐ کے سامنے کھڑا ہو۔

مسلمانوں نے یہ دیکھا، تو ان کے سارے غم ڈھل گئے اور خوشی سے وہ کھل اُٹھے۔ چنانچہ اب وہ فکر مند اور اُداس نہ تھے، بلکہ مطمئن اور بے غم تھے۔ ان کے چہرے دمک رہے تھے اور ہونٹ مُسکرا رہے تھے کہ اب خدا کی رحمت کو جوش آگیا۔ اور اس کی مدد کا وقت آن پہنچا۔

Marfat.com

نعیم بن مسعودؓ پیارے نبیؐ کے پاس سے لوٹے تو برابر سوچتے رہے کہ کیا کریں؟ کس طرح دشمن کی طاقت کو کم کریں؟ اور کس طرح ان کی ناپاک تمناؤں کا خون کریں؟ وہ سوچتے رہے، سوچتے رہے۔ یہاں تک کہ عقل نے فیصلہ دیا:

"دشمن کو ناکام کرنا چاہتے ہو، تو ان میں پھوٹ ڈال دو کہ اس سے بہتر اور کوئی ترکیب نہیں۔"

چنانچہ نعیمؓ فوراً اٹھے اور بنی قریظہ کی طرف تیزی سے چل دیئے۔ بنو قریظہ میں چونکہ ان کی پہلے سے مان دان تھی، اور وہاں کے یہودی ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔ ان کی باتیں بڑے شوق سے سنتے اور ان کی صحبت کو اپنے لئے نعمت سمجھتے تھے، اس لئے نعیمؓ وہاں پہنچے تو لوگ بہت تپاک سے ملے اور ان کو بڑی عزت سے بٹھایا۔ پھر سارے یہودی سردار نعیمؓ کے پاس اکٹھا ہوئے اور ان کی باتوں کا لطف لینے لگے۔ نعیمؓ کچھ دیر تو ادھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے۔ پھر اپنی بات پر آئے اور بولے:

"میرے دوستو! تمہیں معلوم ہے کہ مجھے اس قبیلہ سے کتنا لگاؤ ہے اور خاص کر تم لوگوں سے کتنی محبت ہے۔"

سب بول اٹھے:

"ہاں، ہاں، تم سے تو ہم خوب واقف ہیں۔"

نعیمؓ نے کہا:

Marfat.com

"تم لوگوں نے محمدؐ سے معاہدہ توڑ دیا اور قریش و غطفان کے ساتھ ہو گئے، لیکن کچھ انجام بھی سوچا! اگر جیت ہو گئی تو اس سے اچھی بات کیا ہے، لیکن اگر ہار گئے تو؟ اس وقت کیا بنے گا؟ وہ لوگ تو اپنا اپنا راستہ لیں گے۔ اور تم یہاں بالکل تنہا رہ جاؤ گے۔ پھر تو محمدؐ کو اکیلے تم ہی سے نمٹنا ہے گا، اب خود سوچ لو کہ اس وقت تم کتنے بُرے پھنسو گے۔ بنی قینقاع اور بنی نضیر سے بھی زیادہ بُری گت بنے گی تمہاری۔"

لوگوں نے بڑی بیتابی سے پوچھا:

"تو پھر کیا کیا جائے بھائی نعیمؓ!"

نعیمؓ نے کہا:

"بھائیو! میرا تو خیال ہے کہ پہلے تم ان کے کچھ آدمی رہن لو۔ اس کے بعد ان کا ساتھ دو۔ پھر آدمی بھی اونچے گھرانے کے ہوں۔ اس طرح تمہیں اطمینان رہے گا، اور وہ لوگ بھی جب تک محمدؐ کو مار نہ لیں گے، واپس ہونے کا نام نہ لیں گے۔"

یہ سنتے ہی لوگ خوشی سے اُچھل پڑے کہ واہ بھائی نعیمؓ! تمہاری رائے تو بہت عمدہ ہے۔ ہم ایسا ہی کریں گے۔ نعیمؓ نے کہا:

"اچھا، اب میں چل رہا ہوں۔ لیکن دیکھو، یہ باتیں کسی اور سے کہنے کی نہیں۔"

لوگوں نے کہا:

"نہیں، نہیں بھائی نعیمؓ! تم اطمینان رکھو، ہم کسی اور سے کیوں کہنے لگے۔"

اس کے بعد نعیمؓ تو وہاں سے روانہ ہو گئے۔ لیکن وہ لوگ دیر تک

Marfat.com

نعیمؓ کی تعریف کرتے رہے کہ نعیمؓ نے کتنے پتہ کی بات بتائی ہے اور پھر وہ بے چارے ہمارا کتنا خیال رکھتے ہیں!

اس کے بعد نعیمؓ ابوسفیان کے پاس پہنچے۔ وہاں قریش کے دوسرے سردار بھی موجود تھے۔ نعیمؓ نے کہا:

"بھائیو! تمہیں معلوم ہی ہے کہ مجھ کو تم سے کتنی محبت ہے۔ مجھے ایک بات معلوم ہوئی ہے۔ جس سے تم کو بھی آگاہ کر دینا میں ضروری سمجھتا ہوں تاکہ تم لوگ چوکنے ہو جاؤ۔"

یہ سنتے ہی سب لوگ بیتاب ہو گئے کہ بھائی نعیمؓ! وہ کیا بات ہے؟

نعیمؓ نے کہا:

"مجھ کو پتہ چلا ہے کہ بنو قریظہ محمدؐ سے معاہدہ توڑ کر پچھتا رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے محمدؐ سے درخواست کی ہے کہ ہم سے راضی ہو جایئے۔ ہم آپؐ کو قریش و غطفان کے کچھ آدمی دیں گے۔ وہ آدمی بھی ایسے ویسے نہ ہوں گے اونچے گھرانوں کے ہوں گے۔ آپؐ ان کو قتل کر دیجئے گا۔ تو دیکھو بھائیو! ہوشیار رہنا۔ اگر وہ کسی حیلہ سے آدمی مانگیں، تو بھول کر مت دینا۔"

یہ کہہ کر نعیمؓ چل دیئے۔ چلتے وقت قریشی سرداروں نے بھی ان کا بہت بہت شکریہ ادا کیا۔ پھر وہاں سے نعیم غطفان کے پاس پہنچے اور یہاں بھی وہی باتیں کیں جو قریش سے کر آئے تھے۔

نعیمؓ کی باتوں سے قریش و غطفان کے لوگ بہت پریشان ہوئے چنانچہ سارے سردار اکٹھا ہوئے اور سوچنے لگے کہ:

Marfat.com

"بنو قریظہ کے بارے میں کیا کیا جائے؟"

اِس موقع پر لوگوں نے مختلف رائیں دیں۔ مگر آخر میں طے ہوا کہ دونوں قبیلوں کے کچھ سردار جائیں اور اُن سے کہیں:

"بھائیو! ہمیں بہت دن ہو گئے۔ اس سے زیادہ ٹھہرنا ہمارے بس میں نہیں۔ لہٰذا اب فیصلہ ہو جانا چاہیئے۔ جتنی جلد ہو سکے تم لوگ بھی آ کر مل جاؤ اور سب مل کر ایک ساتھ زبردست حملہ کر دیں۔"

اِس طرح قریش و غطفان کا وفد قریظہ کے پاس پہنچا اور ان سے یہ باتیں کہیں۔ قریظہ نے کہا:

"کل تو سنیچر ہے اور سنیچر کے دن ہم لڑائی بھڑائی کر نہیں سکتے۔ لہٰذا کوئی دوسرا دن رکھ لو، ہاں ایک بات اور ہے۔ ہم تمہارا اسی وقت ساتھ دیں گے، جبکہ تم ہمارے پاس کچھ آدمی رہن رکھو۔ تاکہ ہمیں اطمینان تو رہے، کہ اگر محمدؐ کا پلہ بھاری ہوا، تو ہم کو چھوڑ کر بھاگو گے نہیں۔

قریش و غطفان کو اب نعیمؓ کی بات میں ذرا بھی شبہ نہ رہا۔ انہیں یقین ہو گیا کہ قریظہ کی نیت سچ مچ خراب ہے۔ ادھر ان لوگوں نے آدمی رہن رکھنے سے انکار کیا۔ تو قریظہ کو بھی نعیمؓ کی بات میں شک نہ رہا۔ اِس طرح دونوں میں پھوٹ پڑ گئی۔ اور اتنی بڑی طاقت سے دُشمن محروم ہو گئے۔

Marfat.com

جوں جوں دن گزر رہے تھے، دشمن ہمت ہارتے جا رہے تھے دس ہزار فوجیوں کو کھانا پہنچانا آسان کام نہ تھا۔ پھر ان میں پھوٹ بھی پڑتی جا رہی تھی۔ اور تیزی سے ان کا میل ملاپ ختم ہو رہا تھا۔ سردی کا موسم بھی تھا۔ کھلے میدان میں ان کے جسم کٹے جا رہے تھے۔ خدا کا کرنا، انہی دنوں ایک رات تیز آندھی اٹھی اور زوروں کی بارش شروع ہوئی۔ اس طرح کچھ ہی دیر میں موسم بالکل بدل گیا۔ بادل کی گرج، بجلی کی کڑک، اور زن، زن ہواؤں کے تیز جھونکے...... دشمنوں کے کلیجے پھٹے جا رہے تھے۔ چنانچہ وہ بے تحاشا اپنے خیموں کی طرف بھاگے لیکن ہواؤں کو ذرا بھی رحم نہ آیا۔ وہ تیز ہوتی گئیں۔ اور ان کی خوفناکی بڑھتی ہی گئی۔ یہاں تک کہ خیموں کی رسیاں اکھڑ اکھڑ گئیں۔ سارے سامان بکھر بکھر گئے اور کھانے کی دیگیں چولہوں پر الٹ الٹ گئیں۔ پھر ہوائیں بھی تنہا نہ تھیں۔ ساتھ ہی ریت اور کنکریوں کا عذاب بھی تھا۔ اس طرح دشمنوں کی آنکھیں پٹ گئیں۔ اور ان کے دل کپکپا اٹھے۔ بالآخر وہ بدحواس ہو کر چیخنے لگے:

"ہائے تباہی...... ہائے بربادی!!"

ایسے میں ابو سفیان کی آواز کانوں سے ٹکرائی:

"قریشی بھائیو! بخدا اب یہ ٹھہرنے کی جگہ نہیں۔ دیکھو سارے اونٹ گھوڑے تباہ ہو گئے۔ قریظہ نے بھی دھوکہ دیا۔ موسم کا یہ حال ہے۔ چلو، اب یہاں سے بھاگ چلو

اچھا میں تو چلا۔"

ابوسفیان جلدی سے اپنی اُونٹنی پر بیٹھا اور چل دیا۔ سردار کے بعد اب کون ٹک سکتا تھا۔ قریش کے سارے لوگ روانہ ہو گئے۔ یہ دیکھ کر غطفان بھی مجبوراً واپس گئے۔ اس طرح مدینہ کا اُفق بیس بائیس دن غبار آلودہ رہ کر صاف ہو گیا۔

سنیچر کا دن آ گیا۔ ہو سکتا تھا کہ یہی دن دشمنوں کے زبردست حملہ کا دن ہوتا۔ مگر دیکھا گیا، تو وہ جگہ بالکل ویران و سنسان تھی۔ اور ہواؤں نے ان کا ذرا بھی نشان نہ چھوڑا تھا۔

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ۔ (الاحزاب: ۲۵)

"اور خدا نے کافروں کو غصہ میں بھرا ہوا لوٹا دیا۔ ان کے ہاتھ کچھ بھی نہ آیا، اور مسلمانوں کو لڑنے کی نوبت نہ آنے دی۔"

رسولِ خداؐ اب مدینہ واپس ہوئے۔ اسی موقع پر آپؐ نے ساتھیوں سے یہ بھی فرمایا:

"اب قریش تم سے لڑنے نہ آئیں گے۔ اب تم ان سے لڑنے جاؤ گے!"

پھر دوسرے ہی دن آپؐ کی طرف سے اعلان ہوا:

"سب لوگ عصر کی نماز بنی قریظہ میں چل کر پڑھیں۔"

مسلمان تھک کے چور تھے۔ لیکن تکان کی انھوں نے کوئی پروا نہ کی اور حکم پاتے ہی وہ بنی قریظہ کی طرف چل پڑے۔ وہ خوشی سے بیتاب تھے۔ ان کے دل بلیوں اُچھل رہے تھے۔ کیونکہ وہ بنو قریظہ سے بدلہ لینے جا رہے تھے۔ وہی بنو قریظہ جنھوں نے دشمنوں کا ساتھ دیا تھا، اور اس طرح انہیں مٹا دینے کی تیاریاں کر رہے تھے۔

Marfat.com

مسلمان وہاں پہنچے، تو وہ قلعے بند ہو گئے۔ مسلمان بھی ایک ماہ تک ان کا گھیرا ڈالے پڑے رہے۔ بالآخر وہ تنگ آ گئے اور انکی جان پر بن آئی۔ بے بس ہو کر انہوں نے مشورہ کیا کہ اب کیا کیا جائے، کعبؓ جوان کا سردار تھا۔ بولا:

"اب نجات کی صورت بس یہی ہے کہ ہم مسلمان ہو جائیں اور محمدؐ کی اطاعت قبول کریں۔ اس طرح جان و مال کا کوئی خطرہ نہ رہے گا اور ہم امن سے رہیں گے۔"

لوگوں نے اس کی پُرزور مخالفت کی۔ بولے:

"توریت ہم کبھی نہیں چھوڑ سکتے۔ ہر چیز ممکن ہے مگر یہ ممکن نہیں۔"

کعبؓ نے کہا:

"تو ہم بیوی بچوں کو مار ڈالیں اور پھر تلوار لیکر باہر نکلیں اور مسلمانوں سے جنگ کریں۔ اگر ہم سب مارے گئے، تو کوئی غم نہیں اور اگر جیت گئے، تو دوسری بیویاں کر لیں گے۔ کچھ ہی دنوں میں پھر لڑکے بچے ہو جائیں گے۔"

یہودی اس پر بھی تیار نہ ہوئے۔ سب نے کہا:

"ان بے چاروں کو قتل کر دیں! پھر جینے کا مزہ ہی کیا رہ جائے گا۔"

اس طرح مختلف رائیں سامنے آئیں۔ پھر آخر میں طے ہوا:

"محمدؐ سے کہا جائے، کہ وہ ہم کو شام کی طرف چلے جانے کی اجازت دے دیں۔ بنی قینقاع اور بنی نضیر کے ساتھ تو ایسا ہی ہوا تھا۔"

رسولِ خداؐ اس پر راضی نہ ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا:

Marfat.com

"قبیلۂ اوس تمہارا حلیف ہے۔ اس میں کسی ایک کو پسند کرلو، بس وہی تمہارا فیصلہ کرے گا اور جو وہ کہہ دے گا۔ اس کو ہم بھی مانیں گے، اور تم کو بھی ماننا ہوگا۔"

چنانچہ وہ اس پر تیار ہوگئے اور بدقسمتی سے ان کی نظر سعد بن معاذؓ پر پڑی۔

اس طرح سعدؓ نے ان کا فیصلہ کیا...! وہ یہ تھا:

"جو لڑنے کے قابل ہیں۔ وہ قتل کردیئے جائیں۔ عورتیں اور بچے قید کرلیئے جائیں اور مال واسباب مسلمانوں میں تقسیم کردیا جائے۔"

آپؐ نے یہ فیصلہ سُنا تو فرمایا:

"سعدؓ! یہی فیصلہ خدا کا بھی ہے۔"

چنانچہ مدینہ میں گڑھے کھودے گئے۔ پھر تھوڑے تھوڑے یہودی وہاں لے جائے گئے اور ان کی گردنیں ماردی گئیں۔ پھر انہی گڑھوں میں وہ ڈال دیئے گئے۔ سب سے پہلے جس کی گردن ماری گئی۔ وہ حیُیّ تھا۔

اس طرح حضرت سعدؓ بن معاذ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں اور بنو قریظہ کا بُرا انجام انہوں نے دیکھ لیا۔ پھر وہ زیادہ نہ ٹھہرے اور اسی زخم سے ان کو شہادت نصیب ہوگئی۔

Marfat.com

محمد عربی
صلی اللہ علیہ وسلم

اور بُت ٹوٹ گئے

Marfat.com

حضور کا خواب

اسلامی قافلہ مکہ کی طرف

قریش میں جوش و اشتعال

مسلمان حُدَیبیہ کے میدان میں

دربارِ رسالت میں قریش کا وفد

قبائلی سردار آبدیدہ ہوگیا!

مسلمانوں پر شبخون مارنے کی سازش

قتلِ عثمان کی افواہ

بیعتِ رضوان

صلح حُدَیبیہ

قریش کا سپہ سالار (خالدؓ بن ولید) اور عرب کا "دماغ" (عمرو بن العاص) اسلام کی آغوش میں۔

اسلام کی روز افزوں ترقی

قریش کی عہد شکنی

لشکرِ اسلام گہوارہ اسلام میں!

Marfat.com

مکہ پیارے نبیؐ کا وطن تھا۔ پورا گھرانہ وہیں آباد تھا اور اس کا ذرہ ذرہ آپؐ کو محبوب تھا۔ اس لیئے وہاں سے جانا پڑا، تو آپؐ کو بہت دُکھ ہوا۔ اور بے اختیار آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ لیکن جلد ہی دن پلٹ آئے اور زمانہ نے دیکھا کہ آپؐ پھر اسی شہر میں داخل ہوئے۔ البتہ پہلے آپؐ مظلوم و بے بس تھے اور آج فتح کا جھنڈا ہاتھ میں تھا۔ خُدا کو منظور ہوا کہ آپؐ پھر لوٹیں اور وہاں سے بتوں کو نکال باہر کریں۔ نیز مرکزِ ایمان کو پھر نورِ ایمان سے جگمگا دیں۔ پیارے وطن میں پہنچ کر آپؐ کو کتنی خوشی ہوئی؟ اس کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟

ہجرت کو کئی برس گزر گئے۔ آپؐ مدینہ ہی میں رہتے رہے۔ مسلمانوں کے ساتھ اپنا کام کرتے رہے۔ اور لوگوں کو اسلام کی طرف بُلاتے رہے۔ اسی دوران قریش سے آپؐ کی جنگیں بھی ہوئیں۔

ایک رات آپؐ نے خواب میں دیکھا کہ آپؐ مکہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ اور اردگرد مخلص ساتھی بھی ہیں۔ چنانچہ آپؐ بہت خوش خوش اُٹھے۔ فجر کا وقت قریب تھا۔ مسجد گئے اور ساتھیوں کے ساتھ نماز ادا فرمائی۔ معمول تھا کہ فجر بعد آپؐ روز ساتھیوں میں بیٹھتے۔ اور ان سے کچھ دیر باتیں کرتے۔ چنانچہ آج بھی آپؐ بیٹھے اور ان کو اپنا خواب سُنایا۔ پھر فرمایا:

"انشاء اللہ خانہ کعبہ میں تم ضرور داخل ہو گے۔ اور اس وقت تمہیں کوئی خطرہ نہ ہو گا۔"

Marfat.com

مکہ مسلمانوں کا محبوب وطن تھا۔ مگر وہاں سے وہ زبردستی نکال دیئے گئے تھے۔ اس کا ان کو بڑا رنج تھا۔ اور اس کی یاد ایک پھانس تھی جو ہر وقت کلیجے میں کھٹکتی رہتی۔ حضرت بلالؓ مکہ میں کس قدر ستائے گئے! لیکن جب ان کو مکہ یاد آتا تو رونے لگتے۔ اکثر مہاجرین جان بچا بچا کر خود تو مکہ سے نکل آئے تھے۔ لیکن خاندان اور بال بچے وہیں تھے۔

یہی وجہ ہے کہ زبان مبارک سے یہ خوشخبری سُن کر انہیں بڑی خوشی ہوئی۔ چنانچہ وہ گھروں پر گئے اور سفر کی تیاریوں پر لگ گئے۔ کعبہ سے انہیں بے انتہا محبت تھی۔ لہذا وہاں کے لیئے انہوں نے قربانی کا بھی انتظام کیا۔

ہجرت کا چھٹا سال تھا اور ذیقعدہ کا مہینہ۔ مسلمان چٹ پٹ تیار ہو کر مدینہ سے روانہ ہو گئے۔ اور خانہ کعبہ کے لیئے بیتابی سے بڑھنے لگے۔ البتہ جو منافق تھے، انہوں نے جانے سے ٹال مٹول کیا اور بہانہ کرتے ہوئے کہا:

"ہمیں تو کاروبار نے پھنسا رکھا ہے۔ بھلا ہم کیسے جا سکتے ہیں؟"

رسولِ خداؐ نے بھی ان پر کوئی زور نہ ڈالا۔ لہذا اب انہیں مسلمانوں کو ورغلانے کا موقع ملا۔ چنانچہ جو کمزور مسلمان تھے، ان کے پاس وہ پہنچے۔ اور کہا:

"قریشی سرداروں کے زندہ رہتے ہوئے تم لوگ مکہ میں کیسے جاؤ گے؟"

مسلمانوں نے کہا:

"رسولِ خداؐ قریش سے زیادہ طاقت رکھتے ہیں۔"

Marfat.com

منافقوں نے کہا:

"تمہاری عقل ماری گئی ہے۔ ذرا بچ کر لوٹ آنا۔ تب دیکھیں گے۔"

منافقوں کی یہ باتیں سارے مسلمانوں میں پھیل گئیں۔ حضرت عمرؓ نے سُنا تو جوش سے بے قابو ہو گئے اور عرض کیا:

"اللہ کے رسولؐ! ان بدبختوں کی گردن ماردی جائے۔"

مگر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اِس پر راضی نہ ہوئے۔ اور اِن کو ویسے ہی چھوڑ دیا۔ پھر آپؐ نے ساتھیوں کو کُوچ کا حکم دیا۔ چنانچہ مسلمان مکّہ کے لیئے روانہ ہو گئے۔ روانہ ہوتے وقت ان کی کل تعداد چودہ سو (۱۴۰۰) تھی۔

مسلمان چلتے چلتے عُسفان پہنچے اور وہاں پہنچ کر ٹھہر گئے۔ پھر اپنے خیمے لگائے۔ جانوروں کو باندھا۔ اور آگ جلائی کہ کھانا پکائیں۔ اتنے میں انہیں دُور سے گرد اُڑتی دکھائی دی۔ کوئی سوار تھا جو تیزی سے گھوڑا دوڑاتا چلا آرہا تھا۔ ان سب کی نگاہیں اِسی پر جم گئیں، اِس لیئے کہ وہ مکّہ سے آرہا تھا۔ اور مکّہ کی خبروں کا انہیں بے حد انتظار تھا۔

کچھ ہی دیر گزری تھی، کہ وہ سوار اَب مسلمانوں کے درمیان تھا۔ وہ بنی خُزاعہ کا ایک آدمی تھا۔ جس کا نام بِشر بن سفیان۔ وہ پیارے نبیؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا:

"قریش کو آپؐ کے سفر کی خبر ہو گئی ہے۔ وہ بہت ہی غصہ میں ہیں۔ اور جوش سے بے قابو ہیں۔ چنانچہ خالد بن وَلید سواروں کا ایک بہت بھاری دستہ لے کر مکہ کے قریب ہی آپؐ کی تاک میں ہے۔ کہ آپؐ پہنچیں، اور سب

اچانک ٹوٹ پڑیں۔"

پیارے نبیؐ کو اس شخص کی باتوں پر پورا یقین ہوگیا۔ اور اس خبر کے صحیح ہونے میں آپؐ کو ذرا بھی شُبہ نہ رہا۔ کیونکہ بشر خزاعہ کے سرداروں میں تھا۔ اور خزاعہ قریش کے دُشمن تھے۔ پھر مسلمانوں سے ان کے اچھے تعلقات بھی تھے۔ غرض بشر کی باتیں سُن کر آپؐ کو بہت تکلیف ہوئی اور انتہائی درد کے ساتھ آپؐ نے فرمایا:

"افسوس ہے قریش پر! آئے دن کی جنگ انہیں کھا گئی! کیا نقصان تھا، اگر وہ مجھے عرب پر چھوڑ دیتے۔ اگر میرے اُوپر اُن کا بس چل جاتا تو ان کا مقصد حاصل تھا۔ اور اگر میں غالب رہتا، تو یہ سب کے سب اِسلام میں آجاتے۔

بخدا میں جو چیز لے کر آیا ہوں، اس کے لئے لڑتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ اللہ اسے غالب کر دے۔

اے میری قوم! قریش تم سے لڑنے نکلے ہیں اب اگر ہم اسی راستہ پر چلتے رہے۔ تو اُن سے ضرور ٹکر ہو جائے گی۔ اور بڑا خون خرابہ ہوگا۔ جو ہم چاہتے نہیں۔ ہے کوئی جو کسی دوسرے راستے سے ہمیں لے چلے؟"

قبیلۂ اسلم کا ایک شخص آگے بڑھا۔ جو صحرائی راستوں سے خوب واقف تھا۔ اس نے عرض کیا:

"میں، اے اللہ کے رسولؐ!"

پیارے نبیؐ نے فرمایا:

"تب تم آگے بڑھو۔ ہم تمہارے پیچھے پیچھے چلتے ہیں۔"

Marfat.com

چنانچہ اس آدمی نے آپؐ کی اُونٹنی کی نکیل پکڑی۔ اور قریش کے راستہ سے کترا کر چلا۔ چونکہ یہ راستہ پہاڑوں سے ہو کر گزرتا تھا اس لیئے بہت ہی کٹھن اور دشوار گزار تھا۔ خیر، نہ جانے کن کن مصیبتوں سے آپؐ حُدَیبیہ[1] پہنچ گئے۔ اور وہاں پہنچ کر آپؐ کی اُونٹنی بیٹھ گئی۔

لوگوں نے بہت کوشش کی کہ وہ اُٹھ جائے۔ اور پھر چلنے لگے لیکن اُونٹنی ٹس سے مس نہ ہوئی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے اسے کوئی تکلیف پہنچ گئی ہو۔ یا کسی نے اسے باندھ دیا ہو۔

خیر آپؐ چاہتے تو کسی دوسری اُونٹنی پر بیٹھ سکتے تھے۔ مکّہ اب بالکل نزدیک تھا۔ وہاں تک پیدل بھی جا سکتے تھے۔ لیکن آپؐ سمجھ گئے اُونٹنی کے یہاں بیٹھ جانے میں کوئی بھید ضرور ہے، جس سے میں بے خبر ہوں۔ چنانچہ آپؐ خدا کی طرف سے وحی کا انتظار کرنے لگے۔

اب آپؐ کو وحی کا انتظار کرنا تھا، اس لیئے پیارے نبیؐ نے حُدَیبیہ کے میدان میں ہی خیمے گاڑ دینے کا حکم دیا۔ حکم پاتے ہی لوگوں نے وہیں پر ڈیرے ڈال دیئے۔ لیکن خوشی سے دمکتے ہوئے چہرے اب بُجھے بُجھے سے تھے۔ سب حیران تھے کہ ماجرا کیا ہے؟ ہر ایک دوسرے سے پوچھتا:

"کیوں بھائی! یہاں کیوں رُک گئے؟ اب تو مکّہ کے دروازہ پر آ ہی گئے تھے۔ آپؐ نے تو مکّہ میں داخل ہونے کا وعدہ کیا تھا۔ اور کعبہ کی زیارت کی خوشخبری سنائی تھی۔ پھر اب یہ کیا ہو گیا؟"

---

[1] مکہ سے قریب ہی، تقریباً ایک منزل کے فاصلہ پر ایک کنواں ہے۔ جس کو حُدَیبیہ کہتے ہیں۔ گاؤں بھی اسی کنویں کے نام سے مشہور ہو گیا۔

Marfat.com

غرض اِس وقت مسلمانوں کی امیدوں کو بہت سخت دھچکا لگا۔ لیکن اَب بھی وہ خُدا کی رحمت سے مایوس نہ تھے۔

Marfat.com

اِدھر مکہ میں کافر بدحواس تھے۔ اُن کی بے چینی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اَب انہیں جو کچھ امید تھی، خالد سے تھی۔ ان کا خیال تھا کہ خالد حملہ میں کامیاب ہو جائیں، تب ہی جان بچ سکتی ہے۔ آبرو بھی اسی وقت باقی رہ سکتی ہے۔ ورنہ پھر تباہی ہے۔ ہمیشہ کی بے عزّتی اور رسوائی ہے۔

یہ لو، خالد تو لوٹ آئے۔ کہہ رہے ہیں کہ محمدؐ حُدَیبِیہ میں ٹھہر گئے۔ حملہ کا پورا خاکہ خاک میں مل گیا۔ ساری اسکیم فیل ہو گئی۔ اَب وہ کیا کریں؟

محمدؐ ــــــ جن کو انہوں نے اپنے یہاں سے نکال دیا تھا، آج دوبارہ لوٹ آئے۔ اِس وقت وہ تنہا اور بے سہارا بھی نہیں۔ جاں نثاروں کی ایک فوج ہے، جو اُن پر نثار ہونے کے لیئے بے قرار ہے۔ پھر انہوں نے اُحد میں مسلمانوں کو بظاہر کچھ ناکام تو کر دیا تھا۔ لیکن ان کی بہادری کا لوہا بھی مان لیا تھا۔ اور انہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ مسلمان جان تو دے سکتے ہیں، مگر اپنا مذہب نہیں چھوڑ سکتے، کہ مذہب ان کو جان سے بھی پیارا ہے۔

چنانچہ قریشی سردار پھر دارُ النّدوہ میں جمع ہوئے۔ مگر ہر ایک اُداس اُداس تھا۔ اور ہر ایک کے چہرے پر فکر و تشویش کا غبار تھا۔

مسلمان اگر مکہ میں گھس آئے، تو قریش کی دھاک اُکھڑ جائے گی۔ اور دوسروں کی نگاہ میں ان کا وزن گھٹ جائے گا۔ یہ سوچ کر ان کی غیرت کو اُبال آیا۔ اور انہوں نے قسم کھائی:

Marfat.com

"جب تک جان میں جان ہے۔ محمدؐ کا مکہ میں قدم رکھنا ناممکن ہے۔"

مگر پھر سب سر جوڑ کر بیٹھے۔ اور آپس میں مشورہ کرنے لگے، کہ کیا، کیا جائے؟ محمدؐ مکہؓ کے باہر سے ہمیں دھمکی دے رہا ہے۔ قریش میں بھی اس کے بہت سے یار و مددگار ہیں۔ جو اس کو سچا نبیؐ سمجھتے ہیں۔ اور یہ تو ہمارے لیئے آستین کے سانپ ہیں۔ اگر مسلمانوں سے جنگ چھڑ گئی۔ تو دوست بن کر ڈسیں گے۔

ایک بولا:

"محمدؐ کہتے ہیں کہ ہم لڑنے نہیں آئے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو ہمیں چاہیئے کہ اُن سے نرمی سے پیش آئیں اور کسی طرح سمجھا بجھا کر واپس کر دیں۔ اَب اگر ان کی نیت خراب ہوئی اور انہوں نے لڑائی کی آگ بھڑکانی ہی چاہی، تو ہم بھاگنے والے کب ہیں۔ جنگ ہی تو ہمارا اصل میدان ہے اور لڑنا بھڑنا ہی تو ہمارا کام ہے۔ اُحد میں ہم نے جو مزہ چکھایا ہے، وہ ابھی انہیں یاد ہو گا۔"

ایک قریشی سردار بولا:

"ہمارے بھائی! تب کیا کیا جائے؟"

اُس آدمی نے کہا:

"میری رائے ہے کہ بنی خزاعہ کے کچھ آدمی بھیج دیئے جائیں۔ وہ جا کر پتہ لگائیں کہ محمدؐ چاہتے کیا ہیں؟ اور جس طرح ہو سکے وہ انہیں سمجھانے بجھانے کی کوشش کریں۔"

قریشی سردار نے کہا:

"بنی خزاعہ کو بھیجنے میں کیا مصلحت ہے؟ ہمیں تو اُن

Marfat.com

سے غداری کا خطرہ ہے۔ وہ تو محمدؐ کے ہی دوست اور طرفدار ہیں"

آدمی بولا:

"اس طرف سے بالکل بے غم رہو۔ مکہ ہی میں ان کی زمینیں اور جائیدادیں ہیں۔ بیوی بچے بھی یہیں ہیں۔ وہ ہمارے ساتھ غداری کیسے کر سکتے ہیں۔"

معاملہ کا یہ پہلو سامنے آیا تو سب کو یہ رائے بہت پسند آئی۔ اور وفد کے لیئے بنی خُزاعہ کے کچھ آدمی چن لیئے گئے۔ پھر بُدَیل خُزاعی اُن کا سردار بنا۔ اور یہ لوگ پیارے نبیؐ سے ملنے کے لیئے روانہ ہو گئے۔

وفد پہنچا، تو آپؐ بہت تپاک سے ملے۔ پھر بُدَیل نے آنے کی غرض بتائی۔

تو پیارے نبیؐ نے فرمایا:

"مسلمان کعبہ کی زیارت کے لیئے آئے ہیں۔ اُن کے دل میں اس کی عزت اور احترام ہے۔ اگر قریش ہم سے چھیڑ چھاڑ نہ کریں۔ تو ہم لوگ خاموشی سے طواف و زیارت کر کے لَوٹ جائیں گے۔"

چنانچہ وفد لوٹ کر مکہ گیا۔ اور قریش کو پیارے نبیؐ کا پیغام سُنایا پھر انہیں آپؐ کی بات مان لینے کا بھی مشورہ دیا گیا۔ مگر اب خود قریش میں اختلاف اُٹھ کھڑا ہوا۔ کچھ لوگوں نے تو کہا کہ:

"محمدؐ سے صلح کر لی جائے اور طواف و زیارت کے لیئے راستہ کھول دیا جائے۔"

مگر کچھ لوگوں نے پُرزور مخالفت کی۔

Marfat.com

قریشی سردار نے کہا:

"کیا تمہیں گوارا ہے کہ دشمن تمہاری سرزمین روند کر چلے جائیں۔ پھر ہمیشہ کے لیئے ماتھے پر بدنامی کا ٹیکہ لگ جائے گا؟"

"پھر کیا کیا جائے؟" سب ایک ساتھ بول اُٹھے۔

قریشی سردار نے کہا:

"میری رائے ہے کہ حُلیس بن عَلقمہ کو بھیج دیا جائے۔ وہ قبائلیوں کا سردار ہے اور قبائلیوں کے رعب و ادب کا حال سبھی کو معلوم ہے۔ ہر ایک اُن سے دبتا اور انکے غصہ سے لرزتا اور کانپتا ہے۔ اگر اس سے بات بن گئی۔ اور محمدؐ واپس چلے گئے، تو ہم کو سکون مل جائے گا۔ اور اتنی بڑی مصیبت سے جان چھوٹ جائے گی۔ اور اگر محمدؐ نے اس کی بات ٹھکرا دی، تو اُسے جوش آجائے گا۔ اور پھر وہ ہمارے ساتھ ہو جائے گا۔ اور ہماری صفوں میں ہو کر لڑے گا۔"

چنانچہ حُلیس اپنے مخصوص ساتھیوں کے ساتھ مسلمانوں کی طرف چلا۔ پیارے نبیؐ نے دیکھا تو فرمایا:

"دیکھو، وہ حُلیس آرہا ہے۔ اس کی قوم قربانی کی بڑی شوقین ہے۔ جانوروں کو اس کی طرف ہنکا دو۔ کہ یہ انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔ اور اسے یقین ہو جائے کہ ہم طواف و زیارت کے لیئے آئے ہیں۔ غارت گری کے لیئے نہیں آئے ہیں۔"

چنانچہ مسلمان لبیک کہتے ہوئے اس کے استقبال کو بڑھے۔ اور

Marfat.com

قربانی کے جانوروں کو اُس کے سامنے ہنکا دیا۔ اس نے دیکھا کہ اُونٹوں کا ایک سیلاب آرہا ہے۔ گردنوں میں لوہے کے نعل بھی لگے ہیں۔ اور نعل کو زیادہ دن گزر جانے سے گردن کے اُون بھی جھڑ گئے ہیں۔ ظلم و نا انصافی کا یہ دردناک منظر اس سے نہ دیکھا گیا۔ اور بے اختیار اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ غم و غصہ کا یہ عالم تھا کہ وہ پیارے نبیؐ سے مِلا بھی نہیں۔ بلکہ سیدھے لوٹ کر وہ مکہ گیا۔ اور قریش سے کہا:

"خدا کی قسم! ہم نے تم سے اس بات پر معاہدہ نہیں کیا ہے۔ اللہ کے گھر سے اس کو روک رہے ہو، جو اسکی تعظیم کے لئے آیا ہے!

عرب کے سارے قبیلے تو کعبہ کا حج کریں۔ اور عبد المطلب کا بیٹا اس سے محروم رہے۔ خاندانی بڑائی میں بھی تو وہ کسی سے کم نہیں!

اگر تم نے محمدؐ کو کعبہ سے روکا تو جان لو، سارے قبائیلیوں کو لے کر میں الگ ہو جاؤں گا۔ اور پھر محمدؐ کی طرف سے تم سے جنگ کروں گا۔"

قریشی سردار کی تدبیر ناکام ہو کر رہ گئی۔ اس نے سوچا کچھ اور، ہو گیا کچھ، لیکن وہ پھر ایک چال چلا۔ وہ حُلَیس کو مناتے ہوئے بولا:

"بھائی! یہ ہم لوگوں کا معاملہ ہے۔ اسے ہم پر ہی چھوڑ دو۔ ہم لوگ کوئی ایسی بات طے کر لیں گے، جس میں سب کا بھلا ہو گا۔"

اس پر حُلَیس تیار ہو گیا۔ اور اس نے وعدہ کر لیا کہ ان کے اس معاملہ میں کوئی دخل نہ دے گا۔

اس طرح قریش کو قبائلیوں کی طرف سے اطمینان ہو گیا۔ اور اب

Marfat.com

انہوں نے پچاس بہادروں کو بھیجا کہ رات میں مسلمانوں پر حملہ کر دیں۔
چنانچہ وہ لوگ رات کے اندھیرے میں حُدَیبیَہ چلے۔ مگر مسلمانوں کے خیموں تک پہنچے بھی نہ تھے، کہ ہر طرف سے گھِر گئے۔ اور اب وہ گرفتار ہو کر پیارے نبیؐ کے پاس جا رہے تھے۔

پیارے نبیؐ خیمہ سے باہر تشریف لائے۔ دیکھا تو وہ خوف سے تھر تھر کانپ رہے تھے۔ فرمایا:

"اَب تمہارے میں کیا چیز روک بن سکتی ہے، جبکہ تم نے ہی شرارت میں پہل بھی کی ہے؟"

دُشمنوں نے کہا:

"آپؐ کی بُردباری، آپؐ کی رحمدلی اور مہربانی"

آپؐ نے فرمایا:

"مَیں نے تمہیں معاف کر دیا۔ اَب لوٹ کر اپنی قوم میں جاؤ اور ان سے کہو 'محمدؐ خُون خرابہ کے لیے نہیں آئے' شاید اُن کو ہوش آجائے"

چنانچہ وہ لوٹ کر اپنی قوم میں گئے۔ لیکن پیارے نبیؐ نے انہیں جو اطمینان دلایا تھا، اس پر انہیں ذرا بھی اطمینان نہ تھا۔ اس کے برعکس انہیں یقین تھا کہ اب پوری قوم کی شامت آئے گی۔ کیونکہ ان کی سمجھ میں ہی نہیں آ رہا تھا۔ کہ اتنا بڑا جرم بھی معاف ہو سکتا ہے۔

اِس کے بعد آپؐ نے حضرت عثمانؓ کو بھیجا کہ قریشی سرداروں سے مِلیں اور ان سے کوئی بات طے کریں۔

مکہ میں حضرت عثمانؓ کے چچیرے بھائی بھی تھے، جن کا نام تھا اَبانؓ بن سعید۔ حضرت عثمانؓ انہی کی حمایت میں مکّہ گئے۔ وہاں قریش کو پیارے نبیؐ کا پیغام سُنایا اور کہا:

Marfat.com

"اَب دو ہی شکل ہے۔ یا تو طواف کا موقع دو یا جنگ کے لیئے تیار ہو جاؤ۔"

قریش نے کہا:

"تم طواف کر لو۔ صرف تمہارے ساتھ ہم یہ رعایت کر سکتے ہیں۔ ورنہ اور مسلمانوں کو تو ویسے ہی واپس جانا ہوگا۔"

حضرت عثمان اس پر کیسے تیار ہو سکتے تھے۔ انہوں نے کہا:

"یہ تو قیامت تک نہ ہوگا۔ تمہیں سارے مسلمانوں کو طواف کا موقع دینا ہوگا۔"

وہ بولے:

"خیر تمہاری خوشی۔ ہاں، یہ بھی جان لو، کہ اَب تم ہمارے قیدی ہو۔ اور اَب یہاں سے تم واپس نہیں جا سکتے۔"

اِس کے بعد حضرت عثمانؓ نظر بند ہو گئے۔

نظر بند ہونا تھا کہ سارے مکہ میں چرچا ہو گیا، "عثمانؓ قتل ہو گئے۔" یہ افواہ مسلمانوں کے بھی کانوں میں پہنچی۔ چنانچہ وہ جوش سے بیتاب ہو گئے۔ آپؐ نے فرمایا:

"عثمانؓ کا بدلہ لینا فرض ہے۔"

یہ کہہ کر آپؐ ببول کے ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ پھر سارے مسلمانوں نے جان کی بازی لگا دینے کا عہد کیا۔ سَب سے پہلے اَبُو سِنانؔ اَسدِیؓ آگے بڑھے۔ اور دستِ مبارک پر بیعت کی۔ پھر ان کے بعد سارے مسلمانوں نے بھی بیعت کی۔ اَور اَب تلواریں بے نیام ہو گئیں۔ اور اعلان ہو گیا کہ سَب لوگ جنگ کی تیاری کریں۔

Marfat.com

جاں نثاری کی یہ بیعت خُدا کو اتنی پسند آئی کہ اس نے قرآن میں بھی اِس کی تعریف کی اور اسی لیئے یہ بیعتِ رضوان کے نام سے مشہور ہوئی۔

Marfat.com

مکہ میں کافروں کو بیعت کا حال معلوم ہوا، تو وہ بہت ڈرے۔ سب نے کہا، اب صلح کر لی جائے۔ خیر اسی میں ہے۔ ورنہ بڑی تباہی ہوگی۔ چنانچہ کافروں میں ایک شخص تھا سُہَیل بن عَمرُوؓ۔ یہ سوجھ بوجھ اور ہوشیاری میں مشہور تھا۔ بہت ہی شاندار مقرر بھی تھا۔ لوگوں نے اُسے "خطیبِ قریش" کا خطاب ہی دیا تھا۔ فوراً انہوں نے صُلح کی بات چیت کے لیئے اسی کو دوڑایا۔

سُہَیل آیا تو اس نے دیکھا، مسلمانوں میں دھوم دھام سے جنگ کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ بہت گھبرایا۔ چنانچہ لپک کر وہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

"عثمانؓ زندہ ہیں، قتل نہیں ہوئے ہیں۔ میں آپؐ کے پاس صلح کی غرض سے آیا ہوں۔ یہاں آپؐ کے ساتھی جنگی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ اور اُدھر قریش نے بھی قسم کھائی ہے کہ اس سال آپؐ کو مکہ نہیں آنے دیں گے۔ مَیں کچھ شرطیں لے کر آیا ہوں۔ ان میں ہمارے لیئے بھی سلامتی ہے اور آپؐ کے لیئے بھی بہتری ہے۔ اگر آپؐ انہیں مان لیں تو ایک خوفناک جنگ ٹل جائے گی۔ اور اس طرح نہ جانے کتنی جانیں بچ جائیں گی۔ پھر اتنی بڑی نیک نامی کا سہرا بھی آپؐ کے سر بندھ جائے گا۔"

رسولِ خداؐ بولے:

Marfat.com

"کیا کیا شرطیں ہیں ؟"

سُہیل نے کہا :

"اس سال آپ طواف کیے بغیر لوٹ جائیں۔ پھر اگلے سال آئیں۔ اور صرف تین دن رہ کر چلے جائیں۔ اس کے علاوہ تلوار کے سوا کوئی ہتھیار ساتھ نہ ہو۔ اور تلواریں بھی نیام میں ہوں۔"

رسولِ خداؐ بولے :

"اور ؟"

سُہیل نے کہا :

"قریش کا کوئی شخص مسلمان ہو کر مدینہ جائے، تو اسے واپس کر دیا جائے گا۔ اور اگر کوئی مسلمان مدینہ چھوڑ کر مکّہ میں آجائے گا، تو ہم اُسے واپس نہیں کریں گے۔"

یہ سُن کر آپ نے آنکھیں بند کر لیں۔ اور کچھ دیر بالکل خاموش رہے، کہ وحی کے وقت آپ کی یہی حالت ہوتی تھی۔ ادھر مسلمان اس ظالمانہ شرط پر غصّہ سے کھول رہے تھے۔ لیکن وہ ضبط کیے رہے۔ پھر آپ نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا :

"اور ؟"

سُہیل بولا :

"دس سال تک صُلح رہے گی۔ ہر ایک امن حاصل ہو گا۔ اور کوئی کسی سے چھیڑ چھاڑ نہیں کرے گا۔"

رسولِ خُدا نے فرمایا :

"اور ؟"

Marfat.com

سُہیل بولا:

"عرب کا جو قبیلہ جس فریق کے ساتھ چاہے، مُعاہدہ میں شریک ہو جائے۔"

یہ ہیں قریش کی شرطیں۔ بات بگڑنے سے پہلے آپؐ سوچ لیجئے۔ لوگوں کو آپؐ کی تدبیر و حکمت سے بڑی امیدیں ہیں۔

آپؐ نے یہ شرطیں منظور کرلیں۔ اور حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ صلح نامہ لکھیں۔

مُسلمانوں نے یہ دیکھا، تو انہیں بہت ناگوار ہوا۔ حضرت عمرؓ پر سب سے زیادہ اثر ہُوا۔ چنانچہ وہ اُٹھ کر آپؐ کے پاس آئے اور عرض کیا:

"کیا آپؐ خُدا کے رسولؐ نہیں ہیں؟"

رسولِ خداؐ نے فرمایا:

"ہاں، ہوں۔"

عمرؓ بولے:

"کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟"

رسولِ خُداؐ نے فرمایا:

"ہاں، ہم مسلمان ہیں۔"

عمرؓ بولے:

"کیا وہ مشرک نہیں ہیں؟"

رسولِ خُدا نے فرمایا:

"ہاں، اِس میں کیا شبہ ہے۔"

عمرؓ بولے:

"تو ہم دین میں یہ ذلّت کیوں گوارا کریں؟ اِس طرح

Marfat.com

دَب کر کیوں صلح کریں؟"

رسولِ خدا ؐ نے فرمایا:

"عمرؓ! مَیں خُدا کا رسولؐ اور بندہ ہوں۔ یہ اسی کا فیصلہ ہے۔ وہ مجھے ہرگز ضائع نہ کرے گا۔"

یہ سُن کر حضرت عمرؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ پھر وہ اُٹھ کر حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے۔ اور ان سے بھی یہی گفتگو کی۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا:

"آپؐ خُدا کے رسولؐ ہیں۔ جو کچھ کرتے ہیں، خُدا کے حکم سے کرتے ہیں۔"

اَب صُلح نامہ تحریر ہونے لگا۔ حضرت علیؓ نے قلم اُٹھایا۔ اور لکھنا شروع کیا۔

حضورؐ نے فرمایا:

"لکھو! بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ۔"

سُہَیل نے کہا:

"ہم میں بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ، لکھنے کا رَواج نہیں۔ ہم اس سے ناواقف ہیں۔ بِاسْمِكَ اَللّٰھُمَّ۔ لکھا جائے۔"

آپؐ نے منظور فرمایا۔ اور حضرت علیؓ کو لکھنے کا حکم دیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا:

"لکھو، یہ وہ شرطیں ہیں جن پر اللہ کے رسولؐ محمدؐ نے سہیل بن عمرو سے صلح کی۔"

سہیل نے فوراً حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا:

"ایسا نہ کیجیے۔ اگر قریش آپؐ کو رسول ہی مانتے،

Marfat.com

تو جھگڑا کس بات کا تھا۔ آپؐ صرف اپنا اور اپنے باپ
کا نام لکھوائیں۔"
حضورؐ نے فرمایا:
"اگرچہ تم نہیں مانتے، لیکن خدا کی قسم! میں اللہ کا
رسولؐ ہوں۔"
پھر حضرت علیؓ سے فرمایا:
"لکھو! یہ وہ شرطیں ہیں، جن پر محمدؐ بن عبداللہ نے
سہیل بن عمرؓو سے صلح کی۔"
پھر صُلح کی شرطیں لکھی گئیں۔ اور دونوں طرف کے کچھ آدمیوں نے
اس پر دستخط کیے۔[1]
ٹھیک اس وقت جبکہ مُعاہدہ لکھا جا رہا تھا۔ ایک شخص بیڑیوں
میں گھسٹتا ہوا آیا۔ اور مسلمانوں کے سامنے گر پڑا۔ حالت اس بیچارے
کی دیکھی نہ جاتی تھی۔ چہرہ اس شخص کا کیا تھا، مظلوموں کی ایک
دِلدوز تصویر تھی۔ یہ مظلوم قریش کا آدمی اور سہیل بن عمرو کا بیٹا تھا۔
اُبُوجندلؓ اس کا نام تھا۔ اس کے لیئے مکہ میں جینا دوبھر ہو گیا تھا۔
صرف اس جُرم میں کہ وہ مسلمان ہو کر اپنے رَبّ کا "بندہ" بن گیا تھا۔
نہ جانے کس طرح وہ گھسٹتا بھاگتا آیا تھا کہ کسی طرح قریش سے چھٹکارا
مِل جائے۔
سہیل نے ابو جندلؓ کو دیکھا تو جیسے اس کے تن بدن میں آگ
لگ گئی۔ اس نے آپؐ سے کہا:

---

[1] یہ معاہدہ صلح حُدَیْبیہ میں لکھا گیا۔ اس لیئے صلح حُدَیْبیہ کے نام سے مشہور
ہُوا۔

Marfat.com

"یہ میرا لڑکا ہے۔ میں اس کا ولی ہوں۔ اگر اسے روک لیا گیا تو معاہدہ کی خلاف ورزی ہوگی۔"

حضورؐ نے فرمایا:

"ابھی معاہدہ لکھا کب گیا؟"

سہیل بولا:

"تو ہم کو صلح بھی منظور نہیں۔"

حضورؐ نے فرمایا:

"اچھا، انہیں یہیں چھوڑ دو۔"

سہیل بولا:

"یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔"

حضورؐ نے کئی بار کہا، لیکن وہ تیار نہ ہوا، اور اپنی ہٹ پر اڑا رہا۔ اس پر آپؐ کو بہت ملال ہوا۔ چنانچہ کچھ دیر سر مبارک جھکا رہا۔ پھر آپؐ نے ابو جندلؓ کی طرف رُخ کیا، اور انتہائی درد بھرے لہجہ میں فرمایا:

"ابو جندلؓ! صبر سے کام لو۔ خدا تمہارے لئے اور دوسرے مظلوموں کے لئے ضرور کوئی راہ نکالے گا۔ اب صلح ہو چکی۔ ہم بد عہدی نہیں کر سکتے۔"

اب سہیل نے بیٹے کی گردن پکڑی، اور گھسیٹتا ہوا چلا۔ ابو جندلؓ مسلمانوں کو پکارتے رہے اور بار بار درد بھری آواز سے کہتے رہے:

"مسلمانو! کیا مجھے اسی حالت میں دیکھنا چاہتے ہو۔ میں تو اسلام لا چکا ہوں۔ کیا پھر مجھے کافروں کے پنجے میں دے رہے ہو؟"

مسلمان یہ دردناک منظر دیکھ کر تڑپ اُٹھے۔ حضرت عمرؓ تو اتنے

Marfat.com

بے قابو ہوئے کہ انہوں نے تلوار لی۔ اور ابُوجندل رضؓ کی طرف بڑھے، کہ لو، اس سے اپنی مدافعت کرو۔ لیکن ابُوجندل رضؓ نے اس کی ہمت نہ کی۔ چنانچہ جبراً انہیں مکہّ لے جایا گیا اور ادھر مسُلمان غم و غصہ کی آگ میں سلگتے رہے۔

Marfat.com

مُسلمان مدینہ لوٹ تو آئے۔ لیکن ان کا دل بُجھا بُجھا سا تھا، کہ قریش تو شرطیں لگائیں اور مسلمان ان جابرانہ شرطوں کے سامنے سر جھکا دیں۔ حضرت ابُو جندلؓ کا دردناک حادثہ بھی نگاہوں میں پھر رہا تھا، اور آنکھوں کی نیند اور دل کا چین غارت کر رہا تھا۔ اتنے میں قریش کا ایک اور آدمی بھاگ کر آیا۔ اور اس نے مسلمان ہونے کا اعلان کیا، اور آپؐ سے پناہ مانگی۔ یہ تھے حضرت ابُو بَصیرؓ۔ بہت ہی مخلص اور نیک دل مُسلمان کافروں کے ظُلم سے تنگ آکر بھاگے کہ مدینہ میں پناہ مِل جائے مگر پیچھے پیچھے مکہ سے دو آدمی اور آئے اور ان دونوں نے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا۔

پیارے نبیؐ مجبور تھے۔ کلیجہ پر سِل رکھ کر اس غریب کو ان دونوں کے حوالہ کر دیا۔ دونوں نے مسلمانوں کے سامنے انہیں قید کیا، اور ساتھ لے کر مکہ چلے۔ مسلمان حسرت و افسوس سے انہیں تکتے رہے اور اُن کی مظلومی اور اپنی بے بسی پر آنسو بہاتے رہے۔

دونوں آدمی حضرت ابُو بصیرؓ کو لے کر ذُوالحلیفہ پہنچے۔ وہاں موقع ہاتھ آگیا اور حضرت ابُو بصیرؓ نے ایک کو قتل کر دیا۔ اب دوسرا سر پر پیر رکھ کر بھاگا اور مدینہ پہنچ کر آپؐ سے شکایت کی۔ کچھ ہی دیر میں ابُو بَصیرؓ بھی آپہنچے۔ عرض کیا:

"حضورؐ! آپؐ نے تو مجھے واپس کر دیا تھا اب آپؐ پر کوئی ذمہ داری نہیں۔"

Marfat.com

یہ کہہ کر وہ مدینہ سے چلے گئے۔ اور ریگستان کی خاک چھانتے رہے پھر سمندر کے ساحل پر پہنچے اور وہیں ٹھہر گئے۔ اب قریش کا کوئی قافلہ اُدھر سے گزرتا، تو اُس پر چھاپہ مارتے اور جو کچھ ہاتھ آتا، لے بھاگتے مکہ میں بہت سے مسلمان پڑے ہوئے تھے۔ اور قریش کی بیدردیوں کا نشانہ بن رہے تھے۔ معاہدہ کی وجہ سے وہ مدینہ بھی نہیں جا سکتے تھے۔ انہیں جب پتہ چلا کہ ایک نیا ٹھکانا پیدا ہوگیا ہے۔ تو وہ بھی بھاگ بھاگ کر وہیں آ گئے۔ اِس طرح، ایک طاقتور ٹولی تیار ہوگئی۔ جس نے قریش کے قافلوں کا ناک میں دم کر دیا۔ وہ ان کا سارا سامان لوٹ لیتے اور پہاڑی دروں میں جا دبکتے۔

قریش نے بہت کوشش کی، لیکن ان پر قابو نہ پا سکے۔ بالآخر وہ عاجز آ گئے اور انہوں نے رسولِ خُدا کے پاس کہلا بھیجا کہ:

"ہم اپنی شرط سے باز آئے۔ آپؐ ساحلی مسلمانوں کو اپنے پاس بُلا لیجیئے۔"

آپؐ نے ان سارے مسلمانوں کو مدینہ بُلا لیا۔

مسلمان سخت حیران تھے کہ جو شرط سب سے زیادہ انکے خلاف اور قریش کے موافق تھی، قریش اس سے کیسے دست بردار ہو گئے۔ لیکن وجہ معلوم ہوئی، تو ان کی حیرانی جاتی رہی۔ انہوں نے دیکھا۔ کہ صلح حدیبیہ جسے وہ کھلی ہوئی ہار سمجھ رہے تھے، کتنی بڑی جیت ثابت ہوئی۔ اور اس وقت انہیں صُلح حُدیبیہ کی حکمتیں نظر آئیں۔ جو اس سے پہلے نگاہوں سے اوجھل تھیں۔

اگلے سال مسلمان پھر مکہ گئے اور وہاں تین دن ٹھہر کر طواف و زیارت کیا۔ پھر مدینہ لوٹ آئے۔ قریش نے بھی اپنا وعدہ نباہا۔ اور انہوں نے مسلمانوں سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہ کی۔

Marfat.com

ہجرت کا آٹھواں سال شروع ہوگیا۔ اس سال لوگ کثرت سے مسلمان ہوئے۔ قریش کی صفوں سے بہت سے نامور بہادر ٹوٹ ٹوٹ کر اسلام کی گود میں آگئے۔ خالد بن ولیدؓ اور عمرو بن العاصؓ کا اسلام بھی اسی زمانہ کی یادگار ہے۔ حضرت خالدؓ قریش کے سب سے بڑے سپہ سالار تھے اور حضرت عمرو بن العاصؓ "عرب کا دماغ" سمجھے جاتے تھے۔ آگے چل کر یہی دونوں فوجِ اسلام کے مشہور کمانڈر بنے ایک نے شام میں اسلام کا جھنڈا لہرایا، تو دوسرا فاتح مصر کے نام سے مشہور ہوا۔

خزاعہ اور بکر عرب کے دو مشہور قبیلے تھے۔ ان میں ایک زمانہ سے دشمنی چلی آرہی تھی۔ مگر جب اسلام ان کے سامنے خطرہ بن کر ظاہر ہوا، تو وہ آپس میں دشمنی بھول گئے اور اسلام کو مٹانے میں تن من سے لگ گئے۔ پھر حدیبیہ کی صلح ہوئی تو بکر نے سوچا کہ اب اسلام کا خطرہ جاتا رہا۔ لہذا اب دشمن سے بدلہ لینے کا وقت آگیا، اور انہوں نے خزاعہ پر حملہ کر دیا۔ صلح حدیبیہ کی رو سے کچھ قبیلوں نے مکہ والوں کا ساتھ دیا تھا، اور کچھ مسلمانوں کے ساتھ ہو گئے تھے۔ خزاعہ کا قبیلہ چونکہ مسلمانوں کا ہمدرد تھا۔ اس لیئے وہ مسلمانوں کے ساتھ ہوگیا تھا۔ اور انکے دشمن بکر قریش کے ساتھ تھے۔ قریش کے کسی بھی ساتھی قبیلہ کا مسلمانوں کے کسی بھی ساتھی قبیلہ پر حملہ کرنا دراصل معاہدہ کو توڑنا تھا۔ بکر نے خزاعہ پر حملہ کیا تھا۔ یہی بات معاہدہ توڑنے کے لیئے کافی تھی۔ لیکن اسی پر بس نہ تھا۔ قریش نے بھی بکر کی مدد کی۔ اور ان کے بہادروں نے صورتیں بدل بدل کر خزاعہ پر تلواریں چلائیں۔ خزاعہ نے مجبور ہوکر حرم میں پناہ لی۔ مگر ظالموں نے حرم کی حرمت کا بھی خیال نہ کیا، اور اس میں گھس گھس کر بے دھڑک خون بہایا۔ کسی طرح کچھ آدمی بھاگ کر مدینہ پہنچے اور انہوں

Marfat.com

نے آپؐ سے فریاد کی۔ خزاعہ کی مظلومی کی داستان سُنی۔ تو آپؐ کو بڑا رنج ہوا۔ معاہدہ کی رُو سے مدد آپؐ پر فرض تھی۔ لہٰذا آپؐ نے فوراً قریش کے پاس آدمی دوڑایا، اور تین شرطیں پیش کیں، کہ ان میں سے کوئی ایک منظور کرو۔

۱۔ خزاعہ کے جتنے آدمی مارے گئے، ان کا خوں بہا ادا کرو۔

۲۔ بکر سے الگ ہو جاؤ۔

۳۔ اعلان کر دو کہ حُدَیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔

قریش کا ایک سردار سب کی طرف سے بولا:

"تیسری شرط منظور ہے۔ اَب ہم میں کوئی مُعاہدہ نہیں رہا۔"

کہنے کو تو یہ کہہ دیا گیا، لیکن آدمی چلا گیا۔ تو قریش بہت پچھتائے اور انہوں نے فوراً ابوسفیان کو سفیر بنا کر مدینہ دوڑایا کہ معاہدہ کو وہ تازہ کرے، اور آپؐ سے مزید مہلت مانگے۔

ابوسفیان کی ایک بیٹی اُمّ حبیبہؓ تھیں۔ یہ پیارے نبیؐ کو بیاہی تھیں اور مدینہ ہی میں رہتی تھیں۔ ابُوسفیان سَب سے پہلے بیٹی کے گھر پہنچا۔ ہو سکتا تھا کہ مدّت کے بعد باپ کا چہرہ دیکھ کر بیٹی کا دل بھر آتا۔ اور پرانی یادیں تازہ ہو جاتیں۔ لیکن یہاں اِسلام کی محبت دل میں گھر چکی تھی اور سینے میں کفر سے نفرت کی آگ سلگ رہی تھی۔ بیٹی نے باپ سے سیدھے منہ بات نہ کی۔ بالآخر ابُوسفیان مایوس ہو کر وہاں سے چل دیا۔ سمجھ گیا کہ بیٹی میری کوئی مدد نہیں کر سکتی۔ پھر وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور قریش کا پیغام سُنایا مگر آپؐ کچھ نہ بولے۔ اب وہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس پہنچا۔ اور انہیں بیچ میں ڈالنا چاہا، لیکن انہوں نے کانوں پہ ہاتھ دھر لیا۔ اُلٹے کچھ ناراض بھی ہوئے۔

Marfat.com

وہاں سے مایوس ہو کر وہ حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا۔ دیکھا تو وہ سب سے زیادہ بپھرے ہوئے تھے۔ اس کی ایک بات بھی سننے کو تیار نہ تھے اَب وہ حضرت فاطمہؓ کے پاس پہنچا۔ حضرت حسنؓ ابھی بہت چھوٹے تھے۔ اور اس وقت ان کی گودیوں میں ہُمک رہے تھے۔ ابوسفیان نے کہا:

"اس بچہ سے صرف اتنا کہلا دو، مَیں نے دونوں فریقوں میں بیچ بچاؤ کرا دیا"

اگر یہ اتنا ہی کہہ دے تو آج سارے عرب کا سردار کہلائے۔ بولو! ایسا کر سکتی ہو؟

حضرت فاطمہؓ نے کہا:

"اَبُوسفیان! تمہیں معلوم ہے، بچے ان معاملات میں کیا کر سکتے ہیں؟ پھر آپؐ کے مقابلہ میں کون پناہ دے سکتا ہے!"

ان سے بھی بات نہ بنی تو اس نے حضرت علیؓ کے سامنے یہ مسئلہ رکھا۔ انہوں نے کہا:

"حضورؐ بات طے کر چکے ہیں۔ اس کے بارے میں کوئی کیا بول سکتا ہے۔ بس ایک شکل ہے۔ تم مسجد میں جا کر اعلان کر دو، مَیں حُدَیبیہ کی صلح بحال کرتا ہوں"

چنانچہ اس نے یہی کیا۔ پھر فوراً مکہ لَوٹ گیا۔ مگر مکہ پہنچ کر جب اس نے لوگوں میں اپنا کارنامہ بیان کیا، تو سبؐ نے اسے ملامت کی اور کہا کہ یہ تو کچھ بھی نہ ہوا۔ تم سے تو علیؓ نے مذاق کیا ہے اور تم اتنا بھی نہ سمجھے کہیں اس طرح صلح بحال ہوا کرتی ہے؟ چنانچہ ایک مرتبہ پھر قریشی سردار مشورہ کے لیئے جمع ہوئے اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ خزاعہ سے

Marfat.com

صلح کرلی جائے۔ اور ان کے جو آدمی مارے گئے ہیں، ان کا خوں بہا دے دیا جائے تاکہ محمدؐ اگر مکہ پر حملہ کریں، تو وہ ان کا ساتھ نہ دیں۔

بات طے ہوگئی تو بدیل چونکہ مکہ ہی میں رہتے تھے اور یہ خزاعہ کے بہت بڑے رئیس اور معزز آدمی تھے۔ اس لیئے ابوسفیان نے ان سے ہی بات پکی کرلی اور جو لوگ مارے گئے تھے، ان کا خونبہا بھیج دیا گیا۔ پھر یہ دونوں ساتھ ہی خزاعہ پہنچے، تاکہ صلح کی بات بالکل پختہ اور اطمینانی ہو جائے۔

Marfat.com

اِدھر رسولِ پاکؐ نے مسلمانوں کو جنگ کی تیاری کا حکم دے دیا۔
اور اسلامی قبائل کے نام پیغام بھیجا:

"جو خُدا و آخرت پر ایمان رکھتا ہو، وہ رمضان سے پہلے ہی مدینہ آجائے۔"

چنانچہ مسلمانوں نے آپؐ کی آواز پر لبیک کہا اور مختلف قبیلوں نے پوری تیاری کے ساتھ مدینہ کا رخ کیا۔ پھر رمضان کی دسویں تاریخ کو ہجرت کے آٹھویں سال پیارے نبیؐ دس ہزار جاں نثاروں کے ساتھ مکہ کی طرف بڑھے۔ راستہ میں آپؐ کے چچا عباسؓ ملے۔ مسلمان تو یہ بہت پہلے ہو چکے تھے۔ مگر اَب اپنے اہل و عیال کے ساتھ مکہ سے آرہے تھے۔ آپؐ نے دیکھتے ہی خوش آمدید کہا اور بہت ہی تپاک اور محبت سے ملے۔ پھر ان کے بچوں کو آرام و عزت سے مدینہ بھجوا دیا۔

چلتے چلتے اسلامی لشکر خزاعہ کے چشمہ پر پہنچ گیا۔ اور وہاں پہنچ کر وہ ایک بڑے میدان میں ٹھہر گیا۔ لوگوں نے آرام کرنے کے لیئے خیمے بھی لگائے۔ ہر طرف اندھیرا چھا چکا تھا۔ اس لیئے آپؐ نے حکم دیا کہ ہر قبیلہ الگ الگ آگ روشن کرے۔ مقصد یہ تھا کہ دیکھنے والوں پر شوکتِ اسلام کی دھاک بیٹھے۔ چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔

پہرہ دینے والوں میں حضرت عباسؓ بھی شامل تھے۔ یہ ایک اُونچے ٹیلہ پر کھڑے اِدھر اُدھر نظریں دَوڑا رہے تھے کہ پاس ہی انہیں دو صُورتیں نظر آئیں۔ کانوں نے دونوں کی گفتگو بھی سُنی۔

Marfat.com

بُدیل بولا:

"ابوسفیان! بخدا یہ تو خزاعہ کی آگ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جنگ کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔"

ابوسفیان بولا:

"قیامت تک خزاعہ کی یہ شان نہیں ہوسکتی۔ یہ آگ کا جنگل، اور یہ آدمیوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر!"

حضرت عباسؓ سے رہا نہ گیا۔ بے اختیار بول اُٹھے:

"ابوسفیان، مَیں عباس بن عبدالمطلب ہوں، اور یہ محمدؐ بن عبداللہ کی آگ ہے۔"

ابوسفیان چونک پڑا۔ اس نے حیرت سے پوچھا:

"مکہ سے تنہا یہاں کیسے آنا ہوا؟"

عباسؓ بولے:

"اللہ نے مجھے ہدایت دی، اور اَب میں لشکرِ اسلام کا سپاہی ہوں۔"

پھر دونوں قریب ہوئے اور حضرت عباسؓ سے کہا:

"خزاعہ اور قریش میں تو صلح کی بات ہوچکی ہے۔ اَب ذرا محمدؐ سے بھی سفارش کردو۔"

عباسؓ بولے:

"پہلے تم دونوں اسلام لاؤ۔"

بُدیل نے پڑھا:

"اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔"

بُدیلؓ فوراً مسلمان ہوگئے۔ لیکن ابوسفیان ہچکچاتا رہا۔ ادھر حضرت عباسؓ

Marfat.com

بھی برابر اصرار کرتے رہے۔ بالآخر خُدا نے توفیق دی۔ اور اس کا سینہ بھی اِسلام کے لیئے کُھل گیا، اور زبان حرکت میں آئی:

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ"

اَب حضرت عباسؓ دونوں کو لے کر خدمتِ اقدسؐ میں حاضر ہوئے اور آپؐ کو خوشخبری سُنائی۔ دونوں کے اسلام کی خبر سُن کر آپؐ بہت خوش ہوئے۔ اور دونوں کو مبارکباد دی۔

مکہ اَب بالکل سامنے تھا۔ آپؐ نے لشکر کو کئی حصّوں میں تقسیم کیا اور ہر ٹولی کا الگ الگ کمانڈر بنایا۔ نیز سَب کو حکم دیا کہ شہر میں الگ الگ دروازوں سے داخل ہوں اور جب تک کوئی پہل نہ کرے، اس پہ ہاتھ نہ اُٹھائیں۔

آپؐ نے دیکھا کہ حضرت اَبُوسفیان کا سر جھکا ہوا ہے۔ اور چہرہ پر اُداسی ہے۔ فرمایا:

"کیا بات ہے اَبُوحنظلہؓ! ہمارے ساتھ تُم مشوروں میں نہیں شریک ہو رہے ہو؟"

اَبُوسفیانؓ بولے:

"اللہ کے رسولؐ! اَب قریش پر آپؐ کا غلبہ ہے اور آپؐ کے لشکر میں کچھ ایسے بھی ہیں۔ جو انتقامی جذبہ سے لبریز ہیں آپؐ سے گزارش ہے کہ فتح پائیں تو نرمی سے کام لیں۔ اور دشمنوں کو ہم پر ہنسنے کا موقع نہ دیں۔"

پیارے نبیؐ نے فرمایا:

"نہیں، نہیں، ابوسفیانؓ! تم اطمینان رکھو۔ مکہ میں تو مُسلمانوں کے بھی بھائی بند ہیں۔ مہاجرین کے بھی باپ چچا

Marfat.com

ہیں۔ وہیں پر محترم گھر بھی تو ہے۔ ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کا گھر۔ ابوسفیانؓ! اپنی قوم میں جاؤ اور ان سے کہو:

محمدؐ مکہ میں ایک اچھے بھائی کی طرح داخل ہوگا۔ آج کوئی غالب ہے نہ مغلوب۔ کوئی فاتح ہے نہ مفتوح۔ آج تو محبت اور اتحاد کا دن ہے۔ آج تو امن و امان اور اطمینان کا دن ہے۔ ابوسفیانؓ کے گھر میں جو داخل ہوجائے، اس کو امان ہے۔

جو گھر کا دروازہ بند کرلے، اس کو امان ہے۔

جو خانہ کعبہ میں داخل ہوجائے، اس کو امان ہے۔"

اَبُوسفیانؓ نے یہ محبت و پیار کی یہ باتیں سنیں، تو بہت خوش ہوئے اَور دَوڑتے ہوئے مکہ گئے، کہ لوگوں کو یہ خوشخبری سُنائیں۔ یہ خوشخبری پوُرے شہر میں آناً فاناً پھیل گئی۔ اور لرزتے کانپتے دلوں کو سکوُن و اطمینان کی ٹھنڈک نصیب ہوئی۔

لشکرِ اسلام مکہّ میں داخل ہوا تو مشرکوں نے ہتھیار ڈال دیئے، اور گھروں کے دروازے بند کرکے چھتوں اور جھروکوں سے جھانکنے لگے آج لشکرِ اسلام، گہوارۂ اسلام میں داخل ہو رہا تھا۔

مسلمان نہایت حکمت سے شہر میں داخل ہوگئے۔ پوُرے امن و اطمینان کے ساتھ کہ نہ کہیں تلوار چلی نہ خوُن بہا۔

جب پوُری طرح سکون ہوگیا، اور حالات معمول پر آگئے ـــــ تو آپؐ نے خانہ کعبہ کا ارادہ کیا۔ خُدا کی شان، وہی گھر جو خلیل اللہ کی تعمیر تھا اور وہی کعبہ جو رسولِؐ بُت شکن کی یادگار تھا۔ آج تین سو ساٹھ بتوں سے معموُر تھا۔ رسولِ خداؐ کے ہاتھ میں ایک کمان تھی۔ اس کی نوک سے آپؐ ٹھوکے دیئے جاتے اَور زبان مبارک سے یہ کلمات اَدا ہوتے۔

Marfat.com

جَآءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًاo (بنی اسرائیل : ۸۱)

"حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔ بلاشبہ باطل کو تو مٹنا ہی تھا۔"

آپؐ نے پھر کعبہ کی کنجی منگائی، اور دروازہ کھلوایا۔ دیکھا تو اندر تصویر کے دشمن ـــــ خلیلِ بت شکن کی تصویر تھی، اور ان کے بیٹے اسماعیلؑ کی بھی۔ اور ہاتھوں میں پانسے کے تیر تھے۔ آپؐ نے انہیں مٹانے کا حکم دیا۔ پھر فرمایا:

"خدا ظالموں کو غارت کرے۔ یہ بیچارے تو خدا کے پیغمبر تھے، جوئے سے کوسوں دور تھے۔"

پھر حضرت عمرؓ اندر داخل ہوئے اور جتنی تصویریں تھیں سب مٹادیں خانۂ خدا بالکل پاک صاف ہوگیا، تو آپؐ اندر تشریف لے گئے۔ ساتھ میں حضرت بلالؓ اور حضرت طلحہؓ بھی تھے۔ وہاں آپؐ نے نماز ادا کی یا چند بار تکبیریں کہیں۔

کعبہ کے سامنے اہلِ مکہ کا ہجوم تھا۔ لوگ قسمت کا فیصلہ سننے کے لیئے بیتاب کھڑے تھے۔ اس وقت زبانِ مبارک سے یہ یادگار فقرے سُنے گئے:

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ۔ صَدَقَ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ اَ لَا کُلُّ مَاثَرَۃٍ اَوْ دَمٍ اَوْ مَالٍ یُّدْعٰی فَھُوَ تَحْتَ قَدَمَیَّ ھَاتَیْنِ اِلَّا سِدَانَۃَ الْبَیْتِ وَسِقَایَۃَ الْحُجَّاجِ۔

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ تنہا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ سچا کیا۔ اس نے اپنے بندہ کی مدد

Marfat.com

کی اور تمام فوجوں کو تنہا نیچا دکھایا۔ سن لو، تمام مفاخر، خون کے تمام دعوے اور مال کے سارے مطالبے، میرے ان قدموں کے نیچے ہیں۔ ہاں صرف کعبہ کی کلید برادری اور حاجیوں کی آب رسانی اس سے مستثنیٰ ہیں۔"

یَا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَذْھَبَ عَنْکُمْ نَخْوَۃَ الْجَاھِلِیَّۃِ وَتَعَظُّمَھَا بِالْاٰبَآءِ النَّاسُ مِنْ اٰدَمَ وَ اٰدَمُ مِنْ تُرَابٍ۔

"قریش کے لوگو! اب جاہلیت کی نخوت اور خاندانی مفاخرت کو خدا نے مٹایا۔ تمام انسان آدمؑ کی اولاد ہیں اور آدمؑ مٹی سے بنے ہیں۔"

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ۝

(الحجرات: ۱۳)

"اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہارے بہت سے قبیلے اور خاندان بنائے کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔ بیشک اللہ جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔"

پھر اعلان فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ حَرَّمَ بَیْعَ الْخَمْرِ۔

"خدا اور اس کے رسولؐ نے شراب کی خرید و فروخت حرام کردی۔"

Marfat.com

اِس کے بعد رحمتِ عالم ؐ نے ان کی طرف نظر اُٹھائی اور درشت لہجہ میں پوچھا:

"قریش کے لوگو! جانتے ہو، مَیں تمہارے ساتھ کیا کرنے والا ہوں؟"

سب ایک ساتھ پکار اُٹھے:

خَیْرًا۔ اَخٌ کَرِیْمٌ وَّابْنُ اَخٍ کَرِیْمٍ۔

"اچھا سلوک۔ آپؐ اچھے بھائی ہیں۔ اَور اچھے بھائی کے بیٹے ہیں۔"

آپؐ نے فرمایا:

لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ۔ اِذْھَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ۔

"آج تم پر کوئی گرفت نہیں۔ جاؤ، تم سَب آزاد ہو۔"

یہ تھے کون لوگ.... ! کیا تم نے یہ بھی غور کیا؟ یہ محسنِ عالم ؐ کے باغی اَور پیکرِ رحمت ؐ کے دشمن تھے۔ ان میں وہ لوگ بھی تھے جو اسلام کو مٹا دینے کے لیئے جان کی بازی لگائے ہوئے تھے، اور وہ بھی تھے، جن کی تلواروں نے ذاتِ پاک ؐ کے ساتھ گُستاخیاں کی تھیں، اَور وہ بھی تھے۔ جنہوں نے آپؐ کی راہ میں کانٹے بچھائے تھے۔ ان میں وہ لوگ بھی تھے۔ جنہوں نے آپؐ پر بے دَردی سے پتھر برسائے تھے اَور وہ بھی تھے، جنہوں نے ایڑیاں لہولہان کر دی تھیں۔ ان میں وہ لوگ بھی تھے، جو جاں نثاروں کو تپتی ہوئی ریت پر لٹا کر چٹانوں سے دبا دیتے تھے، اور وہ بھی تھے۔ جو ان کے نحیف و کمزور جسم کو لوہے کی گرم سلاخوں سے داغتے تھے۔

اس تاریخ ظلم و ستم کو سامنے رکھو، اور پھر رحمت عالم ؐ کی شانِ کریمی

Marfat.com

کا اندازہ لگاؤ ے

اللہ رے وسعت ترے دامانِ کرم کی!
اِس بحر کا ملتا ہی نہیں ڈھونڈے سے کنارا

Marfat.com

مُحمّدؐ عربی

صلی اللہ علیہ وسلم

دمِ واپسیں

Marfat.com

رسول پاکؐ کا آخری حج
عرفات کا تاریخی خطبہ
دینِ حق کی تکمیل
رسولِ خداؐ بسترِ علالت پر
مرض میں دن بدن اضافہ
انتہائی نازک حالت!
محسنِؐ انسانیت کا آخری خطاب!
رحمتِ عالمؐ کے آخری کلمات!
روحِ پاکؐ خدا سے جا ملی!
فدا کاروں کی بدحواسی!
حضرت ابوبکرؓ کی بصیرت افروز تقریر
خلیفہ کا چناؤ
رسولِ پاکؐ کا آخری دیدار
تجہیز و تکفین

Marfat.com

ہجرت کا دسواں سال تھا۔ پیارے نبیؐ حج کے ارادے سے مکہ روانہ ہوئے۔

آپؐ کے ساتھ ایک لاکھ سے زیادہ جاں نثاروں کا قافلہ تھا۔

اِس حج کو لوگ "حجۃ الوداع" کہتے ہیں۔

اِس لیئے کہ یہ حج آپؐ کا آخری حج تھا۔ اس کے بعد آپؐ کو مکہ، خانہ کعبہ، اور عرفات کی زیارت کا موقع نہ مِل سکا۔

مگر کچھ لوگ اسے "حجۃ البلاغ" بھی کہتے ہیں۔

کیونکہ رَبّ کا جو پیغام پہنچانے کے لیئے آپؐ دُنیا میں تشریف لائے تھے، وہ یہاں پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا۔

وہ پیغام تھا، دینِ اِسلام۔

حج کے موقع پر حضورؐ نے مسلمانوں میں ایک تقریر بھی کی۔ وہ تقریر حقیقت میں اِسلام کی دستور تھی۔

تقریر شروع کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا:

"پیارے بھائیو!

مَیں جو کچھ کہوں، غور سے سننا، کیونکہ مجھے نہیں معلوم!

ہو سکتا ہے اِس سال کے بعد مَیں تم سے یہاں نہ مل سکوں!"

اِس کے بعد آپؐ نے سارے مسلمانوں کو آخری وصیتیں کیں۔ جن کا نچوڑ یہ ہے:

"اللہ کی کتاب اور اس کے رسولؐ کی سُنّت مضبوطی

Marfat.com

سے پکڑے رہنا۔

لوگوں کی جان، مال اور عزت کا خیال رکھنا۔

کوئی امانت رکھے تو اس میں خیانت نہ کرنا۔

خونریزی اور سود خوری کے قریب نہ پھٹکنا"

پیارے نبیؐ نے تقریر کرتے ہوئے یہ بھی بتایا کہ:

"مسلمان آپس میں کیسے رہیں۔ پھر عام انسانوں کیساتھ ان کا کیا برتاؤ ہو"

نیز آپؐ نے مساوات پر بہت زور دیا۔ اور اُونچ نیچ، اور ذات پات کی زنجیروں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا:

"لوگو!

تمہارا رب ایک ہے۔

تمہارا باپ ایک ہے۔

تم سب آدمؑ کے بیٹے ہو۔ اور آدمؑ مٹی سے بنے ہیں۔

خُدا کے نزدیک تم میں سب سے بہتر وہ ہے، جو خُدا سے سب سے زیادہ ڈرنے والا ہو۔

سُن لو! کسی عربی کو عجمی پر، اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی برتری نہیں۔ برتری کا معیار تو صرف تقویٰ ہے۔"

تقریر سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے فرمایا:

"اے اللہ! کیا میںؐ نے تیرا پیغام پہنچا دیا؟"

ایک لاکھ زبانیں ایک ساتھ بول اُٹھیں:

"ہاں، اے اللہ کے رسولؐ!"

پیارے نبیؐ نے تین بار فرمایا:

Marfat.com

"اے خُدا! تو گواہ رہ"

تقریر ہو چکی تو حضرت بلال رضؓ نے اذان دی۔ اور آپؐ نے ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ ادا فرمائی۔ ٹھیک اس وقت جبکہ آپؐ نبوّت کا یہ آخری فرض ادا کر رہے تھے۔ خُدا کی بارگاہ سے یہ بشارت آئی۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ (المائدہ: ۳)

"آج مَیں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا۔ اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لئے دینِ اسلام کو پسند فرمایا۔"

پیارے نبیؐ نے یہ آیت پڑھی تو حضرت ابوبکر رضؓ رو پڑے۔ کیونکہ وہ سمجھ گئے۔ کہ اب آپؐ کے چل چلاؤ کے دن آ گئے۔ اسی طرح آپؐ پر یہ سُورہ اتری، تب بھی لوگوں نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر رضؓ رو رہے تھے اور آنکھوں سے آنسوؤں کے دو سوتے جاری تھے:

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ہ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ، اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ہ

"جب اللہ کی مدد آ جائے اور فتح ہو جائے اور تم دیکھو کہ لوگ اللہ کے دین میں دل کے دل داخل ہو رہے ہیں، تو اپنے ربّ کی حمد و تسبیح کرو۔ اور اس سے مغفرت کی درخواست کرو۔ وہ تو بے انتہا توبہ قبول کرنے والا ہے۔"

حضرت ابوبکر رضؓ نے یہ آیتیں سنیں تو سمجھ گئے کہ آپؐ جس کام کے لئے دنیا میں آئے تھے۔ وہ کام پُورا ہو گیا۔ لہٰذا اب آپؐ ہم میں صرف چند دن کے مہمان ہیں۔ یہ خیال آنا تھا کہ دل بے قابو ہو گیا۔ اور آنکھوں سے گرم

Marfat.com

گرم آنسو ٹپکنے لگے۔

بھلا ابوبکرؓ کیوں نہ روتے؟ کہ پیارے نبی انکو سب سے زیادہ عزیز تھے۔ وہی کیا، ہر ہر مسلمان آپؐ پر دل و جان سے فدا تھا۔ آپؐ کے سامنے جان کی کوئی قیمت تھی، نہ مال کی کوئی وقعت تھی۔ اور نہ اولاد کی ہی کوئی پرواہ تھی۔

Marfat.com

حجّۃ الوداع کو ابھی تین ماہ سے زیادہ نہ گزرے تھے کہ رسولِ پاکؐ پر بیماری کا حملہ ہوا۔ اتنا زوردار کہ اس سے پہلے کبھی نہ ہُوا تھا۔

بخار اتنا تیز ہوا کہ آنکھوں سے نیند اُڑ گئی۔ رات کا وقت تھا۔ آپؐ بستر سے اُٹھے۔ گھر سے باہر آئے اور مسلمانوں کے قبرستان کی طرف چل پڑے۔ وہاں پہنچے تو آپؐ نے فرمایا:

"تم پر سلامتی ہو، اے قبر والو!

پھر آپؐ نے ان کے لئے مغفرت کی دُعا فرمائی۔ اس کے بعد گھر لَوٹ آئے۔

پیارے نبیؐ بیمار ہوئے، تو سَب سے پہلے آپؐ کو قبرستان کی زیارت کا خیال آیا۔ قبرستان جانے میں یہ احساس بھی شامل تھا کہ اَب آپؐ کے جانے کے دن قریب ہیں۔

صبح ہوئی، تو پاک بیوی حضرت عائشہؓ کے پاس سے آپؐ کا گزر ہوا۔ دیکھا، تو وہ دردِ سر میں مبتلا تھیں۔ اور بے قراری میں کہہ رہی تھیں:

"ہائے میرا سر!"

پیارے نبیؐ نے فرمایا:

"عائشہؓ! بخدا میرے سر میں تو اَور بھی زیادہ دَرد ہے

ہائے میرا سَر!"

حضرت عائشہؓ دوبارہ کراہیں:

"ہائے میرا سر!"

Marfat.com

پیارے نبیؐ نے فرمایا:

"عائشہؓ! کیا نقصان ہے اگر تم مجھ سے پہلے مر جاؤ۔ کہ میں خود ہی تمہیں کفن پہناؤں، تمہاری نماز پڑھاؤں، اور خود ہی تم کو دفن کروں!"

جوان عائشہؓ نے جواب دیا:

"کوئی اور بیوی اس کے لیئے زیادہ اچھی رہے گی"

حضرت عائشہؓ کی بات سُنی، تو آپؐ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیلنے لگی۔ لیکن تکلیف بے انتہا تھی۔ اس لیئے آپؐ اس سے زیادہ تفریح نہ کر سکے۔

حضورؐ کا معمول تھا کہ ایک ایک دن ہر بیوی کے یہاں قیام فرماتے بیماری کی حالت میں بھی آپؐ کے اِس معمول میں فرق نہ آیا۔ باری باری آپؐ ہر بیوی کے یہاں تشریف لے جاتے رہے۔ پانچ دن تک یُوں ہی چلتا رہا۔ پھر حالت بہت زیادہ خراب ہو گئی۔ یہاں تک کہ چلنے پھرنے کی طاقت نہ رہی۔

مجبُوراً آپؐ نے ساری بیویوں کو بُلایا اور اُن سے حضرت عائشہؓ کے ہاں ٹھہرنے کی اجازت لی۔ کیونکہ حضرت عائشہؓ آپؐ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔ چنانچہ ساری بیویاں بخوشی تیار ہو گئیں۔

کمزوری بے انتہا تھی اور بے سہارا چلنا آپؐ کے لیئے ممکن نہ تھا۔ اِس لیئے حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ آپؐ کو سہارا دے کر بڑی دِقتوں سے حضرت عائشہؓ کے یہاں لائے۔ دَردِ سر کی شدّت سے سر میں رومال بھی بندھا تھا۔

مُسلمان اُداس اُداس تھے۔ بے چین و بے قرار تھے۔ کیونکہ اُن کا محبُوب بستر علالت پر تھا۔ اور مرض لمحہ بہ لمحہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ اس سے

Marfat.com

پہلے کبھی آپؐ اس طرح نہ بیمار ہوئے تھے، اِس لیئے وہ اور زیادہ مایوس اور فکر مند تھے۔

ہجرت کے چھٹے سال ہلکا سا بخار ہوا۔ آپؐ نے دو چار دن کھانے میں پرہیز کیا اور اِس کا اثر جاتا رہا۔

ساتویں سال ایک یہودی عورت نے آپؐ کو زہر ملا ہوا گوشت کھلا دیا۔ زہر کے اثر سے کئی دن بے چینی رہی۔ لیکن کچھ دوا دارو کے بعد اس کا اثر بھی جاتا رہا۔

زندگی میں صرف دو واقعات ہوئے۔ اِس کے علاوہ آپؐ ہمیشہ صحت مند اور تندرست رہے۔ اور یہ کوئی حیرت کی بات نہیں۔ آپؐ کے اُصول ہی کچھ ایسے تھے۔ کہ ان کا جو بھی خیال رکھے، بیماری اس کی طرف نگاہ نہ اٹھائے۔

کھانا اسی وقت کھاتے جب بھوک لگتی اور کھا کر اُٹھتے۔ تب بھی بھوکے ہوتے۔

یہی وجہ ہے کہ شاہِ مصر نے آپؐ کے پاس بطورِ ہدیہ ایک طبیب، دو باندیاں (ماریہ اور سیرین) اور کچھ شہد بھیجا۔

آپؐ نے شہد اور باندیوں کو تو قبول کر لیا۔ مگر طبیب کو یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ ہم لوگ تو بھوک کے بغیر کھانا ہی نہیں کھاتے اور جب کھاتے ہیں تو بھوک سے کم ہی کھاتے ہیں۔ بھلا بیماری کا یہاں کہاں گذر؟

اِس کے علاوہ آپؐ ہمیشہ صاف ستھرے رہتے۔ دن میں پانچ بار وضو کرتے۔ کپڑے پاکیزہ رکھتے۔ گندگی اور پھوہڑ پن سے خود بھی نفرت کرتے۔ اور دوسروں کو بھی پاک صاف رہنے کا شوق دلاتے، فرماتے؛

Marfat.com

"صفائی ستھرائی ایمان کا جزو ہے۔"

آپؐ کبھی سستی اور بیکاری کو راہ نہ دیتے۔ بلکہ سرگرم اور مستعد رہتے۔ کبھی عبادت میں مصروف ہوتے تو کبھی مسلمانوں کی بہبودی کے لیئے دوڑ دھوپ کرتے اور اس کے لیئے رات کو سونا تک بھول جاتے۔

آپؐ عیش و راحت کے بندے اور خواہشات کے پجاری نہ تھے آپؐ کی خواہشات بھی مسلمان تھیں۔ جتنی بے جا لذتیں اور مضر دلچسپیاں ہیں۔ ان سب سے آپؐ کوسوں دُور تھے۔

یہ وہ باتیں ہیں کہ جو بھی ان کا خیال رکھے، صحت اور تندرستی اِس کے قدم چُومے۔

یہی وجہ ہے کہ جب آپؐ بیمار ہوئے، اور طبیعت سنبھلتی ہوئی نہ معلوم ہوئی تو بیویاں بے چین ہوگئیں اور جاں نثار بے قرار ہوگئے۔

Marfat.com

رسولِ پاکؐ کی حالت گرتی ہی گئی۔ حرارت کبھی گھٹ جاتی اور کبھی بڑھ جاتی۔

جب تک پیروں میں دم رہا اور چلنے پھرنے کی طاقت رہی آپؐ مسجد جاتے رہے اور مسلمانوں کی امامت کرتے رہے۔ سب سے آخری نماز جو آپؐ نے پڑھائی وہ مغرب کی نماز تھی۔ پھر عشاء کا وقت ہوا تو آپؐ نے پوچھا:

"نماز ہو چکی؟"

جاں نثاروں نے عرض کیا:

"حضورؐ کا انتظار ہے۔"

آپؐ نے لگن میں پانی بھروایا اور غسل کیا پھر اٹھنا چاہا تو بے ہوش ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد ہوش آیا۔ تو پھر پوچھا:

"نماز ہو چکی؟"

جاں نثاروں نے عرض کیا:

"حضورؐ کا انتظار ہے۔"

آپؐ پھر نہائے اور اٹھنا چاہا۔ مگر اس بار بھی آپؐ بے ہوش ہو گئے۔ کچھ دیر میں پھر ہوش آیا۔ دریافت فرمایا:

"نماز ہو چکی؟"

پھر وہی جواب ملا:

"حضورؐ کا انتظار ہے۔"

Marfat.com

چنانچہ جسمِ مبارک پر پھر پانی ڈالا گیا۔ مگر اُٹھنے کا ارادہ کیا، تو پھر بے ہوش ہو گئے۔ اس بار ہوش آیا۔ تو آپؐ نے فرمایا:

"ابوبکرؓ سے کہو، وہ نماز پڑھائیں۔"

حضرت عائشہؓ نے کہا:

"اللہ کے رسولؐ! ان کی آواز بہت دھیمی ہے۔ قرآن پڑھتے ہیں، تو روتے بھی بہت ہیں۔ لوگ اُن کی آواز سُن نہیں سکیں گے۔"

حضورؐ نے فرمایا:

"اُنہی سے کہو، وہ نماز پڑھائیں۔"

حضرت عائشہؓ نے دوبارہ وہی بات عرض کی۔

حضورؐ تکلیف سے بے چین تھے۔ مگر غصّہ سے آواز کافی بلند ہو گئی۔ فرمایا:

"کہو ابوبکرؓ سے، وہی نماز پڑھائیں گے۔"

چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے حکم کی تعمیل کی۔ اور کئی دن تک نماز پڑھاتے رہے۔

پھر وفات سے چار دن پہلے کچھ سکون ہوا۔ ظہر کا وقت تھا۔ سات مشک پانی سے آپؐ نے غسل کیا۔ پھر کپڑے پہنے۔ سَر میں رومال باندھا اور علیؓ و عباسؓ کے سہارے مسجد گئے۔ نماز ہو رہی تھی۔ اور حضرت ابوبکرؓ امام تھے۔ آہٹ پاکر انہوں نے پیچھے ہٹنا چاہا۔ مگر آپؐ نے روک دیا۔ اور ان کے پہلو میں جاکر بیٹھ گئے۔ پھر نماز کے بعد آپؐ نے چھوٹی سی تقریر کی، فرمایا:

"مسلمانو!

مجھے پتہ چلا ہے کہ تم اپنے نبیؐ کی موت سے گھبرا

Marfat.com

رہے ہو۔

مجھ سے پہلے جتنے نبیؑ آئے، ان سب کو موت آئی۔
آخر میں بھی تو اُن ہی جیسا ایک نبی ہوں۔

سُن لو! جن لوگوں نے پہلے ہجرت کی ہے، ان کے ساتھ ہمیشہ نیک سلوک کرنا۔

مہاجرین بھی آپس میں نیک سلوک کریں۔

ہاں، انصار کے ساتھ بھی ہمیشہ اچھا برتاؤ کرنا۔

جو انصار بھلائی کریں، ان کے ساتھ بھلائی کرنا۔ جو خطا کریں، ان سے درگزر کرنا۔"

پھر آپؐ نے فرمایا:

"عام مسلمان بڑھتے جائیں گے۔ مگر انصار اسی طرح کم ہو کر رہ جائیں گے جیسے کھانے میں نمک۔ مسلمانو! وہ اپنا کام کر چکے۔ اب تم کو اپنا کام کرنا ہے۔ وہ میرے جسم میں بمنزلہ معدہ کے ہیں۔ میرے بعد جو مسلمانوں کا خلیفہ ہو۔ میں اس کو وصیت کرتا ہوں کہ ان کے ساتھ نیک سلوک کرے۔"

پھر آپؐ نے فرمایا:

"مسلمانو!

میں نے وہی چیز حلال کی ہے، جو خُدا نے حلال کی ہے۔

اور اِسی چیز کو حرام کیا ہے، جس کو خُدا نے حرام کیا ہے۔

مسلمانو! کسی کو میں نے مارا ہو، تو یہ پیٹھ حاضر ہے۔

Marfat.com

مجھ کو بھی وہ مارلے۔

کسی کو مَیں نے کچھ کہا ہو، تو وہ بھی آج مجھ کو کہہ لے

اور کسی کا مَیں نے کچھ لیا ہو تو لے لے۔"

ایک صحابی کھڑے ہوئے اور عرض کیا:

"اللہ کے رسول!

آپؐ کے پاس میرے تین درہم ہیں۔"

آپؐ نے اس کو تین درہم دیئے۔ پھر فرمایا:

"اے رسولِؐ خدا کی بیٹی فاطمہؓ!

اے رسولِؐ خدا کی پھوپھی صفیہؓ!

خدا کے ہاں کے لیئے کچھ کرلو۔ مَیں تمہیں خدا سے

نہیں بچا سکتا۔"

رسولِ پاکؐ کے پاس بیت المال کی سات اشرفیاں تھیں۔ بیمار ہوئے تو اندیشہ ہوا، کہیں ایسا نہ ہو کہ موت آجائے۔ اور یہ اپنے پاس ہی رہ جائیں۔ چنانچہ حکم دیا کہ انہیں غریبوں کو دے دیا جائے۔ لیکن سب لوگ تو تیمارداری میں مصروف تھے۔ کسی کو آپؐ کا حکم یاد نہ رہا۔

وفات سے ایک دن پہلے آپؐ کو پھر خیال آیا۔ پوچھا:

"وہ اشرفیاں کیا ہوئیں؟"

حضرت عائشہؓ نے عرض کیا:

"اللہ کے رسولؐ وہ ابھی گھر میں ہی ہیں۔"

آپؐ نے انہیں حاضر کرنے کا حکم دیا۔

پھر آپؐ نے اُن کو ہتھیلی پر رکھا۔ اور فرمایا:

"اگر محمدؐ کو موت آگئی، اور یہ اس کے پاس ہی رکھی رہ

گئیں، تو وہ اپنے رب کو کیا جواب دے گا؟"

Marfat.com

پھر آپؐ نے ان کو چند غریب مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔

تکلیف بہت بڑھ گئی۔ بخار اتنا تیز ہوا کہ پورا جسم جلنے لگا۔ چہیتی بیٹی حضرت فاطمہؓ روز باپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتیں۔ آپؐ انہیں دیکھ کر شفقت سے کھڑے ہو جاتے اور بوسہ دیتے پھر اپنے پاس بٹھا لیتے آج بے چینی بلا کی تھی۔ کمزوری بھی انتہا کی تھی۔ اس لیئے حضرت فاطمہؓ آئیں، تو اُٹھ کر آپؐ پیار نہ کر سکے۔ چنانچہ وہ پاس آئیں اور خود انہوں نے آپؐ کو بوسہ دیا۔ پھر آپؐ کے پہلو میں بیٹھ گئیں۔

بخار اتنا تیز تھا کہ بار بار بے ہوش جاتے۔ پاس ہی ایک برتن میں ٹھنڈا پانی تھا۔ آپؐ اس میں ہاتھ ڈالتے، پھر چہرہ پر مَلتے۔ بے چینی بلا کی تھی۔ عین اسی وقت مبارک ہونٹ ہلے۔ اور کانوں نے یہ الفاظ سُنے:

"یہود اور نصاریٰ پر خدا کی لعنت ہو، کہ وہ اپنے پیغمبروں کی قبروں پر سجدے کرنے لگے۔"

دو شنبہ کی رات ہوئی، تو حرارت بہت گھٹ گئی۔ ایسا لگ رہا تھا گویا بخار جاتا رہا۔ بے چینی نام کو نہ تھی۔ طبیعت کو بالکل سکون تھا جس نے بھی دیکھا، سمجھا کہ آپؐ اچھے ہو گئے۔ چنانچہ اُداس چہرے پھر چمک اُٹھے اور مرجھائے ہوئے دل پھر لہلہا اُٹھے۔

حجرۂ مبارک مسجد سے ملا ہوا تھا۔ صبح ہوئی تو آپؐ نے پردہ اُٹھا کر مسجد کی طرف دیکھا، مخلص ساتھی فجر کی نماز میں مصروف تھے۔ دیکھ کر آپؐ مسکرا دیئے کہ خدا کی زمین پر آخر وہ گروہ پیدا ہو گیا۔ جو آپؐ کی تعلیم کا نمونہ بن کر اللہ کی یاد میں مصروف ہے۔ کچھ آہٹ ہوئی تو ساتھی سمجھے کہ آپؐ باہر آنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ خوشی سے وہ بیتاب ہو گئے اور قریب تھا کہ نمازیں توڑ دیں۔ حضرت ابوبکرؓ امام تھے۔ انہوں نے

Marfat.com

چاہا کہ پیچھے ہٹ جائیں لیکن آپؐ نے اشارہ سے روک دیا۔ پھر حجرہ کے اندر ہو کر پردہ گرا دیا۔ کمزوری اس قدر تھی کہ پردہ اچھی طرح نہ گرا سکے۔ پیروں پر کھڑا ہونا بھی دشوار تھا۔ لیکن ساتھیوں کو خوش دیکھ کر آپؐ بھی بے حد خوش تھے۔

کمزوری دم بدم بڑھتی جا رہی تھی اور موت ہولے ہولے سرکتی آ رہی تھی۔ آپؐ نے برتن میں ٹھنڈا پانی مانگا۔ پانی فوراً حاضر کر دیا گیا۔ آپؐ بار بار اس میں ہاتھ ڈالتے اور چہرہ پر ملتے۔ چادر کبھی منہ پر ڈال لیتے، اور کبھی ہٹا دیتے۔ اس وقت لگاتار زبانِ مبارک سے یہ الفاظ ادا ہو رہے تھے:

اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی تَحَمُّلِ سَکَرَاتِ الْمَوْتِ۔

"اے اللہ جان کنی کی پریشانیاں جھیلنا میرے لیئے آسان کر۔"

پیارے باپ کی بے چینی دیکھ کر حضرت فاطمہؓ بے چین ہو گئیں، بے اختیار چیخیں:

"ہائے میرے باپ کی بے چینی!"

آپؐ نے سنا تو فرمایا:

"آج کے بعد پھر تمہارا باپ بے چین نہ ہوگا۔"

سہ پہر کا وقت تھا۔ سینہ میں سانس گھڑگھڑا رہی تھی۔ اتنے میں مبارک ہونٹ ہلے اور کانوں میں یہ آواز آئی:

"نماز، اور غلاموں سے نیک سلوک۔"

پھر ہاتھ اوپر اٹھے۔ آپؐ نے انگلی سے اشارہ کیا اور فرمایا:

بَلِ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی۔

"اب اور کوئی نہیں۔ بس وہی سب سے بڑا ساتھی۔"

یہی کہتے کہتے ہاتھ لٹک آئے۔ آنکھیں چھت سے لگ گئیں۔ اور

Marfat.com

رُوحِ پاک خُدا سے جا ملی۔

دو شنبہ کا دن تھا۔ رَبیع الاول کی بارہ تاریخ اور ہجرت کا گیارہواں سال تھا۔ جاں نثاروں کی نظر میں دنیا اندھیری ہو گئی۔ اور دل کی بستی میں سنّاٹا چھا گیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ٥ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

وفات کے وقت آپؐ کی عمر ۶۳ سال تھی۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

Marfat.com

کیا سچ مچ رسولِ خدا ؐ چل بسے؟

جو مسلمان بھی یہ دلخراش خبر سنتا، بے ساختہ اس کی زبان پر یہ سوال آجاتا:

"اُف! اُف!!"

ابھی چند ہی گھنٹے پہلے تو ہم نے آپؐ کو دیکھا تھا۔ آپؐ نے ہم سے باتیں بھی کی تھیں۔

پھر آپؐ تو اللہ کے برگزیدہ ہیں۔ اللہ نے آپؐ کو پیغمبر بنایا ہے بہت سے لوگ آپؐ پر ایمان بھی لاچکے ہیں۔

علاوہ بریں آپؐ تو ایک خُدائی طاقت ہیں۔ آپؐ نے تو پُوری دنیا کو ہلا کر رکھ دیا۔ اتنا بڑا انقلاب برپا کیا کہ زمانہ بھول نہیں سکتا۔

اور ..... اور آپؐ ہی نے تو انسانوں کو اندھیرے سے اُجالے میں پہنچایا ہے۔ گمراہی سے نکال کر سیدھے رستہ پر لگایا ہے۔

نہیں، نہیں! یہ کیونکر ممکن ہے؟

آپؐ کے مرنے سے تو وحی رک جائے گی، جو اب تک کسی نبی کے مرنے سے نہیں رُکی۔

حضرت عمرؓ نے یہ غمناک خبر سُنی، تو اُن کے پاؤں تلے سے زمین سرک گئی۔ بے تحاشا وہ عائشہؓ کے گھر کی طرف دوڑے۔ انہیں یقین ہی نہیں آرہا تھا۔ کہ آپؐ کی وفات ہوگئی۔

جسم مبارک پر چادر پڑی تھی۔ حضرت عمرؓ نے چہرہ سے چادر ہٹائی۔

Marfat.com

دیکھا تو آپؐ بالکل بے حس و حرکت تھے۔ سوچا کہ بے چینی زیادہ ہے۔ اسی لیئے بیہوشی کا عالم ہے۔ تھوڑی دیر میں پھر ہوش آجائے گا۔

اس کے بعد وہ مسجد گئے۔ دیکھا تو لوگ سسکیاں لے رہے تھے فوراً نیام سے تلوار کھینچ لی اور کڑکتے ہوئے بولے:

"جو بھی کہے گا کہ محمدؐ مر گئے، اسی تلوار سے اس کی
گردن اڑا دوں گا"

پھر نہایت گرجدار آواز سے کہا:

"لوگو!
کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ رسولِ خداؐ مر گئے
بخدا آپؐ ابھی مرے نہیں ہیں۔
حضرت موسیٰؑ کی طرح آپؐ بھی چالیس دن غائب رہیں
گے۔ پھر لوٹ کر آئیں گے۔ اور جس نے بھی کہا ہو گا کہ
آپؐ مر گئے۔ اس کو دردناک سزا دیں گے۔"

وفات کی المناک خبر حضرت ابو بکرؓ کو بھی ملی۔ سنتے ہی وہ تڑپ اُٹھے۔ فوراً مسجد پہنچے۔ دیکھا تو حضرت عمرؓ لوگوں میں تقریر کر رہے تھے۔ مگر وہ کسی سے کچھ نہ بولے اور سیدھے حضرت عائشہؓ کے گھر گئے۔ جسم مبارک پر چادر ہٹائی اور پیشانی مبارک کو بوسہ دیا۔ پھر فرمایا:

"اے رسولِ خداؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان!
زندگی میں بھی آپؐ اچھے رہے۔ مرنے کے بعد بھی آپؐ
اچھے رہیں گے۔"

پھر مسجد گئے دیکھا تو حضرت عمرؓ کی تقریر جاری تھی۔ وہ لوگوں کو سمجھا رہے تھے۔ کہ رسولِ خداؐ ابھی زندہ ہیں۔

حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کو آواز دی:

Marfat.com

"عمرؓ! ذرا ٹھہرو۔ مجھے کچھ کہنے دو۔"

مگر حضرت عمرؓ تو بے قابو تھے۔ اس لیئے انہوں نے ذرا بھی دھیان نہ دیا۔ اور برابر بولتے رہے۔

اب حضرت ابوبکرؓ مسلمانوں کی طرف متوجہ ہوئے، اور اشارہ کیا۔ اشارہ پاتے ہی سارے مسلمان اُن کے گرد جمع ہو گئے اور حضرت عمرؓ تنہا رہ گئے۔ اس طرح حضرت ابوبکرؓ مجمع پر چھا گئے۔ اور یہ مشہور تقریر کی:

"لوگو!

اگر کوئی محمدؐ کی بندگی کرتا تھا، تو محمدؐ اس جہان سے تشریف لے گئے اور کوئی اللہ کی بندگی کرتا تھا، تو اللہ زندہ ہے۔ اس کے لیئے کبھی موت نہیں۔"

پھر یہ آیت پڑھی:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰي عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَـيْـــًٔـا ۭ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ○

(آلِ عمران: ۱۴۴)

"اور محمدؐ تو بس اللہ کے رسولؐ ہیں۔ ان سے پہلے بہت سے نبیؑ گزر چکے۔ اگر وہ مر جائیں یا خدا کی راہ میں مارے جائیں تو کیا تم اُلٹے پاؤں اسلام سے پھر جاؤ گے؟ اور جو کوئی پھر جائے گا وہ خدا کا کچھ نہیں بگاڑے گا۔ اور اللہ اس نعمت کی قدر کرنے والوں کو اچھا بدلہ دے گا۔"

یہ تھی وہ بصیرت افروز تقریر جو حضرت ابوبکرؓ نے اسوقت کی۔ مسلمانوں

Marfat.com

نے یہ تقریر سُنی۔ تو اُن کی آنکھیں کھُل گئیں۔ اور اس کڑوی حقیقت کا انہیں یقین کرنا ہی پڑا۔ سب کو ایسا معلوم ہُوا کہ آیتِ پاک آج ہی اُتری ہے۔ چناپچہ اسی دن ہر مسلمان کی زبان پر یہی آیت تھی، اور ہر طرف اسی کا چرچا تھا۔

مسلمانوں کے دل آپؐ کے عشق و محبت اور عقیدت سے لبریز تھے۔ اس لیئے وفات کی خبر اُن پر بجلی بن کر گری اور سنتے ہی وہ بدحواس ہو گئے۔ چناپچہ اسی بے خودی میں انہوں نے وفات کا انکار بھی کر دیا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے قرآنِ پاک کی آیت پڑھی تو اُن کی آنکھیں کھُلیں اور انہیں ہوش آیا۔

حضرت عمرؓ نے یہ تقریر سُنی تو زمین پر گر پڑے۔ کہ اَبْ وفات میں شک کی گنجائش نہ تھی۔ انہوں نے کہا:

"ایسا محسوس ہوتا ہے۔ کہ اِس سے پہلے یہ آیت سُنی ہی نہ تھی"

حضرت عثمانؓ کا کیا حال تھا؟ ان کے بھی ہوش و حواس گم تھے اور غم کی شدّت سے زبان پر تالے لگے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:

"یُوں سمجھنا چاہیئے، گویا ہماری آنکھوں پر پردے پڑے تھے اور وہ پردے ہٹ گئے"

یہی لوگ نہیں۔ تمام مسلمانوں کا یہی حال تھا۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ نے تقریر کی۔ تو سب کی آنکھیں کھُل گئیں۔ اور انہیں یقین ہو گیا کہ پیارے نبیؐ سچ مچ اللہ کو پیارے ہو گئے۔

خود حضرت ابوبکرؓ کا اس موقع پر کیا حال تھا؟ وہ صبر و تحمل اور وقار کے پہاڑ تھے۔ وہ نازک موڑ پر صحیح رہنمائی کا بہترین نمونہ تھے۔

Marfat.com

حضرت ابوبکرؓ کو پیارے نبیؐ سے کم محبت نہ تھی۔ وفاداری اور جاں نثاری میں وہ کسی سے پیچھے نہ تھے۔ گزر چکا ہے کہ حضورؐ نے جب یہ آیت پڑھی:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط

(المائدہ ۳:۵)

"آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی۔ اور تمہارے لئے دینِ اسلام کو پسند کیا"

تو حضرت ابوبکرؓ رونے لگے۔ اور جب یہ سورۃ اتری:

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا (النصر ۱:۳)

"جب اللہ کی مدد آجائے، اور فتح ہو جائے اور تم دیکھو کہ لوگ اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہو رہے ہیں، تو اپنے رب کی حمد و تسبیح کرو۔ اور اس سے مغفرت کی درخواست کرو۔ وہ تو بے انتہا توبہ قبول کرنے والا ہے"

تب بھی حضرت ابوبکرؓ بے قابو ہو گئے۔ اور آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ گئیں۔ کیونکہ وہ سمجھ گئے کہ اب آپؐ کے دن قریب آگئے اور یہ دن برا دن دیکھنے کے لیئے وہ پہلے ہی سے تیار ہو گئے۔

یہی وجہ ہے کہ پیارے نبیؐ کی وفات ہوئی، تو ہر طرف کہرام مچ گیا۔ مسلمان کلیجہ کلیجہ تھام کے رونے لگے۔ کتنے بالکل بے خود اور بدحواس ہو گئے۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ صبر و تحمل کا پیکر بنے رہے اور اس نازک وقت میں مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کی۔

Marfat.com

غور کرو تو مسلمانوں پر یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے۔ کہ ایسے خطرناک وقت میں حضرت ابوبکرؓ نے ان کو صحیح راہ سجھائی۔ پھسلتے ہوئے انہیں سنبھال لیا۔ اور پھوٹ میں پڑنے سے انہیں بچالیا۔

Marfat.com

جسدِ مبارک ڈھکا رکھا تھا۔ حضرت عمرؓ آپے سے باہر تھے۔ سارے مسلمان بے خود و بدحواس تھے۔ اور حضرت ابوبکرؓ انہیں سمجھا رہے تھے، کہ یہ خدا کی مشیت ہے۔ مومن کی شان ہے کہ خُدا کی مشیت کو خوشی خوشی گوارا کرے۔ اس کے ہر فیصلے کو اپنے لیئے بہتر سمجھے اور ہمیشہ راضی بہ رضا رہے کہ اتنے میں ایک آدمی دوڑا ہوا آیا اور اس نے کہا :

" ابوبکرؓ! عمرؓ!

سَب انصار اکٹھا ہیں اور اپنے میں خلیفہ چُن رہے ہیں جلدی دوڑو ورنہ ایک فتنہ اُٹھ کھڑا ہوگا اور پھر مسلمانوں میں پھوٹ کا آتش فشاں پھٹ پڑے گا۔

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ فوراً دوڑے ہوئے گئے۔ حضرت ابُوعُبَیدہؓ بھی ساتھ تھے۔ دیکھا تو سب انصار جمع تھے۔ کچھ مہاجرین بھی موجود تھے۔ خوب گرما گرم بحثیں ہو رہی تھیں اور زوروں پر تُوتُو مَیں مَیں جاری تھی۔ ایک دوسرے پر چوٹیں بھی ہو رہی تھیں۔

مگر ان لوگوں نے پہنچ کر حالات پر قابو پایا۔ اور حکمت سے لوگوں کو سمجھایا بجھایا۔ پھر سب کی رائے ہوئی اور حضرت ابوبکرؓ خلیفہ چُن لیئے گئے۔ اس طرح سارا جھگڑا رفع دفع ہو گیا۔

جَسدِ مبارک بھی اِسی طرح رکھا تھا۔ گھر اور خاندان کے لوگ اسے گھیرے ہوئے تھے۔ اور آپؐ کو آنسوؤں کے نذرانے پیش کر رہے تھے خلیفہ کا چناؤ ہو چکا تو آپؐ کی تجہیز و تکفین کا انتظام ہوا۔ آپؐ کو نہلایا

Marfat.com

گیا۔ نہلانے کے بعد تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ پھر سارے مسلمانوں کو موقع دیا گیا کہ محبوبؐ پر آخری نظر ڈال دیں۔ اور دعا و نماز سے بھی فارغ ہولیں۔

جسدِ مبارک کے گرد جاں نثاروں کا ہجوم تھا، کہ عشق و عقیدت میں ڈوبی ہوئی یہ آواز کانوں میں آئی:

"اے اللہ کے رسول!
سلامتی ہو آپؐ پر، اور خدا کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔
ہم گواہ ہیں کہ آپؐ نے رَبّ کا پیغام پہنچا دیا۔
اور دین کے لیئے جان لڑاتے رہے یہانتک کہ اللہ نے
اسے غالب کر دیا۔"

یہ آواز آپؐ کے یارِ غار ابوبکرؓ کی آواز تھی۔

مرد نماز سے فارغ ہوئے، تو عورتوں کی باری آئی۔ پھر بچّوں کو بھی موقع دیا گیا۔ لوگ بے تابانہ آتے تھے۔ اور باچشمِ نم واپس چلے جاتے تھے۔

وفات کے دو دن بعد آپؐ قبر مبارک میں لٹائے گئے۔ اور پھر قیامت تک کے لیئے نگاہوں سے اوجھل ہوگئے۔

Marfat.com

محمد عربی

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کے

تصور میں

وہ جانِ حیاتِ کون و مکاں، وہ رُوحِ نجاتِ انسانی
وہ جس کی بلندی کے آگے افلاک ہوئے پانی پانی
وہ فقر کا پیکر جس کے قدم چھوتا ہے شکوہِ سلطانی
ان سے ہی مجھے نسبت ہے مگر کب انکی حقیقت پہچانی

احساسِ خطا کی پلکوں سے آنسو بن کر گر جاتا ہوں!
کہنے کو مسلماں میں بھی ہوں، لیکن کہتے شرماتا ہوں!

خونیں اندھیاروں کی آندھی ہر نُور نگلتی جاتی ہے
انسان کی یہ فردوسِ زمین دوزخ میں ڈھلتی جاتی ہے
یہ اُمت جس کے شعلوں میں ہر گام پہ جلتی جاتی ہے
انساں پہ فرشتے روتے ہیں، شیطان کی چلتی جاتی ہے

اسلام کی چیخیں سنتا ہوں، خاموش گزرتا جاتا ہوں!
کہنے کو مسلماں بھی ہوں، لیکن کہتے شرماتا ہوں!

اسلام کی یہ تاریخ اَلم، طوفان اُٹھے، بھونچال آئے
وہ جن کی نظر تھی عرش رسا، گرتے گرتے پاتال آئے

Marfat.com

روحوں کی بصیرت سلب ہوئی، دل کے شیشوں میں بال آئے
پیغامِ عمل دُہراتے ہوئے تیرہ سو پریشاں سال آئے
محسوس جہاد، مستی میں۔ "قربانی" سے گھبراتا ہوں!
کہنے کو مسلماں میں بھی ہوں، لیکن کہتے شرماتا ہوں

آباد ہوئیں عشرت گاہیں، ویران مساجد روتی ہیں!
طاری ہے فضاء پر موسیقی، پامال اذانیں ہوتی ہیں!
برباد خزاں ہے مستقبل، ماضی کی بہاریں سوتی ہیں!
پھولوں کے بجائے کانٹوں میں شبنم کے شکستہ موتی ہیں
یہ وقتِ عمل، کردار ہے شل، کیا دستِ دُعا پھیلاتا ہوں!
کہنے کو مسلماں میں بھی ہوں، لیکن کہتے شرماتا ہوں!

طائف میں مقدس خوں ٹپکا، مکے میں کبھی پتھر کھائے!
بس ایک تڑپ تھی کیسی تڑپ؟ انسان ہدایت پا جائے
ہر غم کو لگا کر سینے سے درماں کے طریقے سکھلائے
کیا قہر ہے! یہ انسان اُسی محسن کو بھلا کر کھو جائے!
اُف کتنے گناہوں کے ہاتھوں دینی بنیادیں ڈھاتا ہوں
کہنے کو مسلماں میں بھی ہوں، لیکن کہتے شرماتا ہوں!

باطل کی بھیانک سازش میں، شیطان کی ظالم گھاتوں میں
اسلام ہوا ٹکڑے ٹکڑے فرقوں میں، جتھوں میں، ذاتوں میں
مَیں میٹھی نیندیں سوتا ہوں اس موت کی کالی راتوں میں
خود اپنے لہو کا پیمانہ رقصاں ہوں اُٹھائے ہاتھوں میں
ماحول کی رگ رگ میں اپنا ناپاک لہو دوڑاتا ہوں!
کہنے کو مسلماں میں بھی ہوں، لیکن کہتے شرماتا ہوں

Marfat.com

یہ برف سی خاموشی میں مگر۔ اک درد بھری آواز ہے کیا؟
مضرابِ عجم نے چھیڑ دیا پھر دینِ عرب کا ساز ہے کیا؟
باطل کے مقابل اُبھرے ہیں پھر سے جو مسلماں! راز ہے کیا؟
کیا ختم ہوئی طاغوتی شب؟ صبحِ نو کا آغاز ہے کیا؟
سنتا ہوں کہیں سے بانگِ درا، اُٹھتے ہیں قدم، رک جاتا ہوں
کہنے کو مسلماں مَیں بھی ہوں، لیکن کہتے شرماتا ہوں

(شمس نوید عثمانی)

(کتبہٗ محمد یحییٰ خان سپرا)

Marfat.com

ایمان افروز، معلومات افزا، نئی مطبوعات

- انتخاب قرآن — محمد فاروق خاں ایم اے
- قرآن مجید کی حیرت انگیز جامعیت — 〃
- شاہ عبد القادر کی قرآن فہمی — 〃
- حکمت نبوی — 〃
- نماز، دین کا ایک جامع عنوان — 〃
- دعوت اسلامی اور اس کے اصول و آداب — 〃
- انسان اور کائنات — 〃
- کائنات کی تین عظیم حقیقتیں — 〃
- خدا کی ہستی — 〃
- فطری نظام معیشت — 〃
- مادیت اور روحانیت — 〃
- انسانی جبلتوں کا مطالعہ — 〃
- خاندانی استحکام — 〃
- دو عظیم فتنے — 〃
- اقامت دین اور اپنا گھر — شبیر احمد منظر ندوی
- تفسیر سورہ یٰسین — محمد یوسف اصلاحی
- درس قرآن — 〃
- تفہیم الحدیث — 〃
- احادیث رسول ﷺ — سید حامد علی
- چہل حدیث — 〃
- نو عمر صحابہؓ اور اقامت دین — 〃
- فکری تربیت کے اہم تقاضے — ڈاکٹر یوسف القرضاوی
- یہودیت، قرآن کی روشنی میں — عبد الکریم پاریکھ
- اسلامی تہذیب کی تفہیم جدید — ڈاکٹر محمد علی ضناوی
- اسلامی تعلیم اور اس کی سرگذشت — ڈاکٹر محمد مصلح الدین
- مولانا مودودیؒ کے انٹرویو حصہ دوم — ابو طارق ایم اے
- اسلام کا فوجداری قانون (حصہ دوم) — عبد القادر عودہ شہیدؒ
- قافلۂ حق — ابن عبد الشکور

اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

۱۳- ای شاہ عالم مارکیٹ، لاہور (پاکستان)

شاخ:- الکریم مارکیٹ، اردو بازار- لاہور

Marfat.com

Marfat.com

ایمان افروز، معلومات افزا، نئی مطبوعات

- انتخاب قرآن — محمد فاروق خاں ایم اے
- قرآن مجید کی حیرت انگیز جامعیت — "
- شاہ عبدالقادر کی قرآن فہمی — "
- حکمت نبوی — "
- قرآن دین کا ایک جامع عنوان — "
- دعوت اسلامی اور اس کے اصول و آداب — "
- انسان اور کائنات — "
- کائنات کی تین عظیم شخصیتیں — "
- خدا کی ہستی — "
- فطری نظام معیشت — "
- مادیت اور روحانیت — "
- انسانی جبلتوں کا مطالعہ — "
- [illegible] کا مسئلہ — "
- دو عظیم فتنے — "
- آثار [illegible] اور انبیاء کرام — شبیر احمد میرٹھی

- تفسیر سورہ یٰسین — محمد یوسف اصلاحی
- درس قرآن — "
- تفہیم حدیث — "
- احادیث رسولؐ — سید حامد علی
- چہل حدیث — "
- نوعمر صحابہ اور احادیث میں — "
- فکری تربیت کے اہم تقاضے — ڈاکٹر یوسف القرضاوی
- یہودیت قرآن کی روشنی میں — عبدالکریم پاریکھ
- اسلامی تہذیب کی تفہیم جدید — ڈاکٹر محمد حسن صادقی
- اسلامی تعلیم اور اس کی سرگذشت — ڈاکٹر محمد عبداللہ
- سوالات [illegible] (حصہ دوم) — ابوطارق ایم اے
- اسلام کا فوجداری قانون (حصہ دوم) — عبدالقادر عودہ شہید
- قافلۂ حق — ابن عبدالشکور

اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

۱۳-ای شاہ عالم مارکیٹ، لاہور (پاکستان)

شاخ: الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

Marfat.com

ایمان افروز، معلومات افزا، نئی مطبوعات

- انتخاب قرآن ——— محمد فاروق خاں ایم اے
- قرآن مجید کی حیرت انگیز جامعیت ——— ״
- شاہ عبدالقادر کی قرآن فہمی ——— ״
- حکمت نبوی ——— ״
- قرآن دین کا ایک جامع عنوان ——— ״
- دعوت اسلامی اور اس کے اصول و آداب ——— ״
- انسان اور حیوانات ——— ״
- کائنات کی تین عظیم شخصیتیں ——— ״
- خدا کی ہستی ——— ״
- فطرت کا نظام معیشت ——— ״
- مادیت اور روحانیت ——— ״
- انسانی جبلتوں کا مطالعہ ——— ״
- [illegible] ——— ״
- دو عظیم فتنے ——— ״
- اقامت دین اور ... ——— شبیر احمد ...

- تفسیر سورۂ یٰس ——— محمد یوسف اصلاحی
- درس قرآن ——— ״
- تفہیم حدیث ——— ״
- احادیث رسول ﷺ ——— سید حامد علی
- چہل حدیث ——— ״
- نو عمر صحابہؓ اور احادیث ——— ״
- فکری تربیت کے اہم تقاضے ——— ڈاکٹر یوسف القرضاوی
- یہودیت قرآن کی روشنی میں ——— عبدالکریم پاریکھ
- اسلامی تہذیب کی تفہیم جدید ——— ڈاکٹر محمد حسن صادقی
- اسلامی تعلیم اور اس کی سرگذشت ——— ڈاکٹر محمد حلیم ...
- مولانا مودودی کے خطوط (حصہ دوم) ——— ابو طارق ایم اے
- اسلام کا بنیادی قانون (حصہ دوم) ——— عبدالستار ... شہید
- قافلۂ حق ——— ابن عبدالشکور

اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
۱۳۔ای شاہ عالم مارکیٹ، لاہور (پاکستان)

شاخ: الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

Marfat.com